

لَا يَأْتِيهِمُ النَّبِيُّ لَا يَأْتِي بَعْدَهُ

شِكْرَةُ قَادِيَانِيَّةٍ

جَلْدُ شَشْمَ

حَضْرَتُ مَوْلَانَا مُحَمَّدُ السَّيِّدُ الْهَيْازِي

عَالَمِيْ مَحَلْسِنْ تَحْفِظَ أَخْمَرْ نَبِيُّوْةٌ

514122

١١١٠

مع اللہ لارحم الراع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، يَعْلَمُ بِمَا فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتِ
لَا يَنْهَاكُ عَنْ حِلَالٍ إِلَّا مَا شَاءَ
لَا يَنْهَاكُ عَنْ حِلَالٍ إِلَّا مَا شَاءَ

سخفہ قادریت

جلد ششم

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

عَالَمِي مَجَلسٌ حَفْظٌ حُكْمٌ نَبْعَثُ
حَسَنِ بَلْوَہِ ڈَکْنَتَن
514922

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْحُسْنَةُ وَرَدَلَهُ) عَلٰى جَاهَوَهُ النَّزِيْنِ (اصْطَفَنِيْ)!

اللّٰہ تعالیٰ کو دین کی حفاظت و صیانت کا کام لیتا آتا ہے، وہ جب اور جس سے چاہیں اپنے دین کی خدمت لے سکتے ہیں، ائمہ طرح وہ جب کسی کو دین کے کسی شعبہ کے لئے منتخب فرماتے ہیں، تو استعداد و صلاحیت، اسباب و وسائل اور اس کے مناسب محنت کا میدان بھی مہیا فرمادیتے ہیں۔

ایسے ہی جب کوئی باطل پرست، دین و مذہب کے خلاف سر اٹھاتا ہے، اس کی سرکوبی کے لئے نہ صرف کسی کو کھڑا کرنا جانتے ہیں، بلکہ باطل اور باطل پرستوں کی ذہنی، فگری سوچ کا تعاقب، ان کی نام نہاد تحقیقات کا حدود اربعہ اور ان کی نئی نئی موشکافیوں کے تارو پوڈ بکھیرنے کی صلاحیت بھی ودیعت فرمادیتے ہیں۔

اُسے لسان و بیان اور قلم و قرطاس، سیف و سنان کا اسلوب اور جرأت و ہمت سے بولنے اور لکھنے کے ڈھنگ سے معمور فرمادیتے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر اس کے دل و دماغ میں حق و صداقت کی اہمیت، ایمان و اسلام اور دین و مذہب کی ترقی، اس کی راہ میں پیش آنے والی رُکاویں دور کرنے کا جذبہ اور ولوہ بھی عطا فرمادیتے ہیں۔

ایسے ہی کفر و شرک، ظلم و تعدی، جور و عدوان اور عصیان و طغیان سے نفرت کا جذبہ بھی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھردیتے ہیں۔

یہاں تک کہ اس کو کھانا پینا، سونا جا گنا، بیوی بچوں، مال و دولت، راحت و آرام، جہن و سکون وغیرہ سب ہی کو اس مقصد کے لئے قربان کرنا، آسان لگتا ہے۔ دین، دینی اقدار کی سر بلندی اور کفر و ضلال کی تردید اور مدعاً کاذب مرزا غلام احمد قادری کی تخلیط کے سلسلہ میں ہمارے خدم و محظوظ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کو یہی مقام حاصل تھا، چنانچہ بارہا مشاہدہ ہوا کہ آپؒ کسی ڈور و راز کے سفر سے تھکے ہارے پہنچے، ادھر کوئی مرزاؒ یا قادریانیت زدہ آگیا، جیسے ہی اس نے قادریانیت پر کوئی سوال کیا، آپؒ کو یہی ساری تھکن بھول گئی اور گھٹنوں اس سے بیٹھ کر ایمان و کفر اور کذبؒ مرزاؒ پر بات کرتے اور دلائل و برائیں سے اُسے قادریانی دجل و فریب سے آشنا کرتے، مرزاؒ کی دیسیہ کاریاں سمجھاتے، نہایت سوز و درد سے اس کا ایمان بچانے کی فکر کرتے، اور ڈودھ کا ڈودھ اور پانی کا پانی کر کے چلاتے۔

یہ اسی جذبہ خیر خواہی و نفع کی برکت ہے کہ آپؒ نے امت کو قادریانی مسئلہ سمجھانے، مسیلمہ پنجاب کے مکروہ فریب کے خدو خال واضح کرنے اور قادریانی امت کو خالق سے آگاہ کرنے کے لئے زندگی وقف کر دی، آپؒ نے مناظرے اور مباریلے کئے، خطابات و تقاریر لیں، رسائل و کتب اور مقالات و مضامین لکھ کر قادریانیت کو نیگا کیا۔ جب آپؒ کے لکھے گئے مقالات و مضامین اور رسائل و کتب کو سیکھا کیا گیا تو ”تحفہ قادریانیت“ کے نام سے اس کی کئی جلدیں وجود میں آگئیں۔ پیش نظر مجموعہ اس سلسلہ کی چھٹی جلد ہے، جو اب تک غیر مطبوعہ مضامین، مقالات و خطابات اور محاضرات کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو امت کے لئے مفید بنائے، قادریانیت زدہ افراو کے لئے ہدایت، ہمارے اور حضرت شہیدؒ کے لئے مغفرت و نجات آخوت کا ذریعہ بنائے، آمین!

خاکپائے حضرت لدھیانوی شہیدؒ

سعید احمد جلال پوری

فہرست

۷ قادیانی دجل و تلپیس
۹ اسلام اور قادیانیت دو خدیں ہیں
۱۵ قادیانی شبهات کے جوابات
۵۱ قادیانی اعتراضات کے جوابات
۸۹ پری کے روپ میں ڈائیں
۱۱۹ حیاتِ مسیح علیہ السلام
۱۵۰ مسئلہ ختم نبوت و صدق و کذب مرزا
۱۹۱ پچے نبی کی کچی پیش گوئی
۲۰۶ ارتدا کا مقابلہ اور اس دور میں اس کا صدق
۲۳۳ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ملعون و مردود ہے
۲۵۲ قادیانیت کا پوسٹ مارٹم
۲۸۱ مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیت
۲۹۲ مرزا کے دعوئی ہائے نبوت، مسیحیت، مہدویت اور مجددیت کی حقیقت
۳۰۹ قادیانی عقائد پر ایک نظر
۳۲۰ قادیانیوں کا مقابلہ مسلمانوں سے نہیں مجموعی سے ہے!
۳۲۵ منکرین ختم نبوت سے بغض، ایمان کا حصہ

- ۳۶۲ عقیدہ حیاتِ مسیح قرآن و سنت اور مرزاںی تصریحات کی روشنی میں.....
- حضرت عیسیٰ شریعت محمدی کے پیروکار بن کر آئیں گے، ایک سوال کا جواب!
- ۳۷۰
- ۳۸۶ مرزا جی کی ذہنی اور فکری صلاحیت! ایک فریب خورده مرزاںی کے نام.....
- ۳۸۹ کیا ایسا غبی مسیح بن سکتا ہے؟ ایک قادریانی کے جواب میں.....
- ۳۹۱ ”احمد رسول“ کی پیش گوئی کا مصدقاق؟
- ۳۹۳ مرزاںیوں کو دعوت غور و فکر!
- کافر گرملا کا مصدقاق: غلام احمد قادریانی! غلط فہمی کے شکار ایک قادریانی کی خدمت میں.....
- ۳۹۶ فتنمیں اٹھانے کی بجائے دلائل کی ضرورت.....
- ۴۰۷ اسلام لانے کی شرائط.....
- ۴۰۹ مرزاںی اخلاق اور اسلامی شائستگی.....
- ۴۱۲ قادریانیوں سے ہمدردانہ درخواست.....
- ۴۱۷ قادریانی اپنا انسان ہونا ثابت کریں!
- ۴۱۹ قادریانی شبہات.....
- ۴۲۰ فریب خورده قادریانیوں کی خدمت میں.....
- ۴۲۲ قادریانی و سعت معلومات کا شاہکار!
- ۴۲۶ حضرت گنگوہی اور تکفیر مرزا.....
- ۴۵۰ نزول مسیح کا عقیدہ ایمانیات سے!
- ۴۵۳ رفع الی السما کا مفہوم!

قادیانی دجل و تلبیس

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید و فنا
فوقا جذبہ شخص و خیر خواہی کے تحت قادیانی مغالطوں اور
اٹکالات کا جواب دیتے رہتے تھے، جنہیں رسائل کی شکل میں
شائع کیا جاتا، قادیانی حضرات ان کے ائمہ سید ہے جوابات
دیتے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے، اس پر ایک
صاحب نے حضرتؐ سے قادیانی رسائل کے جوابات لکھنے کی
فرمائش کی، تو حضرتؐ نے ان کو درج ذیل مکتب لکھا۔
سعید احمد جلال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحيم
حضرت مخدوم و معظم، زیدت فضالکم و مدت فیوضهم۔
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

کرامت نامہ شرف صدور لایا، قادیانیوں نے اس ناکارہ کے بعض رسائل کا
جواب لکھا تھا، وہ رسائل بندہ کی نظر سے بھی گزرے، یہ ناکارہ تو فتنہ رہتا ہے کہ مخالفین
کی جانب سے اس ناکارہ کی کسی غلطی پر آگاہ کیا جائے تو اپنی اصلاح کروں، لیکن
افسوں ہے کہ قادیانی رسائل میں اس ناکارہ کی کسی غلطی پر مطلع نہیں کیا گیا، البتہ دجل و
تلبیس اور خلط بحث سے... جو قادیانیت کا خاص شعار ہے... ضرور کام لیا گیا، اور ان کا

مقصد احقاقی حق نہیں ہوتا، بلکہ اپنی جماعت کے افراد کو ”قُلُّوْبُنَا غُلْفٌ“ کا مصدق بناتا ہوتا ہے۔ گویا جدید دور کی اصطلاح میں ”صیحت پروف“ کرنا، تاکہ کتنی ہی معقول بات اور کتنی ہی سنجیدگی اور جذبہ خیرخواہی سے کہی جائے، ان پر اثر انداز نہ ہو۔

چونکہ ان جوابی قادریانی رسائل میں محض ضد و عناد اور مکابرہ کا مظاہرہ کیا گیا تھا، اس لئے جی نہ چاہا کہ اپنے ضروری مشاغل کو چھوڑ کر ان کا جواب لکھوں، اگر کسی مستند نوجوان عالم کو اس کے لئے تجویز فرمادیا جائے تو بہت مناسب ہے، اور اگر اس ناکارہ کی تحریر پر قادریانی صاحبان کا کوئی ایکال ایسا نظر آئے جس کے لئے اس ناکارہ سے استفار کی ضرورت ہو تو اس کے لئے برس و چشم حاضر ہوں۔ اسی طرح ان جوابات کے اس ناکارہ کو دکھانے کی ضرورت محسوس فرمائی جائے، تو اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔ اور اگر آں مخدوم کا حکم ہو کہ فلاں رسالہ کا جواب تو ہی لکھ، تو یہ زدیاہ اس کی بھی تعییل کرے گا، والسلام!

دیگر اکابر کی خدمت میں بھی سلام اور دعوات صالحہ کی التجا۔

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

دوشنبہ ۲۵/۱۳۱۶ھ

اسلام اور قادیانیت دو ضدیں ہیں

مرزاںی، اپنے باوا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح الجھانے، جل و تلسیس اور دھوکا دینے میں ماہر ہوتے ہیں، ان کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ہر قادیانی اس فن میں طاق ہوتا ہے، اور ہر ایک سے پنج آزمائیں ان کا محبوب مشغله ہے۔ انہیں اس سے سروکار نہیں ہوتا کہ ان کا سوال صحیح ہے یا غلط؟ اور نہ ہی ان کو اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ معقول جواب مل جانے کے بعد دین و دیانت اور عقل و شرافت کا تقاضا ہے کہ خاموشی اختیار کر لی جائے، بلکہ وہ اپنی راگئی الائپنے کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔

اسی طرح ایک لاہوری مرزاںی خلیل الرحمن ایڈیٹر "پیغام صلح" نے بھی کافی دنوں تک حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کو الجھانے کی کوشش کی، اور طویل مکاتبت رہی، ان میں کے چند خطوط مع جوابات تجھنہ قادیانیت جلد چہارم میں شائع ہو چکے ہیں، ذیل کا خط اور اس کا جواب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو تا حال کہیں شائع نہیں ہوا تھا۔

سعید احمد جلال پوری

مکرم و محترم جناب مولانا محمد یوسف صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ کا مکتوب گرامی کل ملا، الحمد للہ آپ اپنے طویل سفر سے بخیرت اپنے
مقام پر واپس پہنچ چکے ہیں۔

آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے آپ کو اپنے ۱۸/۲/۱۹۷۷ء کے خط میں اپنے
وہ عقائد لکھے تھے، ان کے متعلق آپ نے اپنے ۲۱/۲/۱۹۷۷ء کے خط میں لکھا کہ:
”اگر (میری حیثیت) سائل کی ہوگی تو یہ سمجھئے کہ مجھے آپ کے ہر دعویٰ میں شبہ ہے۔“
میں اپنے ان عقائد میں سے پہلے یہ ذہراتا ہوں، اگر یہی مسلمانوں کے عقائد ہیں تو
مجھے ان میں کوئی شبہ نہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ وحدۃ لا شریک ہے۔

۲:... تمام رسولوں، کتابوں، فرشتوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۳:... کلمہ شہادت اور کلمہ توحید پڑھنا لازمی ہے۔

۴:... نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ فرائض میں شامل ہیں۔

۵:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔

۶:... اسلام آخری اور مکمل دین ہے۔

۷:... اور قرآن کریم خاتم الکتب ہے، اس میں کوئی ناسخ اور منسوخ آیات نہیں۔

آپ نے مجھے ”اسلامی عقائد“ میں شہادات پیش کرنے کے لئے فرمایا ہے،
مجھے مذکورہ عقائد میں کوئی شبہ نہیں، مگر اس ”اسلامی عقیدہ“ میں نہیں بلکہ ”مسلمانوں“
کے اس عقیدہ میں ضرور شبہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نبی اسرائیلی نبی اب تک زندہ
آسمان پر موجود ہیں اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلیم کے بعد دوبارہ
آئیں گے، کیونکہ پیرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر آپؐ کے بعد کوئی نبی بھی آجائے خواہ نیا
ہو یا پرانا تو ختم نبوت کی مہر ثوثی ہے اور یہ تسلیم کرنا، آنحضرت صلیم کی شان میں گستاخی

اور آپ کی ہنگ ہے، اور دینِ اسلام میں نقش ماننے کے مترادف ہے۔
میرا یہ شبہ آپ دور فرمادیں، میرے لئے حیاتِ مسیح پر دلائل اس ترتیب سے
قابل قبول ہوں گے:

۱:...سب سے پہلے آپ قرآن کریم سے دلائل دیں گے، جب قرآن کریم
کی روشنی میں جاری بحث ختم ہو جائے گی۔ تو

۲:...بخاری شریف۔

۳:...مسلم (شریف)۔

۴:...ان کے بعد باقی احادیث بشرطیکہ وہ قرآن کریم کے دلائل اور آیات
سے متعارض اور متصادم نہ ہوں، کیونکہ اسلامی عقائد کی بنیاد میں قرآن کریم پر ہے۔
اس بحث کے دوران حضرت مرزا صاحب کی ذات کو کسی طور زیر بحث نہیں
لایا جائے گا، کیونکہ اگر حضرت مسیح کی حیات ثابت ہو گئی تو حضرت مرزا صاحب کا
دعویٰ مسیح موعود وغیرہ خود ہی باطل ہو جائے گا۔

مجھے امید ہے کہ سلسلہ گفتگو کے دوران آپ میری ان گزارشات کو ضرور
منظرا کھیں گے۔

خليل الرحمن، آيد یہ پیغام صلح
والسلام

جواب:

محمد و مکرم جناب خلیل الرحمن صاحب، زید الطافہم

بعد ما وجب! آنچہ کا گرامی نامہ ملکان ہوتے ہوئے مجھے آج یہاں ملا،
(میں قریباً ایک مہینے سے کراچی میں ہوں) نامہ کرم سے منون فرمایا، اس کا شکریہ قبول
فرمایے، افسوس ہے کہ ابھی تک مباریات ہی طے نہیں ہو سکے، ان کی طرف توجہ دلاتا
ہوں، اور دلوں کا منتظر ہوں۔

ا... پہلے عرض میں میں نے عرض کیا تھا کہ گفتگو کے لئے سوالات کی فی
ہفتہ تعداد معین کر لی جائے، فریقین کے اخبار و رسائل میں اس مراحلت کے شائع
کرنے کا فیصلہ کیا جائے، اور آپ کے سوالات کی پہلی قط آنے پر میں "أصول
موضوع" عرض کروں گا، جن کی روشنی میں آپ کے شبہات حل کئے جائیں۔ اگر ان
میں سے کوئی آپ کو مسلم نہ ہو تو گفتگو پہلے اس پر ہو، تاکہ ہماری بحث اصول و قواعد
کے دائرے میں رہے، آپ نے ابھی تک ان امور سے گانہ کا فیصلہ نہیں فرمایا کہ فی ہفتہ
سوالات کی تعداد کتنی ہوگی؟ دو طرفہ رسائل میں اس کو شائع کیا جائے گا؟ اصول
موضوع پر (بشرط عدم تسلیم) گفتگو ہوگی؟ میں آپ کے فیصلہ کا شدت سے منتظر ہوں۔
۲... آپ کو یاد ہوگا کہ میرا پہلا خط آنجلاب کی اسی خواہش کے جواب میں
تھا کہ میں آنجلاب کے شبہات حل کروں (پیغام صلح رجنوری ۷۷ء۱۹۲۶ء)۔

میں نے مندرجہ بالا تین امور ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ: "فیقر آپ کے
اور آپ کی جماعت کے شبہات کے جواب کے لئے حاضر ہے۔" اب قاعدے کی رو
سے آپ کا فرض یہ تھا کہ آپ کسی اسلامی عقیدے پر شبہات پیش کرتے، مگر اس کے
بر عکس آپ نے یہ کیا کہ اپنے دس عقیدے لکھ کر مجھے فرمایا کہ تجھے ان پر کیا اعتراض یا
شبہ ہے؟ یہ ایک بے اصولی بات تھی کہ میں مجیب کے بجائے سائل کی پوزیشن سنچال
لوں، اور آپ کے شبہات حل کرنے کے بجائے خود آپ کے سامنے شبہات پیش
کرنے لگوں۔ اس لئے میں نے لکھا تھا کہ آپ پہلے تو یہ طے فرمادیں کہ میری حیثیت
سائل کی ہے یا مجیب کی؟ آنجلاب نے اپنے تازہ خط میں بھی اس کی وضاحت نہیں
فرمائی، بلکہ دوبارہ اپنے دس میں سے سات عقائد درج کر دیئے، کیا آنجلاب کو علم نہیں
کہ اصول مباحثہ کی رو سے سائل اور مجیب کی حیثیت میں آسان و نیچے میں کا فرق ہے!
دو لوں کے فرائض اور ذمہ داریاں بالکل الگ الگ ہوتی ہیں، لہذا آپ دو حرفي بات
لکھئے کہ میں سائل ہوں یا مجیب؟ اگر سائل ہوں تو مجھے آپ کے عقائد پر سوالات

کرنے کی اجازت دیجئے، اور اگر میں محیب ہوں تو میرے سامنے اپنے عقائد پیش کرنا
مہمل بات ہے، بلکہ خود مجھ سے پوچھئے کہ فلاں اسلامی عقیدہ پر میرے فلاں فلاں
اعتراض کا جواب دو۔

۳:...آنجناب بار بار جناب مرزا صاحب بالقاہہ کا ذکر خیر در میان میں لاتے
ہیں، اور میں قصد اس کا نوٹس نہیں لیتا رہا، تاکہ سلسلہ کلام آگے بڑھے، سوال یہ ہے
کہ آنجناب کو جناب مرزا صاحب کے اصول و عقائد، الہامات و مکاشفات، دعوت و
دعاوی اور ارشادات و تعلیمات مسلم ہیں یا نہیں؟ اگر وہ بقول آپ کے تصحیح موعود اور حکم
و عدال ہیں، تو ان کے مسلمات کو پیش کرنے اور ان سے بحث کرنے کا مجھے کیوں حق
نہیں؟ اور آپ جناب مرزا صاحب کے مسلمات سے کیوں کتراتے ہیں؟

۴:...آنجناب نے میرا یہ جملہ نقل کر کے کہ: ”اگر میری حیثیت سائل کی
ہوگی تو یہ سمجھئے کہ مجھے آپ کے ہر دعویٰ میں شبہ ہے“ اس کے جواب میں اپنے دس
میں سے سات عقائد درج کر کے لکھا ہے کہ: ”اگر یہی مسلمانوں کے عقائد ہیں تو مجھے
ان میں کوئی شبہ نہیں“ میرے اور اپنے خط کو دوبارہ پڑھ کر سوچئے کہ میرے اس جملہ کا
جواب آپ کو کیا دینا چاہئے تھا اور آپ نے کیا لکھ دیا؟

خیال ہے کہ آنجناب میرے فقرے کا مطلب نہیں سمجھے، لیکنے اس کی ذرا سی
وضاحت کر دیتا ہوں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آنجناب کے جناب مرزا صاحب کو
ماننے کے بعد (مجد، تصحیح، مہدی، ظلیٰ نبی، مجازی نبی، بروزی نبی، لغوی نبی، امتی نبی،
غیر حقیقی نبی، جیسا کچھ بھی آپ مانتے ہوں) کسی اسلامی عقیدے کو ماننے کا دعویٰ کرنا
غلط، محلِ استباہ اور آیت کریمہ: ”إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ“ کا مصدق اق ہے، کیونکہ جناب
مرزا صاحب کا مرتد اور خارج از اسلام ہونا بالکل قطعی اور بدیہی ہے، اور جو شخص ایک
مرتد کو اپنا پیشوای مانتا ہو (خواہ کسی رنگ میں مانے)، اس کی وجہ پر ایمان لاتا ہو، اس
کے دعاویٰ کو تسلیم کرتا ہو، اس کو راست باز سمجھتا ہو، اس کا کسی اسلامی عقیدے پر

ایمان رکھنے کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں، خواہ وہ خاتمہ کعبہ میں حلف اٹھائے، وَاللَّهُ يَشْهُدُ
إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ!

یہ تھی میرے اس فقرہ کی تفریغ کہ: ”مجھے آپ کے ہر دعویٰ میں شبہ ہے“، یہ
مطلوب اگر آپ کے ذہن میں ہوتا تو آپ کا جواب کیا یہی ہوتا چاہئے تھا جو آپ نے
دیا؟ اب بھی اگر آنحضرت کو کسی اسلامی عقیدہ پر (خواہ توحید و رسالت ہی کیوں نہ ہو)
ایمان رکھنے کا دعویٰ ہے تو مجھے اس دعویٰ پر جرح کی اجازت دیجئے! اور پھر میرے
اعترافات کو اٹھا کر ثابت کر دکھائیے کہ آپ اسلام کے کسی عقیدے پر واقعی ایمان
رکھتے ہیں، اور آپیت مذکور کا مصدقہ نہیں ہیں۔ میرے نزدیک اسلام اور مرزا غلام احمد
صاحب دو ضدیں ہیں، جو کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، اسلام ہے تو مرزا صاحب پر ایمان
لاانا ممکن نہیں، اور مرزا صاحب پر ایمان ہو تو اسلام پر ایمان؟ ”ایں خیال است و محال
است و جنوں!“ اگر آنحضرت کو مسلمان کہلانے کا شوق ہے تو آئیے اسی پر گفتگو
ہو جائے، امید ہے مزاج سامی بعافیت ہوں گے، دلہل جعلی جحاوہ اللزین (اصطفیٰ!
جواب کا منتظر

محمد یوسف عفی اللہ عنہ، کراچی

۱۹ جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ

۱۹۷۷ء

۔ میں انشا اللہ دو ایک روز میں ملٹان جا رہا ہوں، آنحضرت کے گرامی نامہ کا وہیں
انتظار کروں گا۔)

قادیانی شبہات کے جوابات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْعَصْدُ لِلّٰهِ وَالرِّحْمٰنُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَنَّا)

آپ حضرات کو یہاں اس مقصد کے لئے دعوت دی گئی ہے تاکہ قادیانی جو شبہات پھیلاتے ہیں، آپ ان سے آگاہی حاصل کر کے ان کا جواب دے سکیں اور بے چارے ناقف مسلمانوں کا ایمان بچا سکیں۔

رہی یہ بات کہ کوئی قادیانی کس وقت اور کیا شبہ پیش کرے گا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، لیکن اگر آپ نے کچھ سیکھا اور سمجھا ہوا ہوگا اور مسئلہ قادیانیت کی حقیقت کو جانتے ہوں گے، تو آپ معلوم کر سکیں گے کہ اس شبہ کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے، یعنی آپ کو اس معاملے میں تردید نہیں ہوگا۔

اسلامی عقائد پر یقین کی ضرورت:

ایکی عصر کا وقت ہونے والا ہے، اور سورج موجود ہے، جس طرح آپ کو اس سورج کے موجود ہونے کا یقین ہے، تھیک اسی طرح آپ کو اسلامی عقائد پر یقین ہونا چاہئے۔ اگر کوئی قرآن اور حدیث کے ہزار دلائل پیش کرے کہ اس وقت سورج موجود نہیں ہے، تو آپ کہیں گے کہ قرآن و حدیث بحق ہیں، مگر تو نے قرآن و

حدیث کو غلط سمجھا ہے، اس لئے کہ یہ سورج کا مشاہدہ تیری فہم کو مجھلا رہا ہے، تیرا فہم غلط ہے۔ تو چیلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اپنے عقائد کے بارے میں مذبب نہیں ہونا چاہئے، بلکہ پختہ عزم اور پختہ یقین کے ساتھ ان پر عقیدہ ہونا چاہئے۔

عقیدہ کی تعریف:

آپ جانتے ہیں کہ عقیدہ ”عقدہ“ سے مآخذ ہے، اور عقدہ کہتے ہیں گرہ کو، تو عقیدہ کی گرہ ایسی مضبوط ہونی چاہئے کہ کسی طالع آزمائے شبهات پیدا کرنے سے بھی نہ کھل سکے، لہذا آپ نے اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمان پر عقیدہ کی گرہ باندھ لی ہے، یہی عقیدہ ہے، اب اگر کوئی مخدوس کو کھونا چاہتا ہے تو آپ زیادہ سے زیادہ یہ سوچیں گے کہ یہ شخص جو بات کہہ رہا ہے یا جو شبہ ڈال رہا ہے، بہر حال یہ غلط ہے، ہاں! اگر میری سمجھ میں اس کا جواب نہیں آتا تو یہ میرا قصور ہے کہ میں نے اپنے عقیدہ پر محنت نہیں کی اور اس کو سو فیصد پڑھا اور ہضم نہیں کیا، کیونکہ سو فیصد یقین ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی بات صحیح ہے اور باقی سب غلط ہے۔

مناسب کی زبان میں گفتگو کی جائے:

دوسری بات یہ ہے کہ جس آدمی سے گفتگو کی جائے، اس کو اس کی زبان میں بات سمجھانا چاہئے، دوسری زبان آپ بولیں گے، تو وہ نہیں سمجھے گا، کیونکہ وہ آپ کی زبان نہیں جانتا اور آپ اس کی زبان نہیں سمجھتے، یعنی زبان سے میرا مطلب یہ ہے کہ ان کی خاص اصطلاحات میں بات کی جائے۔

قادیانیوں سے مناظرہ کا طریقہ کار:

قادیانیوں کے اعتراضات کے جواب کے لئے بہترین جواب یہ ہے کہ ان کو غلام احمد قادریانی کی کتابوں کے حوالے نکال کر دکھادیں، انشا اللہ آپ کو مرزا کی کتابوں سے مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ہربات کا حوالہ ملے گا۔

حیات و نزول عیسیٰ پر کلام کا انداز:

مثلاً: جہاں قادریانی یہ کہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نہیں آئیں گے، تو آپ ان سے کہئے کہ مرزا صاحب تو جھوٹ نہیں بولتے، جب انہوں نے لکھا ہے کہ آئیں گے تو تم کیسے انکار کرتے ہو؟ پھر ان کو مرزا کی کتابوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے متعلق خود مرزا صاحب کی عبارت نکال کر دکھادو۔

اگر وہ یہ کہیں کہ یہ عقیدہ منسوخ ہو گیا ہے، تب ان سے سوال کرو کہ مرزا غلام احمد نے جب یہ عقیدہ لکھا تھا، اس وقت انہوں نے صحیح لکھا تھا یا غلط؟ اگر وہ کہیں کہ جب لکھا تھا اس وقت تو صحیح تھا، پھر تم ان سے سوال کرو کہ جب غلام احمد نے لکھا تھا، اگر اس وقت صحیح تھا تو بعد میں کب منسوخ ہوا؟ اگر وہ کہیں کہ بعد میں منسوخ ہوا، تو ان سے سوال کرو کہ کیا کبھی عقیدہ بھی منسوخ ہوا کرتا ہے؟ اگر وہ کہیں کہ پہلے ہی منسوخ ہو چکا تھا، تو کہو کہ غلام احمد نے جھوٹ لکھا تھا؟ بن پھر قادریانی اس سے آگے نہیں چل سکیں گے اور یہیں سے ہی سلسلہ کلام ختم ہو جائے گا۔

اجرائے نبوت پر بات کرنا کا طریقہ:

اسی طرح اگر کوئی قادریانی یہ دعویٰ کرے کہ نبوت جاری ہے اور اس پر قرآن کریم کی آیتیں یا حدیثیں پڑھے، تو آپ غلام احمد کی کتاب نکال کر دکھادیں کہ اس نے لکھا ہے کہ: ہمارا عقیدہ ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے، ہر قسم کی نبوت ختم ہو گئی، اب کسی قسم کی کوئی نبوت نہیں، یہ نکرہ تحت انجی ہے، عموم کا فائدہ دیتا ہے، اب اس کے بعد یہ کہنا کہ مرزا فلاں قسم کا نبی نہیں ہے، ایسا ہے، ویسا نہیں ہے، سب فضول ہے، اس لئے کہ سوال یہ ہے کہ نبی ہے یا نہیں؟ کیونکہ مرزا تو کہتا ہے کہ میں مدعاً نبوت کو کافر سمجھتا ہوں، ملعون سمجھتا ہوں، دجال سمجھتا ہوں اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں، کافر، خارج از اسلام، اور ملعون یہ تینوں لفظ مرزا کے

ہیں، ان سے کبوکہ مرزا صاحب نے جب یہ عقیدہ بتایا ہے کہ مدعاً نبوت کافر، ملعون اور دجال اور خارج از اسلام ہے تو آپ اس عقیدہ کو کیوں پیش کر رہے ہیں؟ آیا یہ اسلام کا عقیدہ ہے یا اسلام کے خلاف؟ اگر اسلام کا عقیدہ ہے، تو مرزا صاحب نے یہ لکھا تھا، تو کیا اس نے اسلام کے خلاف لکھا تھا؟

ہربات کا جواب مرزا قادیانی کی کتب سے:

خیر میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے ختم نبوت کے حوالہ دینے کے بجائے سب سے کامیاب طریقہ یہ ہوگا کہ آپ مرزا غلام احمد کی کتابوں سے مرزاً عقائد اور شکوک و شبہات کا توڑ کریں، کچھ آپ خود مطالعہ کریں، اور کچھ اساتذہ آپ کو بتاویں گے، انشا اللہ اس طرح کام چل نکلے گا۔

ان تہبیدی الفاظ کے بعد میں آپ حضرات سے سوال کرنا چاہوں گا کہ کیا کبھی کسی کو کسی قادیانی مولوی، غیر مولوی یا عام آدمی سے بات کرنے کی نوبت آئی ہے؟ اگر آئی ہے تو کس مسئلہ پر؟

قادیانیوں کو صرف ایک مسئلہ آتا ہے:

اگر کسی کو اس کی نوبت آئی ہوگی تو اس کو معلوم ہوگا کہ عموماً قادیانی حیات و نزول عیسیٰ کے مسئلہ ہی پر بات کرتے ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

”مرزاً یا نوں اگو ای مسئلہ آندہ اے کہ عیسیٰ مر گیا،

تے مینوں وی اگو ای مسئلہ آندہ اے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ نے۔“

یعنی قادیانیوں کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں، اور

مجھے بھی ایک ہی مسئلہ آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ آسمان پر کہاں سے کھاتے، پیتے ہیں؟

سوال:....قادیانی کہتے ہیں کہ: جی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اتنا عرصہ سے آسمان پر زندہ رہ رہے ہیں تو وہاں وہ کیا کھاتے ہیں؟ کیا پینتے ہیں؟ اور اب تو وہ بوڑھے ہو گئے ہوں گے، تو اب اس بوڑھے آدمی کے زمین پر آنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ یہ نیا مسح آگیا ہے اس کو مان لو۔

جواب:....آپ تو مولوی صاحبان ہیں، ان کے ساتھ تو باقی کرتے رہتے ہوں گے، یا اپنے پاس سے ہی یہ سوال بنالیا ہوگا؟ چلنے یہ مرزا یہوں ٹا شہر ہی سکی، میں اس کا جواب دیئے دیتا ہوں:

دینِ اسلام کے عقیدے پکے ہیں:

یہ بات یاد رکھو! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ دینِ اسلام کے عقیدے پکے ہیں، جیسا کہ آفتاب کے سامنے بھی بھی بادل آجائیں تو وہ چھپ جاتا ہے، اسی طرح بھی سورج کو گرہن لگ جائے تو وہ چھپ جاتا ہے، اسی طرح بھی چاند گرہن ہو جائے تو کہتے ہیں کہ زمین درمیان میں آ جاتی ہے، یا کہتے ہیں کہ چاند، سورج اور زمین کے درمیان آ جاتا ہے، تو پھر گویا اس کی موت آگئی اور وہ بے نور ہو گیا اور چھپ گیا۔

اہلِ باطل اسلام کے سورج کو شبہات کے بادل میں

چھپانا چاہتے ہیں:

شیک اسی طرح جتنے بھی اہلِ باطل ہیں وہ جب بھی کوئی شبہ کریں گے، اہل باطل خواہ مرزا ہوں یا چکڑالوی، منکرینِ حدیث ہوں یا راضی، ناصی ہوں یا عیسائی،

یہ سارے کے سارے حق کو اپنے شہادت کے گرد و غبار اور بادل سے چھپانا چاہتے ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ ان کا مقصود حق کو پچھانا نہیں، بلکہ حق کو چھپانا اور متوجه کرنا ہے۔

مرزا یوں کے واہیات سوالات:

یہ جو مولانا صاحب نے ذکر کیا کہ مرزا آئی ایسا کہتے ہیں، واقعی مرزا آئی ایسا کہتے ہوں گے، کبھی تو وہ یوں کہتے ہیں کہ: عیسیٰ علیہ السلام کیوں چلے گئے؟ کیا زمین پر ان کی روح کے لئے سونے کی کوئی جگہ نہیں تھی؟ کبھی وہ کہتے ہیں کہ: وہاں وہ کھاتے کیا ہوں گے؟ پیتے کیا ہوں گے؟ - نعوذ باللہ۔ بگتے کہاں ہوں گے؟ موت تھے کہاں ہوں گے؟

ہمارے یہاں کراچی میں مرزا یوں کا ایک دفتر ہے، ایک بار میں وہاں چلا گیا، میں نے وہاں موجود ان کے مرتبی سے کہا کہ: بھائی ہماری باتیں بھی سن لو! وہ بیٹھ گئے، بات تو بُلی ہے، بہر حال قصہ مختصر ان میں ایک بڑا کڑیل نوجوان بھی تھا، میرے خیال میں وہ سائز ہے چھٹ کا ہوگا، وہاں موجود لوگوں میں سب سے لمبا تھا، اور اپنے ڈیل ڈول کا آدمی تھا، اس کا چہرہ بھی بالکل سفید تھا، غالباً سیالکوٹ کا پنجابی تھا، کہنے لگا: "میں من لوں گا، مینوں اے دسو کہ عیسیٰ مُثیٰ کتھے کر دے نے؟" (میں تمہاری بات مان لوں گا کہ عیسیٰ زندہ ہیں، مگر مجھے یہ بتلوا کہ عیسیٰ مُثیٰ کہاں کرتے ہیں؟) کبھی کہتے ہیں کہ: کارخانہ کون سا ہے جہاں سے ان کے کپڑے بن کر آتے ہیں؟

حضرت عیسیٰ آسمان پر خود نہیں گئے:

ان کا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کیسے چلے گئے؟ ان سے کہو کہ: ناں بھائی! ہم اس کے قائل ہی نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام چلے گئے، اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ چھلانگ مار کے آجائیں گے، ہم تو اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ

ان کو لے گیا اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو نازل فرمائیں گے، ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کے کتنے افعال ایسے ہیں جن کی تم نے حکمتیں معلوم کر لی ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کی حکمت پوچھنے کی اجازت نہیں:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے کسی نے کسی مسئلہ کی علت سے متعلق پوچھا کہ یہ یوں کیوں ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ: تمہاری ناک آگے لگی ہے، پیچھے کے پیچھے کیوں نہیں لگی؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی اس میں حکمت ہے بلکہ بے شمار حکمتیں ہیں، اسی طرح سر پر بال اگائے ہیں، چہرے کو صاف رکھا ہے، اور داڑھی مردوں کو دی ہے عورتوں کو نہیں دی، اللہ تعالیٰ کے ہر تجھیقی فعل میں یا تشریعی فعل میں حکمت ہے، ہر تکونی کام میں حکمت ہے، میں اس حکمت کا انکار نہیں کرتا۔

سوال یہ ہے کہ کیا بندوں کو پوچھنے کا حق ہے کہ اللہ نے ایسا کیوں کیا؟ مرا زائیوں کا یہ شبہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کیسے چلے گئے؟ یہ ہمارا دعویٰ ہی نہیں، ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ لے گئے، کیونکہ ارشادِ الہی ہے: «بَلْ رَفَعَ اللَّهُ إِلَيْهِ» (بلکہ اللہ نے اٹھالیا ہے ان کو اپنی طرف) اب فرمائیے کہ جب اللہ نے اٹھایا ہے تو اللہ سے جا کے پوچھو، کیونکہ قرآن میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا، پھر ہم سے کیوں پوچھتے ہو؟ عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں پوچھتے ہو؟ اللہ سے پوچھو کہ اس نے درمیان سے رکاوٹیں کیسے دور کر دیں؟ یہ سب واهیات باتیں ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کو لے جانے کی طاقت ہے، تو لے گیا!

ہاں! البتہ ہم مرا زائیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو لے جانے کی طاقت ہے یا نہیں؟ اگر مرا زائی کہیں کہ طاقت ہے، تو کہو بس ٹھیک ہے، اللہ نے کہہ دیا کہ مجھے طاقت ہے میں لے گیا، اس نے کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ: «وَكَانَ

اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» (اللَّهُ تَعَالَى زِبْرُوْسْتِ ہے، اور حکمَتِ وَالا ہے) وہ دیکھتا ہے، کیوں لے گیا؟ اس کی حکمت ہو گی، ہمیں کیا معلوم؟ بس ہمیں تو اس نے یہ کہہ دیا کہ یہ معاملہ یوں ہوا ہے اور تم اس کا عقیدہ رکھو۔

اہل جنت کے کپڑے کہاں سے آتے ہیں؟

اب رہا یہ کہ وہاں وہ کپڑے کہاں سے پہننے ہیں؟ مرزا یوں سے پوچھو کر اہل جنت کہاں سے کپڑے پہنیں گے؟ کیا وہاں نواز شریف کی نیکشاں لگی ہوئی ہے؟

اہل جنت بھی ٹھی کریں گے؟

اب نیری بات کو سمجھو! قادریانی شبہ کرتے ہیں کہ وہ ٹھی کہاں کرتے ہیں؟... نعوذ باللہ... ان سے پوچھو کیا جنتی بھی ٹھی کریں گے؟

انبیاء کرام اہل جنت کی صفت پر:

ترجمان اللہ میں حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں رہتے ہوئے اہل جنت کی صفت پر ہوتے ہیں، وہ عبدیت کی بنائ پر کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں، قضاۓ حاجت بھی فرماتے ہیں، اور جب اللہ کو منظور ہو تو صوم و صال بھی رکھتے ہیں، یہ تو انبیاء کرام ہیں۔

جب ادنیٰ امتیوں کا یہ حال ہے تو...:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کا حال یہ ہے کہ چالیس چالیس دن کا مراقبہ کیا، نہ کچھ کھایا، نہ پیا، نہ پیشتاب کیا، نہ کوئی قضاۓ حاجت کی، جب ادنیٰ امتیوں کو یہ شرف حاصل ہو سکتا ہے، تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کرنے کا کیا مطلب؟

دجال کے زمانہ میں مسلمانوں کی خوراک:

دجال کے زمانے کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے، جنہوں نے حدیث پڑھی ہے ان کو معلوم ہوگا کہ حضرت اسما بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی

فَذَكَرَ الدِّجَالَ فَقَالَ: أَنْ بَيْنَ يَدِيهِ ثُلَاثَ سَنِينَ، سَنَةٌ
 تَمْسِكُ السَّمَاوَاتِ فِيهَا ثُلَاثَ قُطْرَاهَا وَالْأَرْضِ ثُلَاثَ نَبَاتَهَا،
 وَالثَّانِيَةُ تَمْسِكُ السَّمَاوَاتِ ثُلَاثَ قُطْرَاهَا وَالْأَرْضِ ثُلَاثَ
 نَبَاتَهَا، وَالثَّالِثَةُ تَمْسِكُ السَّمَاوَاتِ قُطْرَاهَا كَلْهَا وَالْأَرْضِ
 نَبَاتَهَا كَلْهَا، فَلَا يَقِنُ ذَاتُ ظَلْفٍ وَلَا ذَاتُ ضَرْسٍ مِّن
 الْبَهَائِمِ الْأَهْلَكَ، أَنْ مَنْ أَشَدَ فَتْنَتَهُ أَنَّهُ يَأْتِي الْأَعْرَابِيَّ
 فَيَقُولُ: أَرَأَيْتَ أَنْ أَحْيِيَ لَكَ أَبْلَكَ الْسَّتْرَ تَعْلَمُ أَنَّهُ
 رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: بَلَى! فَيَمْثُلُ لَهُ الشَّيْطَانُ نَحْوَ أَبْلَكِ
 كَأَحْسَنِ مَا يَكُونُ ضَرَوْعًا وَأَعْظَمُهُ أَسْنَمًا، قَالَ: وَيَأْتِي
 الرَّجُلُ قَدْ مَاتَ أَخْوَهُ وَمَاتَ أَبُوهُ فَيَقُولُ: أَرَأَيْتَ أَنْ
 أَحْيِيَ لَكَ أَبَاكَ وَأَخَاكَ الْسَّتْرَ تَعْلَمُ أَنِّي رَبُّكَ؟
 فَيَقُولُ: بَلَى! فَيَمْثُلُ لَهُ الشَّيَاطِينُ نَحْوَ أَبِيهِ وَنَحْوَ أَخِيهِ.
 قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ
 ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِي اهْتِمَامٍ وَغَمٍّ مَمَّا حَدَّثَهُمْ. قَالَتْ:
 فَأَخْذَ بِلَحْمِتِي الْبَابِ فَقَالَ: مَهْيَمُ اسْمَاءً! قَلَتْ: يَا رَسُولَ
 اللَّهِ! لَقَدْ خَلَعْتَ افْئَدَتْنَا بِذِكْرِ الدِّجَالِ. قَالَ: أَنْ يَخْرُجَ
 وَأَنْسَاحَ فَانِي حَجِيجَهُ وَالْفَانِي رَبِّي خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ

مؤمن. فقلت: يا رسول الله! والله انا لنungen عجينا فما
نخبره حتى نجوع، فكيف بالمؤمنين يومئذ؟ قال:
يُجزيهم ما يجزى أهل السماء من المستحب
والتقديس.“ (مشكوة ص: ۲۷۷)

ترجمہ:... ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر
تشریف فرماتھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا،
اور فرمایا کہ: اس کے ظہور سے پہلے تین قحط بڑیں گے، ایک سال
آسمان کی ایک تہائی بارش رُک جائے گی، اور زمین کی پیداوار
بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی۔ دوسرے سال آسمان کی دو حصے
بارش رُک جائے گی اور زمین کی پیداوار دو حصے کم ہو جائے گی۔
اور تیسرا سال آسمان سے بارش بالکل نہ برے گی اور زمین کی
پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی، حتیٰ کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھر
والے ہوں یا واڑہ سے کھانے والے، سب ہلاک ہو جائیں
گے، اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہو گا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے
پاس آ کر کہے گا: اگر میں تیرے اونٹ کو زندہ کر دوں تو کیا اس
کے بعد بھی تجھ کو یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رتب ہوں؟ وہ
کہے گا: ضرور! اس کے بعد شیطان اس کے اونٹ کی سی شکل بن
کر اس کے سامنے آئے گا، جیسے اچھے تھن اور بڑے کوہاں والے
اونٹ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور شخص کے پاس آئے
گا، جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہو گا، اور اس سے آ کر کہے
گا: بتلا! اگر میں تیرے باپ و بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا تجھے پھر
بھی یقین نہ آئے گا مگر میں تیرا رتب ہوں؟ وہ کہے گا: کیوں

نہیں! پس اس کے بعد شیطان اس کے باپ اور بھائی کی صورت ہنا کر آجائے گا۔ حضرت اسماً کہتی ہیں کہ: یہ بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے لئے باہر تشریف لے گئے، اس کے بعد لوٹ کر دیکھا کہ لوگ آپ کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر و غم میں پڑے ہوئے تھے۔ حضرت اسماً کہتی ہیں کہ: آپ نے دروازے کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا: اسماً کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا، ورنہ میرے بعد ہر مؤمن کا نگہبان میرا رہتا ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھ کر رکھتے ہیں اور اس کے پکنے میں دیر ہو جاتی ہے تو بھوک سے بے تاب ہو جاتے ہیں، تو اس وقت کے مسلمانوں کی کیا حالت ہوگی جبکہ اتنا قحط اور سختی ہوگی؟ فرمایا: ان کو وہی چیز کافی ہوگی جو ملائکہ کو کافی ہو جاتی ہے یعنی تسبیح و تقدیس۔“

حق تعالیٰ شانہ جب اپنے بندوں کو اس زمین پر رکھتے ہوئے بھی تسبیح و تہليل کے ذریعے زندہ رکھ سکتے ہیں تو آسمان کی تو بات ہی کیا ہے؟ تو یہ شبہ کرنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں سے کھاتے ہیں؟ - نعوذ باللہ۔ کہاں پیشاب کرتے ہیں؟ کپڑے کہاں سے پہنچتے ہیں؟ لغویات میں سے ہے۔

پیر فرتوت والے شبہ کا جواب:

اب رہی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام... نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ... غلام

امحمد قادریانی دجال کے بقول پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے ... یہ اس کے الفاظ ہیں ...
کھوست بدھا، جو کسی کام کا نہ رہے، کیونکہ جب سو سال کی عمر ہو جائے تو بابا جی کا سر
بلنے لگتا ہے، آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا، ہاتھ کام نہیں کرتے، پاؤں کام نہیں کرتے،
معدہ کام نہیں کرتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو دو ہزار سال ہو گئے ہیں، وہ کس قدر
بوڑھے ہو گئے ہوں گے؟

آسمان کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے:

جواب:... خوب یاد رکھو کہ: "إِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ مَائِةٍ مَّا تَعْدُونَ۔" (تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تمہارے یہاں کے ایک ہزار سال کے
برابر ہوگا)۔ چونکہ اب ۱۹۹۶ء چل رہا ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
پیدائش کو انیس سو چھانواں سال شروع ہوا ہے، کیونکہ یہ میلادی سن کہلاتا ہے،
پیدائش کے چالیس سال بعد ان کو نبوت عطا کی گئی، چالیس سال وہ زمین پر رہے،
دعوت دیتے رہے، چالیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھایا، قرب
قیامت میں جب دجال نکلے گا، تو وہ حکمِ الہی زمین پر تشریف لا کیں گے، اور چالیس
سال تک وہ پھر زمین پر رہیں گے، ان کی کل عمر ایک سو بیس سال ہو گی، چنانچہ
متدرک حاکم میں ہے کہ: آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی ہو گی۔

ہر مقام کے پیانا جدا ہیں:

رہا وہ زمانہ جو ان کا آسمان پر گزر رہے یا گزر رہا ہے، اس کے بارہ میں
عرض ہے کہ یہ اصول یاد رکھیں کہ جہاں آدمی موجود ہوتا ہے اس کے لئے وہاں کے
پیانا چلتے ہیں، دوسری جگہ کا پیانا وہاں نہیں چلتا، تو چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
آسمان پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک دن تمہارے رب کے پاس تمہارے
ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

حضرت عیسیٰ کو آسمان پر گئے دو دن نہیں ہوئے!

تو ان کو ابھی تک پورے دو دن بھی نہیں ہوئے، کیونکہ سن دو ہزار میں ان کی ولادت کو دو ہزار سال پورے ہو جائیں گے نہ کہ رفع الی السماء کو، کیونکہ رفع حُو ان کی ولادت کے اتنی سال بعد ہوا ہے، ہاں! جب دو ہزار اتنی میلادی ہوگا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر شریف جو آسمان پر گزر رہی ہے، وہ دو دن کی پوری ہو جائے گی۔

بھلا بتلواد کہ میں یہاں (چنان نگر میں) دو دن کے لئے آیا ہوں، کیا میرے پیچھے میری پیوی کو نکاح کر لینا چاہئے؟ کہ مولوی صاحب تو فارغ ہو گئے اور مفقود اخیر ہو گئے، کیا وہ عدالت میں بیان دے دے کہ ان کا کچھ پتہ نہیں چل رہا؟

غلام احمد کی حماقت!

غلام احمد قادریانی کی حماقت یہ ہے کہ ایک آدمی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جس کے غائب ہوئے صرف دو دن ہوئے بلکہ دو دن بھی پورے نہیں ہوئے، کیونکہ دوسرا دن ابھی تک گزر رہا ہے، پھر غائب ہونے والے کا پتہ اور نشان بھی بتا دیا گیا ہے کہ وہ فلاں جگہ موجود ہے، مگر اس نے عوام کی عدالت میں یہ مقدمہ دائر کر دیا کہ وہ لاپتہ ہے، بلکہ مر گیا ہے، طرفہ تماشا یہ کہ چند گدھوں نے تصدیق بھی کر دی کہ ہاں جی مر گئے، اس نے کہا کہ اب گدی خالی ہے، لہذا مجھے بٹھاؤ، سمجھے بھائی!

قادیانی احباب سے کہو کہ جب تم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بات کرتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی جائے قیام کے پیانے سے ناپا، نہ کہ اپنے پیانے سے۔

آسمان کی آب و ہوا کی خاصیت:

بھائی! پنجاب کی آب و ہوا اور ہے، کراچی کی اور ہے، فرنگیز کی اور ہے، اور بلوچستان کی اور! جہاں آدمی موجود ہوتا ہے، وہاں کی آب و ہوا کا اعتبار ہوتا ہے، کسی

جگہ کے لوگوں کی عمریں کم ہوتی ہیں اور کسی جگہ والوں کی زیادہ ہوتی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وہاں رہ رہے ہیں، جہاں کسی کے مرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جب وہ یہاں آئیں گے تو میریں گے۔ وہاں تو جرأتیں و میکائیں رہتے ہیں۔

ارواح کا مستقر آسمان ہے، اور آپ رُوح اللہ ہیں:

اور ارواح کا آسمان پر جانا تو مرزانیوں کو بھی مسلم ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے ”روح اللہ“ یعنی اللہ کی روح، یوں تو ساری کی ساری روحیں اللہ ہی کی ہوتی ہیں، لیکن ایک خاص مجذہ نہ طریقے سے اللہ تعالیٰ نے ان کی روح بھیجی تھی، اس لئے ان کا لقب ہی روح ہو گیا، گویا ان کا جسم تابع ہے ان کی روح کے، اس لئے ان کو یہ لقب دیا گیا ہے، جب قرآن کہتا ہے کہ وہ روح اللہ ہیں، اور تمام دنیا بھی مانتی ہے کہ وہ روح اللہ ہیں، اور پوری دنیا یہ بھی مانتی ہے کہ روحیں آسمان پر جاتی ہیں، تو جب وہ روح ہیں، تو ان کے آسمان پر جانے پر تعجب کیوں ہو؟ ہاں! اگر وہ آسمان پر نہ جاتے تو تعجب ہوتا کہ اللہ نے ان کو روح کیوں کہا تھا؟ ارواح کو تو آسمان پر جانا چاہئے۔

حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہنے کی کوئی تو حکمت ہوگی؟

بڑے بڑے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں مسیحیوں ہوئے ہیں، خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بہت سے افضل انبیاء ہوئے ہیں، مثلاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء کی جماعت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی مقتداً ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی شریعت پر عمل کرتے تھے، ظاہر ہے وہ افضل ہوئے، اسی طرح ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے افضل ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

بے شمار فضائل بیان کئے، لیکن کسی کو روح اللہ نہیں کہا، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا تو کوئی معنی تو تھے؟ تو ان پر روح کے احکام جاری ہونے چاہئے نا! پھر جب سب روحیں آسمان پر جاتی ہیں اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر چلے گئے، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟

دیر تک زندہ رہنا افضل ہونے کی دلیل نہیں:

ایک اور شبہ! جب میں نے افضل کا ذکر کیا، اس پر بھی مرزاں ایک شبہ کیا کرتے ہیں، اور غلام احمد قادریانی دجال نے بھی اپنی مختلف کتابوں میں اس شبہ کو اتنا پھیلا پھیلا کے رنگ آمیزی کی اور اس کو ایسا مرچ مسالہ لگا کر پیش کیا ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:

”وَيَكْحُونَ لَوْغُونَ كُوشِمْ بَحْنِينَ آتِيَ كَه حَضُورُتُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَوْتُ زَنْدَهَ آسَمَانَ پَرْ مَانْتَهِيَ ہِیَنَ، اور رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَه بَارَهَ مَیِّنَ كَہتَهِيَ ہِیَنَ كَوْدَهَ مَرَگَنَهَ، حَالَانَکَه زَنْدَهَ رَهَنَا تَوْ حَضُورُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْلَأَقَنَ تَهَا۔“

آج مرزا طاہر بھی یہی بات کہتا ہے، یعنی اپنے دادے کی بات دھراتا ہے۔
الزادی جواب: ... ہم کہتے ہیں کہ مرزا طاہر کو بالکل شرم نہیں آتی کہ وہ اپنے آپ کو تو زندہ کہتا ہے، اور غلام احمد کے بارہ میں کہتا ہے کہ وہ مر گئے، اس کو بالکل شرم نہیں آتی، حالانکہ مرزا غلام احمد اس کے عقیدے کے مطابق اس سے بڑا (دجال) تھا، تو اس کو زندہ رہنا چاہئے تھا، کیوں بھائی! غلط کہہ رہا ہوں یا صحیح کہہ رہا ہوں؟

وہ کہتا ہے کہ عیسیٰ تو آسمان پر چلے گئے، اور آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زیرِ زمینِ مدفون ہیں؟

اس پر میں مرزا طاہر سے کہتا ہوں کہ تم ہوائی جہاز پر جاتے ہو اور مرزا غلام احمد تخت العرشی میں دوزخ کے آخری طبقوں میں محفوظ ہے، آخر کیوں؟ خیر یہ تو ان کا الزامی جواب ہوا۔

تحقیقی جواب: ... یہ ہے کہ کسی کا پہلے چلا جانا، فوت ہو جانا اور کسی کا بعد میں چلے جانا یا فوت ہو جانا، یہ افضلیت و مفضولیت کی کوئی دلیل نہیں ہے، کسی شخص کا اونچی جگہ ہونا اور کسی کا نیچے ہونا یہ بھی افضلیت اور مفضولیت کی علامت نہیں ہے۔

ہمارا عقیدہ:

اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمایا اور اس وقت جہاں آپ تشریف فرمائیں آپ کے آستانہ عالی پر ساری کائنات گردش کر رہی ہے، بلکہ خود حضرت عیینی علیہ السلام جس آسمان پر بیٹھے ہیں، وہ آسمان بھی آپ کے روضہ کے اردو گرد طواف کر رہا ہے۔

کیا ابو بکرؓ حضورؐ سے افضل تھے؟

اسی طرح قادیانیوں سے کوئی پوچھئے کہ اگر کسی کا دیری تک زندہ رہنا افضلیت کی وسیل ہے، تو وہ اس سوال کا کیا جواب دیں گے کہ آخر پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو گئے تھے، مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دو سال کچھ ماہ بعد بھی زندہ رہے اور بعد میں فوت ہوئے؟ اگر ان کے اس اصول کو مان لیا جائے تو کیا نہ عز باللہ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپؐ سے افضل ہو گئے؟ حالانکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی پہلے پیدا ہوا، دوسرا اس کے بعد پیدا ہوا، مگر جو بعد میں پیدا ہوا، وہ اللہ کے پاس پہلے چلا گیا اور فوت ہو گیا، اور جو پہلے پیدا ہوا تھا وہ بعد تک زندہ رہا۔

شاہ ولی اللہؐ کے صاحبزادگان کی ترتیب وفات:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے، شاہ

عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقدار اور شاہ عبدالغنی، یہ ان کی ترتیب ولادت ہے، جبکہ ان کی ترتیب وفات اس کے بالکل برعکس ہے، چنانچہ سب سے پہلے شاہ عبدالغنی گئے، ان کے بعد شاہ عبدالقدار، ان کے بعد شاہ رفیع الدین اور سب سے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سب سے آخر میں گئے۔

جس طرح پانچ نمازوں اور تعدادِ رکعات کا انکار کفر ہے،

ایسے ہی نزولِ مسیح کا:

شبہ:...قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے نزول کا بصرتؐ ذکر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کہاں ہے؟

جواب:...ان سے پوچھو کہ قرآن کریم میں پانچ نمازوں کا بصرتؐ ذکر ہے یا نہیں؟ پھر ان پانچ نمازوں کی تعدادِ رکعات، مثلاً: فجر کی دو، ظہر، عصر اور عشا کی چار، چار اور مغرب کی تین رکعیتیں ہیں، سوال یہ ہے کہ اس کا ذکر قرآن کریم میں بصرتؐ ہے...؟ اگر قرآن کریم میں ذکر نہیں تو کیا اس کا انکار کرنا جائز ہوگا؟ کیوں یہ عقیدہ اور ایمان ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک جس پوری کی پوری امت، جس نے قرآن نقل کیا ہے، وہی پوری کی پوری امت، پانچ نمازوں کو اور ان کی رکعات کو بھی نقل کرتی چلی آرہی ہے، نھیک ہے نا! اگر اس عقیدہ میں امت پر اعتناد نہیں، تو کیا قرآن نقل کرنے میں امت پر اعتناد ہے؟

ایک گواہ ایک بات میں سچا ہے تو دوسری میں جھوٹا کیوں؟

اصول کی بات ہے کہ اگر ایک گواہ آکر دو باتیں کہتا ہے، اس کی ایک بات میں تو تم کہتے ہو کہ سچا ہے، اور دوسری میں کہتے ہو کہ جھوٹا ہے، سوال یہ ہے کہ ایک میں سچا ہے تو کیوں؟ اور دوسری میں جھوٹا ہے تو کیوں؟

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی تصریح بھی ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح قرآن کریم میں پانچ نمازوں کی تصریح ہے، یعنی دو رکعت فجر اور چار رکعت ظہر، عصر و عشا، اور تین رکعت مغرب کی تصریح ہے، کیونکہ قرآن میں ہے:

”وَمَا أَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَخَدُودُهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَإِنْتُمْ هُوَا۔“
(الحضر: ۵۹)

ترجمہ:... ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز دے دیں لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رُک جاؤ!“

تو جس طرح ہم پانچ نمازوں کے اوقات اور تعداد رکعات کو ارشاد الہی: ”وَمَا أَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَخَدُودُهُ“ کے پیش نظر تصریح قرآنی سمجھتے ہیں، ٹھیک اسی طرح حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو بھی تصریح قرآنی مانتے ہیں۔

نزولِ مسیح کی تصریح موجود ہے، مگر چشم نبوت چاہئے!

تیرے عنوان سے یوں کہو:... ایک ہی بات ہے جو مختلف عنوانوں سے ذکر کر رہا ہو:... کہ قرآن کریم میں اس کی تصریح موجود ہے، لیکن اس کو دیکھنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم نبوت چاہئے! اور جو شخص اس نورِ نبوت سے آندھا ہو گیا ہو، ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم اس کو کچھ بھی نہیں دکھاسکتے!

نہنے سے بیچ میں بر گد کا درخت موجود ہے:

میں نے ایک موقع پر کہا تھا کہ: یہ جو ہمارے ہاں بر گد یعنی بڑا درخت ہوتا ہے اور جس کو پنجابی میں ”بوجھ“ کہتے ہیں، اس بر گد کے درخت پر، بطور شیرہ اور پھل کے، نہنی نہنی سی گولیاں لگتی ہیں اور ان کے اندر نہنے نہنے سے دانے ہوتے ہیں، دراصل انہی دانوں میں سے ایک دانہ اس بر گد یعنی بوجھ کے درخت کا بیچ ہوتا ہے،

دیکھو! شیخ اتنا چھوٹا سا ہے اور درخت اتنا بڑا ہے، قدرتِ الٰہی کا کرشمہ دیکھو کہ خالق کائنات نے برگد کا پورا درخت اس شیخ کے اندر رکھا ہوا ہے، لیکن نظر نہیں آتا، ہاں! جن کو جسم بصیرت حاصل ہوتی ہے ان کو نظر آتا ہے کہ اس برگد کے شیخ میں برگد کا اتنا بڑا درخت سایا ہوا ہے۔

کیا کوئی اپنے جسم میں اپنی اولاد کا وجود دکھا سکتا ہے؟

سنوا! تم میں سے کچھ شادی شدہ بھی ہوں گے، بھائی! ہے تو ”غیر پاریہمانی“ (غیر موزوں) بات، مگر کیا کوئی اپنے جسم میں اپنی اولاد کی موجودگی تصریح دکھا سکتا ہے؟

کیا انسانی ماڈہ کے کسی جرثومہ میں موجود انسان کو دکھایا جاسکتا ہے؟

چلو تمہیں دوسری طرف لے چلیں: وہ یہ کہ تم کس چیز سے پیدا ہوئے تھے؟ پانی کے ایک قطرے سے! سائنس، جدید اطباء اور ڈاکٹروں کی تحقیق یہ ہے کہ اس قطرہ پانی کے اندر ہزاروں جرثومے موجود ہوتے ہیں، اور ایک ایک جرثومہ انسان کا شیخ ہے، قدرت ایسا کرتی ہے کہ جب یہ ماڈہ رحم میں جاتا ہے تو صرف ایک جرثومہ کو لے کر باقی سب کو تلف کر دیتی ہے، یاد کو لیتی ہے تو دو جڑواں بنچے پیدا ہو جاتے ہیں، اور کبھی اس سے بھی زیادہ جیسا کہ اخبار میں آیا تھا کہ ایک عورت کے گیارہ جڑواں بنچے پیدا ہوئے تھے، اور اگر اللہ چاہیں تو بے شمار بھی ہو سکتے ہیں، لیکن کیا کیا جائے، ماں کا پیٹ اس کا تحمل کیسے کرے؟ یہ فطرت کا ایک نظام ہے کہ ان میں سے ہر جرثومہ مکمل آدمی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اب اگر کسی جرثومہ کی طرف اشارہ کر کے ہم سے کہو کہ تم تصریح دکھاؤ کہ اس کے اندر انسان موجود ہے؟ سوال یہ ہے کہ ہم کیسے دکھائیں گے تمہیں؟

قادیانیوں کو احکام کی تصریح کہاں نظر آئے گی؟

بھائی! تمہیں قرآن تو پڑھنا آتا نہیں! تو تمہیں قرآن کے اندر تصریح کیسے دکھائیں؟ ارے میاں! تم تو قرآن ہی صحیح نہیں پڑھ سکتے تو تمہیں احکام کی تصریح کہاں نظر آئے گی؟ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو پورا دین اسلام، جتنا کا جتنا ہے، اس کے اصول و فروع سارے کے سارے قرآن کریم کے شیع کے اندر موجود ہیں، یہ مسئلہ میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ تمہیں منکرین حدیث سے بھی واسطہ پڑتا ہوگا اور درحقیقت یہ لوگ بھی منکرین حدیث ہیں۔

رفع و نزول عیسیٰ کا ذکر قرآن میں:

اب سنو! قرآن کی سورہ نسا کی آیت: ۱۵۷، ۱۵۸ آپ نے پڑھی ہوگی اور حضرات اساتذہ اور علمائے کرام نے بتایا ہوگا، جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا بصریح ذکر موجود ہے:

”وَقُولُهُمْ إِنَّا قَسْلَنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ
رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلِكُنْ شَهَدُهُمْ، وَإِنَّ
الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ، مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا
اتِّبَاعُ الظَّنِّ، وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا، بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ
غَرِيْزًا حَكِيْمًا.“ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ:...”اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا شع مریم کے بیٹے کو رسول تھا اللہ کا، اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سوی پر چڑھایا، ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے، اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شہبہ میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف انہیں پڑھیں

رہے ہیں، اور اس کو قتل نہیں کیا، بے شک، بلکہ ان کو اٹھالیا اللہ
نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا۔“

(ترجمہ حضرت شیخ البند)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہودی ملعون ہوئے اپنے اس قول کی بنا پر کہ
ہم نے قتل کر دیا مسیح ابن مریم، اللہ کے رسول کو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: نہ ان کو قتل
کیا، نہ ان کو صلیب کیا، لیکن ان کو انتباہ ہو گیا، اور جو لوگ کہ اس معاملہ میں شک و
ترزوں میں ہیں اور اس میں اختلاف کر رہے ہیں، وہ حقیقت میں شک اور ترزوں میں
ہیں، ان میں سے کسی کے پاس بھی قطعی علم نہیں، قطعی علم تو اللہ کے پاس ہے اور وہ
تمہیں بتاتا ہے، اور وہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قطعاً
قتل نہیں کیا، یقیناً قتل نہیں کیا، یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا، سوال
پیدا ہوا کہ پھر ہوا کیا؟ اس کا جواب یوں دیا گیا: بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔

”کیا اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے؟“ کا جواب:

جیج میں ایک مسئلہ اور بھی سن لو! وہ یہ کہ ابھی تین چار دن پہلے ایک صاحب
مجھ سے بات کر رہے تھے کہ مرزائی کہتے ہیں: اللہ آسمان پر رہتا ہے، اللہ نے عیسیٰ علیہ
السلام کو اپنی طرف اٹھالیا، کیا اللہ آسمان پر بیٹھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں آسمان پر بیٹھا
ہے! کیونکہ قرآن کہتا ہے، پھر میں نے کہا: سورہ ملک پڑھتے ہو؟ اس میں اس کا
تذکرہ ہے، چنانچہ سورہ ملک کا دوسرا کوئی یہاں سے شروع ہوتا ہے:

”هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي
مَا أَنْكِبَهَا وَكُلُوا مِنْ رَزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔ إِمْتَنُّمْ مَنْ فِي
السَّمَاءِ أَنْ يَخْيِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ۔“

(الملک: ۱۴، ۱۵)

ترجمہ:...”وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پرست، اب چلو پھر واس کے کندھوں پر اور کھاؤ کچھ اس کی دی ہوئی روزی اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے۔ کیا تم نذر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے، اس سے کہ دھنادے تم کو زمین میں، پھر تب ہی وہ لرزے لگے۔“ (ترجمہ حضرت شیخ النبڈ) اس کے بعد اگلی آیت میں پھر فرمایا: ”أَمْ أَمْسِتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ“ (کیا تم نذر ہو گئے ہو اس ہستی سے جو آسمان میں ہے؟)۔
یہاں ”سماء“ اور ”ارعن“ کا مقابلہ بھی کیا ہے، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، لہذا ہم نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں بیٹھا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

صفاتِ الہیہ اور عقیدہ اہل سنت والجماعت

ہاں! یہ بات یاد رکھو کہ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات آتی ہیں ان کے باوجود میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ: ”فَؤْمِنْ بِهِ وَلَا تُنْكِفَ“ یعنی ہم ان پر ایمان تو رکھتے ہیں، مگر ان کی کیفیت نہیں جانتے۔ لہذا ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآن نے کہا ہے: ”فِي السَّمَاءِ“ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، مگر یہ کہ وہ آسمان میں کیسے بیٹھا ہے؟ توبہ! توبہ! ہم نہیں جانتے، وہ اللہ کو معلوم ہے، ہمیں جتنی چیز کا پابند کیا گیا ہے ہم اس پر کار بند ہیں اور وہ یہ کہ: ”فِي السَّمَاءِ“ کہو!

خدا کی نسبت آسمان کی طرف، حدیث سے:

چنانچہ حدیث میں ہے:

”عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكْمَ الْسُّلْمَىِ ... قَالَ: وَكَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِي قَبْلًا أَحَدُ الْجَوَانِيَةِ،

فاطلعت ذات يوم فاذ الذئب قد ذهب بشاة عن غنمها
وانا رجل من بنى ادم اسف كاما يأسفون، لكنى
صككتها حسكة فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
فعظم ذلك علىي، قلت: يا رسول الله! أفلأ اعتقها؟ قال:
ائتنى بها، فأتيتها بها، فقال: اين الله؟ قالت: في السماء!
قال: من أنا؟ قالت: أنت رسول الله! قال: اعتقها فانها
مؤمنة.“

(صحیح مسلم ج: ۱ ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ابو داؤد، نسائي، مسند احمد، دارمي، طبراني)
ترجمہ:...”حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ..... میری ایک لوٹی اُحد پہاڑ اور جوانیہ کی
طرف بکریاں چڑایا کرتی تھی، ایک دن کیا ہوا کہ اس کے ریوڑ
میں سے بھیڑ یا ایک بکری اٹھا لے گیا، اور میں بھی انسان ہوں
اور انسانوں کی طرح مجھے بھی دکھ ہوتا ہے، لیکن میں میں نے اس کو
ایک زور دار تھپٹر مار دیا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا اور عرض کیا: کیا میں اسے آزاد نہ کروں؟ آپ نے
فرمایا: اُسے میرے پاس لاو! میں اُسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس لے گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اللہ
کہاں ہے؟ اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: آسمان
میں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: میں کون
ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں! تب آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کرو، بے شک یہ مؤمنہ ہے!“
جیسے چھوٹے بچے ہوتے ہیں نا! اور ہم ان چھوٹے بچوں کو آسمان کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ اللہ! بھلا بتلوا کہ کیا ہم اس وقت نیچے کی طرف اشارہ کیا کرتے ہیں یا اوپر کی طرف؟

”سماء“ علوٰ کا نام ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے علوٰ کی صفت ثابت ہے، لہذا تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، البتہ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین میں ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ ہے، اللہ تعالیٰ کی کوئی جگہ نہیں، وہ لامکان ہے۔

یعنی حضرت معاویہ بن حکم سلمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے فرمانے لگے کہ: یا رسول اللہ! میری لوٹڑی بکریاں چڑا رہی تھی، ایک بھیڑ یا آکر ایک بکری کو لے گیا، میں نے غصے میں آکر اس کے ایک چنانچہ مار دیا، اب اس کا کفارہ کیا ادا کروں؟ اور پھر خود ہی فرمایا: میں نے برا کیا، میں نے اچھا نہیں کیا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کرو! عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ذمہ ایک کفارہ بھی ہے، کیا میں اس کو اس کفارے میں آزاد کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میرے پاس لے آؤ! چنانچہ وہ لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹڑی سے پوچھا: ”این اللہ؟“ (اللہ کہاں ہے؟) اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا، زبان سے بھی نہیں بولی۔

پھر آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ: ”ومن أنا؟“ (میں کون ہوں؟) اس نے کہا: ”انت رسول الله!“ (آپ اللہ کے رسول ہیں!) آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أعْتَقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ!“ (اس کو آزاد کروئے کہ یہ مؤمنہ ہے)۔ اب دیکھئے وہ لوٹڑی اللہ تعالیٰ کے پارہ میں صرف آسمان کی طرف اشارہ کرنے سے مؤمنہ ہو گئی، کیا یہ اس کا ثبوت نہیں کہ آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کے قابل تھے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں؟ مگر افسوس کہ مرزائی، قرآن و سنت اور آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کی ہمیشہ اور ہر معاملہ میں مخالفت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، مرزاًی کتب کی تصریح: پھر مرزاًی کہتے ہیں کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کون سے آسمان پر چلے گئے تھے؟

جواب:... میں نے کہا کہ: جہاں سے غلام احمد کا بیٹا خدا بن کر یونچے نازل ہوا تھا، کیونکہ مرزاً اپنے بیٹے کے بارہ میں خود کہتا ہے: "مظہر الحق والغلاء کائناً اللہ نزل من السماء۔" (حقیقت الوحی ص: ۹۸، ۹۹)

تم جانتے ہو کہ "من" اور "الی" دونوں متقابل ہیں، چنانچہ "من" کا معنی ہے "سے" اور "الی" کا معنی ہے "تک" یعنی فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک۔

اب سنئے! کہ قرآن نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ آسمان میں ہے، اور خود مرزا کا الہام بھی خدا کو آسمان سے نازل کر رہا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ کا بیٹا بنا کر، اور مرزاًی بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں، چونکہ مرزاًیوں کا مرزاً کے الہاموں پر ایسا ہی ایمان ہے، جیسا کہ مسلمانوں کا قرآن پر ایمان ہے۔ نعوذ باللہ! استغفار اللہ!

"کائناً" اور گویا کی مرزاًی تعبیر کے تحت اگر خدا آسمان سے اتر کر غلام احمد کا بیٹا بن جائے تو کوئی حرج لازم نہیں آتا، اور مرزاًیوں کو اس کے ماننے میں کوئی اشکال نہیں ہوتا، اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے جائیں تو کہتے ہیں کہ: کہاں آسمان پر؟ انصاف تو کرو!

تمام مفسرین کی تصریح:

تو میں بات کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا، اور آیت پڑھی تھی: "بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" (اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا)۔ جتنے بھی مفسرین ہیں، ان کی تمام تفسیریں اٹھا کر دیکھو، ان میں ہے: "یعنی

الى السماء، محل ملکتھ و مقر ملکتھ و مقر الارواح، ومحل الملکة” یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان کی طرف اٹھایا جو ملائکہ اور ارواح کے ٹھہر نے کی جگہ ہے۔ رہا یہ سوال کہ کیسے اٹھایا اور کیوں اٹھایا؟ ”وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا“ اس لئے کہ اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

نزول و حیاتِ عیسیٰ کی قرآنی تصریح:

قرآن کریم میں قرب قیامت میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے:

”وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا.“ (النساء: ۱۵۹)

ترجمہ:...”اور جتنے بھی فرقے ہیں الٰی کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لا دیں گے اس کی موت سے پہلے، اور قیامت کے دن ہو گا ان پر گواہ۔“ (ترجمہ حضرت شیخ البہذ)

تو اس آیت میں بتایا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت اس وقت آئے گی جب سارے اہل کتاب موسمن ہو جائیں گے، گویا ان کے نزول کا وقت بھی بتادیا اور وہ چونکہ ابھی نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی زندہ ہیں۔

ایک سو بیس سال والی حدیث:

مرزاں ایک اور حدیث کے لفظ ”عاش“ سے وفاتِ عیسیٰ پر استدلال کیا کرتے ہیں، اس حدیث کی حقیقت سے متعلق عرض ہے کہ اگر کوئی مرزاں اس حدیث کو پیش کرے تو اس سے کہو کہ پوری حدیث پڑھے، اور وہ پوری حدیث یہ ہے کہ:

”اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا كَانَ بَعْدَهُ نَبِيًّا الا عَاشَ نَصْفَ

عُمُرُ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ، وَانْ عِيسَى بْنُ مُرِيْمَ عَاشَ عَشْرِينَ

ومائة سنة، وانى لا أراني الاً ذاهباً على رأس المستين.“

(کنز العمال ج: ۱۱ ص: ۲۷۹ حدیث: ۳۲۲۶۲)

ترجمہ:... ”ہر نبی کی عمر پہلے نبی سے آدمی ہوتی ہے،

اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ایک سو بیس سال جنے، تو میرا خیال ہے کہ میں سانحہ سال جیوں گا۔“

تو مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور وہ ایک سو بیس سال جنے۔

جواب:... قادیانیوں سے کہو کہ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا تذکرہ کہاں ہے؟ اس میں تو ان کی موت کا کوئی ذکر نہیں البتہ صرف اتنا ہے کہ ایک سو بیس سال کی ان کی زندگی ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں مرزانبی نہیں ہو سکتا:

تاہم اگر ان کو اس حدیث کے ظاہری سے استدلال کرنا ہے تو ان سے کہو کہ سب سے پہلی بات تو یہ کہ تم کہتے ہو کہ ہر نبی کی زندگی پہلے نبی کی زندگی سے آدمی ہوتی ہے، اب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تریشہ سالی ہے تو تمہارے عقیدہ اجرائے نبوت کی روشنی میں متنبیٰ قادیان غلام احمد کی کتنی ہونی چاہئے؟ سازھے اکتیس سال! حالانکہ اس کی عمر سازھے اکتیس سال نہیں، بلکہ ۱۷، ۲۷ سال تھی، ملاحظہ ہو سیرۃ المہدی ج: ۲ ص: ۱۵۰، معلوم ہوا کہ وہ نبی نہیں بلکہ جھوٹا ہے۔

قادیانی استدلال کا بطلان:

اسی طرح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ایک سو بیس سال ہوتی ان سے پہلے نبی کی دو سو چالیس سال، اور اس سے پہلے کی چار سو اتنی سال، اور اس سے پہلے کی نو سو سانحہ سال، تو حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچتے پہنچتے ان کی عمر کتنی بنے گی؟ جبکہ

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر حدیث صحیح کے مطابق ایک ہزار سال تھی، ملاحظہ ہو:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کان عمر ادم الف سنة، قال ابن عباس: و بین ادم و نوح الف سنة، و بین نوح و ابراهیم الف سنة، و بین ابراهیم و موسیٰ سبع مائیہ سنۃ، و بین موسیٰ و عیسیٰ خمس مائیہ سنۃ، و بین عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم مت مائیہ سنۃ ...“

(مستدرک حاکم ج: ۲ ص: ۵۹۸، درمنشور ج: ۳ ص: ۳۲۶)

ترجمہ:... ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ: حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان ایک ہزار سال، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے مابین ایک ہزار سال، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان میہ سو سال، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان پانچ سو سال اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ تھا۔“

ہاں! زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے صاحب شریعت اور صاحب کتاب نبی مراد ہے۔

اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو لفظ ”عاش“ کیوں لا یا گیا؟
شبہ:... قادیانی کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے تو حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے سابقہ انبیا کے بارہ میں ”عاش“، ”ماضی“ کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا؟
 جواب:.... لفظ ”عاش“، ”ماضی“ لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ دیگر انبیا کے حق میں تو
 ماضی ہی صادق تھا، وہ حق عیسیٰ علیہ السلام ان کی زندگی کے دو حصوں یعنی زمانہ قبل از
 بعثت اور زمانہ بعد از بعثت اور قبل از رفع کے اعتبار سے تو ماضی صادق آتی ہے، مگر
 چونکہ اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف تنصیف عمر بیان کرنا منظور تھی، لہذا
 حصہ ثالثہ یعنی زمانہ بعد نزول کو ماضی ہی میں لپیٹ دیا تاکہ بیان تنصیف عمر میں تطویل
 لا طائل (خواہ مخواہ کی طوال) نہ اختیار کرنی پڑے اور تنصیف کل عمر اور تنصیف عمرِ نبوت
 ہر دو اعتبار سے مع رعایت اختصار مستقیم ہو جائے اور سلسلہ نظم عبارت بھی بحال رہے،
 لہذا یہ بات صاف ہو گئی کہ کل عمر جوز میں پر گزرے گی وہ ایک سوبیں بہک ہے۔

رفع الی السماء کا ذریعہ؟

رفع عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں قادیانی چند شبہات پیش کیا کرتے ہیں،
 ان میں سے پہلا شبہ یہ ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اٹھایا گیا تو اس کے
 لئے کیا ذریعہ استعمال کیا گیا تھا؟

جواب:.... آپ کو فرشتہ کے ذریعہ اٹھایا گیا، چنانچہ خود حضرت عبد اللہ بن
 عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ان کا اپنا قول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام
 آپ کو لے گئے تھے، جس کو امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: ”وَهَذَا سُنْدَ صَحِيفَةُ
 إِبْنِ عَبَّاسٍ“، ”ابن عباس تک سند صحیح ہے، گویا کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے
 اور آپ کو اس مکان کے روشنдан سے لے گئے جس میں کہ آپ تھے۔

چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

”عن ابن عباس قال: لما أراد الله أن يرفع

عيسى إلى السماء خرج على أصحابه وفي البيت اثنا

عشر رجالاً من الحواريين، يعني فخرج عليهم في عين
في البيت ورأسه يقطر، قال: ايک یُلقی عليه
شبهی فقتل مکانی ويكون معنی فی درجتی؟ فقام شاب
من احدهم سنًا، فقال له: اجلس! ثم أعاد عليهم فقام
ذالك الشاب، فقال: اجلس! ثم أعاد عليهم فقام
الشاب، فقال: أنا! فقال: هو انت ذاك! فالقى عليه شبه
عيسى ورفع عيسى من روزنة في البيت الى السماء.
قال: وجاء الطلب من اليهود فأخذوا الشبه فقتلوه ثم
صلبوه وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس.

(تفیر ابن کثیر ج: ۲ ص: ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: ... ”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا، تو وہ ان بارہ حواریوں کے پاس تشریف لے گئے جو وہاں گھر میں موجود تھے، آپ پہنچنے سے قبل فرمائے نکلے تو سر سے پانی کے قطرے پک رہے تھے۔ آپ نے اپنے حواریوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کون اس پر آمادہ ہے کہ اس پر میری شباهت ڈال دی جائے، پھر اس کو میری جگہ قتل کیا جائے اور وہ جنت میں میرے ساتھ ہو؟ ان میں سے جو سب سے کم عمر حواری تھا، وہ کھڑا ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بیٹھ جا! آپ نے دوبارہ حواریوں کو یہ بات فرمائی تو پھر وہی جوان کھڑا ہو گیا، اب بھی آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! جب تیسری بار آپ نے اعلان کیا تو پھر بھی یہی کھڑا ہوا

اور کہنے لگا: اس کے لئے میں حاضر ہوں! پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ آپ ہی ہیں! پس اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شbahت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو گھر کے روشن دان سے آسمان کی طرف انخالیا گیا، اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں یہودی آئے تو جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت ڈالی گئی تھی، اسے پکڑ کر لے گئے، اسے لے جا کر انہوں نے قتل کیا اور اس کے بعد سولی دے دی۔ یہ سند ابن عباس تک صحیح ہے۔“

یعنی اصل بات یہ ہوئی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بعض حواریوں کے ساتھ ایک مکان میں تشریف فرماتھے اور تخبر نے ان یہودیوں کو اطلاع کر دی جو آپ کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے تھے، انہوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا، چونکہ اس مکان کے احاطے کے اندر ایک چشمہ تھا، وہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام غسل کر کے تشریف لائے، گویا یہ سفر کی تیار ہو رہی تھی، سرمبارک سے پانی ایسے مپک رہا تھا جیسے موٹی کے قطرے، آپ نے اپنے ان حواریوں سے ارشاد فرمایا کہ: تم میں سے کون ہے جو میری جگہ قتل کیا ہائے؟ ”وَكَانَ مَعِنِي فِي الْجَنَّةِ“ اور میرے ساتھ جنت میں ہو، ان میں سے جو سب سے چھوٹا اور نو عمر تھا وہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: أنا! (میں) آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! پھر فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میری جگہ قتل کیا جائے اور میرے ساتھ جنت میں ہو؟ پھر یہی نوجوان کھڑا ہوا تب آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! تیسری مرتبہ پھر یہی ہوا، پھر تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ: تم ہی ہو، چنانچہ اس کے اوپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شbahت ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روزنہ یعنی کھڑکی سے آسمان پر لے جایا گیا۔
یہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے و ر حافظ ابن کثیر کہتے

ہیں کہ: هذا سند صحيح الى ابن عباس. یہ کیفیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی ہے اور اصول یہ ہے کہ جو بات مخفی قیاس و اندازہ سے نہ کمی جائے، اگر وہی بات صحابہ کرام کہہ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یقیناً صحابہ کرام نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی، تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا ذاتی قول نہیں بلکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔

بابل کی اسرائیلی روایت:

جن پر شباہت ڈالی گئی تھی وہ یہودا استروطی کہلاتے ہیں اور عیسائی کتابوں میں اس کو احری یوٹی بھی کہتے ہیں، عام طور سے مسلمان، عیسائی اور یہودی جب بھی اس یہودی حواری کا نام سنتے ہیں تو اس سے نفرت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس نے پتہ تھا اس لئے وہ غلط آدمی تھا، حالانکہ یہ بات درست نہیں، بلکہ حضرت ابن عباس کی روایت بالکل صحیح ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ جب یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ جاں نثار صحابی ہے، جس نے قربانی دی تو پھر یہ کیا تماشا ہوا کہ یہی بدنام ہو گئے؟۔

بات دراصل یہ ہے کہ بابل میں ایک اسرائیلی روایت ہے کہ جب یہ سب حواری جمع تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس یہودا سے فرمایا: جا تو اپنا کام کر! یہ گیا اور یہودیوں کے بڑوں کو یہ کہہ کر لایا کہ آؤ میں تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتاتا ہوں! بتاؤ کیا انعام دو گے؟ وہ کہنے لگے کہ چار آنے یا جتنا بھی ہو، خیر وہ تو ایک بہانہ تھا، وہ ان کو بلا کے لایا، اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جا چکے تھے، تو اسی کے اوپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی، اور ان کو پکڑ کر سولی دے دی گئی۔

اصل حقیقت:

اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نوجوان اور مخلص حواری کو صلیب دی گئی تھی، یہ صحیح واقعہ ہے، اسی پر قرآن کہتا ہے کہ: ”وَلِكُنْ شَيْهَ لَهُمْ“ یعنی ان کو اشتباہ ہو گیا تھا، وہ عیسیٰ نہیں تھا، ان کے درمیان خود اختلاف ہو گیا کہ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں ہے؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ کہاں ہے؟ پھر یہ کہ اس کا چہرہ مہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن گیا، مگر پورا وجود ان جیسا نہیں بنا، اگر یہودی چاہتے تو شناخت ہو سکتی تھی، لیکن یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پڑنے کے لئے آئے ہوئے تھے، اور ناکام و نامراد واپس جانا ان کی شکست تھی، لیکن انہوں نے کہا چلو اسی کو پڑزو، اس لئے اس مرد فدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے لئے کہ: ”میرے ساتھ جنت میں ہو گا“، اللہ کی اس تقدیر کو قبول کیا، لہذا اس کو سولی چڑھادیا، ”أَيُّكُمْ يُلْقَى عَلَيْهِ شَبَهًا فِي قَتْلٍ مَكَانِي؟“ یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں کہ: ”تم میں سے کون ہے جو میری جگہ قتل کیا جائے اور میرے ساتھ جنت میں ہو؟“

اور دوسری بات یہ کہ آج تک عیسائی بھی اور مسلمان بھی یہودا کو برے الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں، حالانکہ یہی تو مجاهد ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جان دی۔

پیسے لے کر پتہ بتانے والی روایت:

سوال:.... پیسے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتلانے والی روایت کیسی ہے؟

جواب:.... یہ ہماری روایت نہیں ہے، یہ اہل کتاب کی اسرائیلی روایت ہے، ہماری روایت وہ ہے جو میں نے بتادی یعنی حضرت ابن عباسؓ والی، میں تطبیق

دے رہا ہوں کہ یہ روایت اہل کتاب کی ہے کہ یہودا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ و نشان بتالیا تھا۔ حالانکہ باائل میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی حواریوں کی مجلس میں اس سے کہا کہ: جا تو اپنا کام کر!

یہودا استقر وطنی حضرت عیسیٰ کا وزیر خزانہ تھا:

یہ یہودا کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وزیر خزانہ تھا۔

مرزا قادیانی کی گستاخی:

مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانے کے لئے پہا کہ کہاں گئی وہ بارہ تختوں کی پیش گوئی؟ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارہ حواریوں کے لئے جنت کے بارہ تختوں کی پیش گوئی کی تھی کہ جنت میں تخت ملیں گے، مثلمب یہ تھا کہ تم جفتی ہو گے، جیسے ہزارے ہاں عشرہ مبشرہ ہیں اسی طرح سیدنا مجع عاچہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے بارہ حواریوں کو یہ خوشخبری دی تھی۔ مگر غلام احمد قادیانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑاتا ہے کہ یہی وہ یہودا تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی تھی۔

خیریہ تو میں نے تمہیں چار باتیں بتا دیں، اصل باتیں تو تمیں ہی تھیں۔

حضرت عیسیٰ کا آسمان پر جانا محراج کی طرح ہے:

اب سنو! تمہارے سوالوں کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ لے جایا گیا، جیسا کہ معراج کی شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے کے لئے بھی یہی آئے تھے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لینے کے لئے بھی حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ یوں کہو کہ آسمان پر جانے والے سافروں کے میزبان یہی حضرت جبریل علیہ السلام بنئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ بھی برآق پر گئے تھے؟

سوال:... کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر برآق پر گئے تھے؟

جواب:... میرے عزیز! آسمانوں پر تو برآق نہیں چلتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مکے سے بیت المقدس تک برآق پر آئے تھے، باقی آسمانی برآق تو کوئی اور ہوگی، یہ ہوائی جہاز اس آسمانی برآق کی مثال ہے، گویا وہ کوئی ہوائی جہاز جیسی شے ہوگی۔

ہاں! ہم اس کو بر قی سیر ہمی کہہ سکتے ہیں، لیکن یہ بر قی سیر ہمی بیچاری بھی آہستہ آہستہ چلتی ہے، کیونکہ یہ تو رسیوں سے بندھی ہوئی ہوتی ہے، اور بہت آہستہ رفقار سے چلتی ہے، یعنی آدمی کی رفقار سے تو تیز چلتی ہے مگر چلتی آہستہ آہستہ ہے، لیکن وہ تو جریل ہا، یہ انگریزوں کی ایجاد کی ہوئی بس بھی نہیں تھی، بلکہ آسمانی سیر ہمی تھی جو جریل علیہ السلام کے لئے مہیا کی گئی ہوگی، اس کو معراج کہتے ہیں۔

معراج کا معنی؟

معراج کس کو کہتے ہیں؟ معراج سیر ہمی کو کہتے ہیں، عروج کا ذریعہ اور آلہ، عروج کہتے ہیں اور پڑھنے کا اور معراج اسم آلہ کا صیغہ ہے، معراج اسم آلہ کبریٰ ہے، جیسے مناصق چیرنے کا آلہ اسی طرح معراج چڑھنے کا آلہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور پرانا کسی ذریعہ سے بھی ہو، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدرست خداوندی کے دوش پر گئے ہوں، یا کسی اور ذریعہ سے، ہمیں اس سے بحث ہی کیا؟ تو اسی کا نام معراج رکھ دیا گیا، چونکہ قرآن کریم میں ذکر صرف اسراء کا ہے معراج کا نہیں اور احادیث متواترہ میں ذکر ہے معراج کا۔

حضرت عیسیٰ جریل کے ہمراہ آسمان پر گئے تھے:

تو خیر یہ مسئلہ تو طے ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جریل علیہ السلام لینے آئے

تھے، جیسا کہ ہمارے رسول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنے آئے تھے، گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبریل امین کی پھونک کے ساتھ پیدا ہوئے تھے اور آپ کی معیت میں آسمان پر تشریف لے گئے۔

حضرت عیسیٰ کی نبی اکرمؐ سے نسبت؟

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے بقول: وہ ایک اعتبار سے حضرت جبریل علیہ السلام کے بیٹے کی حدیث رکھتے ہیں۔ اور قاری صاحبؓ نے تو ایک اور بات بھی کہی ہے، جو ہمارے ذہنوں سے اوپنجی ہے، اور وہ یہ کہ وہ حقیقت محمدیہ تھی جس کا شیخ کیا گیا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت محمدیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بمنزلہ باپ کے تھی، یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمنزلہ بیٹے کے ہوئے، اور چونکہ بیٹا باپ کا جانشین ہوتا ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آپ کی امت میں آنا لازم اور ضروری تھا یا گیا تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سنجا لیں، لیکن یہ تو اوپنجی باتیں ہیں، حقائق و معارف کی باتیں ہیں، جو حضراتِ صوفیاً کرام کے قلب پر وارد ہوتی ہیں، لیکن علمائے ظاہر کے لئے وہی بات ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے اور بس!

قادیانی اعتراضات کے جوابات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْعَصْرُ) عَلٰىٰ حِجَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَسَلَّمَ

جناب حضرت جبرايل عليه السلام اما حضرت مریم سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ کہہ رہی تھیں کہ:

”إِنِّي أَغُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّاً. قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ رَّبِّكِ لَا هُوَ لَكِ غَلَامٌ زَّكِيًّا. قَالَتْ أَنِّي يَكُونُنِي لِيْ غَلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا. قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيْنَ وَلَنْ يَجْعَلَهُ أَيَّةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مُّقْضِيًّا.“ (مریم: ۲۱-۲۸)

یعنی حضرت مریم نے کہا کہ: میرا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ مجھے تو کسی بشر نے آج تک ہاتھ نہیں لگایا، اور میں بدکار اور گندی بھی نہیں ہوں، مطلب یہ ہے کہ مجھے کسی نے جائز طریقہ پر اور ناجائز طریقہ پر بھی ہاتھ نہیں لگایا، حضرت جبرايل عليه السلام نے کہا کہ: اسی طرح یعنی بغیر مرد کے ہاتھ لگائے ہوئے، بیٹا ہو جائے گا، کیونکہ تیرے رتب نے فرمایا کہ یہ مجھ پر آسان ہے، اور یہ اس لئے کہ ہم اس کو لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے۔

ایک تو یہ کہ جس طرح اور جب اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے،

اور اللہ تعالیٰ پیدا کر سکتا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ اس کو قیامت کا بھی نشان بنانا ہے، یعنی وہ علاماتِ قیامت میں سے ہوگا کہ اس کو لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور اپنی جانب سے علامت کا ذریعہ بنائیں گے، اور ایسا کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے، خواہ کچھ بھی ہو، پس وہ حاملہ ہو گئیں۔

حضرت مریمؑ کو پھونک مارنے والے کون تھے؟

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت جبرایل علیہ السلام نے پھونک مار دی، یہاں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ پھونک مارنے والے کون تھے؟ اس کے بارہ میں دو قول ہیں:

پہلا اور مشہور قول:... ایک تو یہ ہے کہ پھونک مارنے والے حضرت جبرایل علیہ السلام تھے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے: ”فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحًا“ (ہم نے بھیجا ان کے پاس اپنی روح کو یعنی روح الامین کو)۔ غالباً یہ حضرت زید بن سالم کا قول ہے یا کسی اور صحابی کا ہے۔

دوسرा اور غیر مشہور قول:... امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”مشکلات القرآن“ میں نقل کیا ہے کہ ”فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحًا“ کا معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت مریمؑ کی طرف بھیجا اپنی جانب سے ایک روح کو، اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی اپنی روح کو بھیجا یعنی وہ خود روح اللہ (حضرت عیسیٰ) تھے، اور بیٹا مال سے با تین کر رہا تھا، تب معنی ہو گا کہ ہم نے بھیجا مریمؑ کی طرف اپنی روح کو یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اس وقت انسانی شکل میں مختند ہو کر آئی تھی، یعنی جسم کی شکل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آئی تھی، گویا یہ خود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اماں جان سے یہ

باتیں فرمار ہے تھے، اور بیٹا اپنی ماں سے باتیں کر رہا تھا، اسی وجہ سے فرمایا گیا:
 ”رُوْحَنَا“ (ہم نے اپنی روح کو بھیجا) ”فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوَّيًّا“ لیکن وہ روح اس کے سامنے آئی یعنی وہ روح اس کے سامنے ایک تام الحلقۃ جوان انسان کی شکل میں متمثّل ہو کر آئی، لیکن حضرت مریم نے سمجھا یہ کوئی اور ہے، اس لئے اس سے کہا: ”إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا“ میں رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں اگر تیرے دل میں اللہ کا خوف ہے! اس پر اس روح نے کہا: ”إِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ رَّبِّكَ“ میں تو تیرے رب کا قاصد ہوں ”لَا هَبَّ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا“ تاکہ میں تمجوہ کو پا کیزہ بیٹا دے دوں، گویا وہ بتلانا چاہتے ہیں کہ چونکہ یہ روح آپ کے بدن میں منتقل ہو گی، اس پر انسانی بدن کا غلاف چڑھے گا، اور تیرے جسم سے انسان اور بشر بن کر نکلنے گا اور تیرا بیٹا کہلانے گا، اس لئے فرمایا: ”لَا هَبَّ لَكِ غُلَامًا“ بہرحال وہ روح جب مریم کے جسم میں منتقل ہو گئی تو وہ حاملہ ہو گئیں۔

کوئی ضروری نہیں کہ ہم اس قول پر عقیدہ رکھیں۔ بہرحال یہ دونوں تفسیریں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ روح سے مراد روح الامین ہو، اور یہی مشہور تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف جبراً تسلیم علیہ السلام کو بھیجا تھا، اور ایک تفسیر یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اپنی اماں جان کے سامنے متمثّل ہو گئی تھی، کیونکہ روح تو لطیف چیز ہے، نکلتی بھی ہے اور داخل بھی ہوتی ہے، اس لئے وہ ان کے رحم میں منتقل ہو گئی اور اس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔

قادیانی، معراج جسمانی کے قائل نہیں:

سوال:.... حضرت آپ نے ایک درس میں معراج کے بارے میں فرمایا تھا کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ معراج پر لے گئے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی لے گئے، قادیانی تو معراج کے قائل ہی نہیں، اسی لئے

وہ رفع عیسیٰ کا انکار کرتے ہیں، اگر وہ مراج کو مان لیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کو مانتا پڑے گا، تو ان کو جواب دینے کے لئے ہم کیا کہیں گے؟

جواب:... بھائی! میں اس کا جواب تو دے چکا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لے جانے کو تو غلام احمد قادریانی بھی مانتا اور لکھتا ہے، اور قرآن کریم نے بھی کہا ہے: ”رَفَعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ یعنی اللہ لے گئے ان کو اپنی طرف، تو گویا رفع کے تو قادریانی بھی قائل ہیں، البتہ قادریانیوں کے ساتھ ہمارا جھگڑا یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں ”رَفَعَةُ اللَّهِ“ سے رفع روح مع الحمد ہوا ہے، مگر قادریانی کہتے ہیں یہ رفع روحانی تھا، رفع روحانی کا معنی روح کا اٹھانا ہے، تو ہماری بیان کردہ تقریر سے ہماری یہ بات تو پوری ہو گئی وہ چونکہ خود روح ہیں، اس لئے ان کا رفع روح مع الحمد ہی ہو گا، اور اگر قادریانی قول کے مطابق اس کا معنی رفع درجات ہو تو سوال یہ ہے کہ رفع درجات کو رفع روحانی کون کہتا ہے؟ اور رفع درجات کو رفع روحانی کس نے کہا ہے؟ ”وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ“ قرآن کریم میں دوسری جگہ موجود ہے، تو کیوں یہاں اللہ تعالیٰ نے درجات کے قبل میں ذکر کر دیا۔

قادیانی اشکال، کیا حضرت عیسیٰ جھوٹ بولیں گے؟

یہاں ایک اور قادریانی اشکال کا جواب بھی سمجھ لیں، قادریانی کہا کرتے ہیں

جب خدا پوچھے گا کہ:

”...إِنَّكَ قُلْتَ لِلنَّاسِ أَتَخْدُلُونِي وَأَمَّا إِلَهُنِّ“

مِنْ دُوْنِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُقُولَ مَا لَيْسَ
لِي بِحَقٍّ، إِنْ كُنْتَ قُلْتَهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ، تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا
أَغْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ، إِنَّكَ أَنْتَ عَلَامُ الْغُيُوبِ، مَا قُلْتَ
لَهُمْ إِلَّا مَا أَمْرَتَنِي بِهِ إِنِّي أَعْبُدُ اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ، وَكُنْتَ

عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ، فَلَمَّا تَوَفَّيْتُ كُنْتَ أَنْتَ
الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔“

(المائدۃ: ۱۱۶، ۱۱۷)

ترجمہ:...”اور جب کہے گا اللہ: اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! تو نے کہا لوگوں سے کہ ظہراً مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے؟ کہا: تو پاک ہے! مجھ کو لاائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں، اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تھجھ کو ضرور معلوم ہوگا، تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے، بے شک تو ہی ہے جانے والا چھپی باقتوں کا۔ میں نے کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی، جو رتب ہے میرا اور تمہارا، اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی خبر رکھنے والا ان کی، اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔“ (ترجمہ حضرت شیخ البند) یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے تھے جب ہی تو ان سے برأت کا اظہار کریں گے؟

جواب:...قادیانیوں سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ کب پوچھئے گا؟ قیامت کے دن یا اس سے پہلے؟ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن پوچھیں گے، کیونکہ خود قرآن کریم میں ہے:

”يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجْبَتُمْ“

(المائدۃ: ۱۰۹)

ترجمہ:...”جس دن کہ اللہ تعالیٰ جمع کریں گے رسولوں کو، پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ تمہیں کیا جواب ملا؟“

پھر حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کو الجھانے کے لئے قادیانی یہ کہا کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیں گے کہ کیا تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معیوب بناو؟ تو وہ کہیں گے مجھے نہیں پتہ! اب اگر وہ دوبارہ زمین پر آئیں گے اور لوگوں کو دیکھیں گے کہ لوگ گمراہ ہو رہے تھے اور حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کو خدا بنا رہے تھے تو وہ یہ کیوں کہیں گے؟ کہ مجھے نہیں پتہ! کیا وہ جھوٹ بول دیں گے؟ یہ بات مرزا غلام احمد نے میسیوں جگہ اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔

غلام احمد قادیانی ایسا بدجنت اور شقی ترین انسان ہے کہ جھوٹ بولنے سے بھی بازنہیں آتا، چنانچہ اس بات میں بھی وہ جھوٹ بولتا ہے۔
ہاں تو قرآن کریم میں کہاں لکھا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے قوم کی گمراہی کا علم نہیں؟ البتہ قرآن کریم میں تو یہ ہے:

”وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّكَ قُلْتَ
لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأَنِّي إِلَهٌ مِّنْ ذُوْنِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ
مَا يَكُونُ لِيْ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّي، إِنْ كُنْتَ قُلْتَهُ فَقَدْ
عَلِمْتَهُ“.

ترجمہ:...”میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں،
(توبہ! توبہ!) اگر میں نے ایسی بات کہی ہوگی تو وہ آپ کے علم
میں ہوگی۔“

مرزا یسیوں سے سوال!

میں کہتا ہوں کہ مرزا یسیوں سے پوچھو کہ اس سے ایک روکوں پہلے:
”يَوْمَ يَجْمِعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجِبْتُمْ“
(الائدہ: ۱۰۹)

ترجمہ:...”جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کریں گے
اور پوچھیں گے کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا؟“

اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی رسولوں سے کہا جائے گا کہ جب تم نے اپنی
قوم کو دعوت دی تو انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ اس آئیت کا یہی مطلب ہے یا
کچھ اور؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کے جواب میں جوانبیاً کہیں گے: ”لَا عِلْمَ
لَنَا“ (ہمیں پتہ نہیں) اس کا کیا جواب ہے؟ اب مرزا یوں سے اس کا جواب لو کہ اس
کا کیا مطلب ہے؟ مرزا یو! چلو! مجھے اس کا جواب دو! کیوں بات سمجھ آئی کہ نہیں؟
مرزا ای کہتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور دیکھیں گے کہ ان کی
قوم گمراہ ہو گئی تو معلوم ہوا کہ ان کو علم تو ہو گیا کہ میری قوم گمراہ ہو گئی ہے، تو پھر وہ اللہ
کو کیوں کہیں گے کہ مجھے پتہ نہیں؟ میں نے کہا تاہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ
کہ کہا ہے کہ مجھے پتہ نہیں؟ یہ ان پر تہمت و افتراء ہے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟
اس کے علاوہ میں قادر یوں سے پوچھتا ہوں کہ تمام رسولوں اور انہیاً سے
جب قیامت کے دن کہا اور پوچھا جائے گا کہ: ”مَاذَا أُجِبْتُمْ“ تمہیں کیا جواب ملا؟ تو
وہ تو کہیں گے: ”لَا عِلْمَ لَنَا“ اس کا کیا مطلب ہے؟ قادر یو! تم تو تہمت لگانے
جار ہے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مگر خود پھنس گئے، اس کا جواب دو کہ انہیاً علیہم
السلام ایسا کیوں کہیں گے؟ اور اگر قرآن کو مانتے ہو تو بتاؤ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا
نوع ذ باللہ! قرآن ہم سے جھوٹ بول رہا ہے؟ دیکھو اس کو کہتے ہیں: ”جادو وہ جو سر
چڑھ کر بولے!“

حضرت عیسیٰ سے قوم کی گمراہی کا سوال ہی نہیں ہو گا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو کہا ہی نہیں کہ مجھے پتہ نہیں، مگر قادر یانی ان پر
افتراء باندھتے ہیں کہ وہ کہیں گے مجھے پتہ نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو صرف یہ

پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے ان کو یہ کہا تھا؟ وہ فرمائیں گے: توبہ! توبہ! میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا تھا جس کا مجھ کو خود علم نہیں، قوم کے کفر و شرک کے بارے میں وہ یہ نہیں کہیں گے کہ مجھے کچھ پتہ نہیں، اس لئے ان سے تو پوچھا ہی یہ جائے گا کہ تم نے ان کو کہا تھا یا ان کو یہ تعلیم دی تھی؟ دراصل قوم کو ڈاشنا مقصود ہو گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ڈاشنا مقصود نہیں ہو گا، لیکن باس ہم حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے یہ پُر جلال خطاب ہو گا کہ کیا تم نے اپنی قوم کو یہ کہا تھا؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رو نگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور ان پر لرزہ طاری ہو جائے گا، تب وہ کہیں گے: سجا گک! توبہ! توبہ، پہلے توبہ اور پھر سجا گک، یعنی میری توبہ بھلا میں ایسی بات کہہ سکتا ہوں اور وہ بھی آپ کی ذات کے بارہ میں، اس لئے کہ آپ کی ذات تو پاک ہے، اس لئے فرمایا: "إِنَّ أَفْوَلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّيْ" اے اللہ! میں آپ کو پاک سمجھتا ہوں اس بات سے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو علم نہیں، یعنی حق نہیں اور میرے علم میں نہیں، مجھے یہ کہنے کا حق ہی نہیں۔ "إِنْ كُنْتُ قُلْتَهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ" اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو آپ کے علم میں ہو گی، یعنی آپ کے علم میں نہیں تو میں نے نہیں کہی، "تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِيْ وَلَا أَغْلُمُ مَا فِي نَفْسِكَ" (اس لئے کہ) آپ میرے دل کی بات جانتے ہیں، اور میں آپ کے دل کی بات نہیں جانتا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کا بھی دل ہوتا ہے؟ جواب مشاکلت (لفظی مشابہت) کے طرز پر استعمال کیا ہے۔

آپ ہی بتلائیں کہ اس پوری تفصیل میں کہیں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ مجھے پتہ نہیں کہ قوم گراہ ہو گئی تھی؟ اگر قرآن میں کہیں نہیں آیا تو مرزا ملعون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تہمت کیوں لگاتا ہے؟ اور یہ کیوں کہتا ہے کہ: "اگر وہ آئیں گے تو کیا جھوٹ بولیں گے؟" نعوذ باللہ! یہ تو خالص جھوٹ اور افتراء ہے۔

مرزاںی مغالطہ اور اس کا جواب:

مرزاںی یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ان کا جھوٹ بولنا لازم آئے گا، جبکہ جھوٹ بولنا ان کی شان کے خلاف ہے، یہ مرزاںیوں کا خود ساختہ مغالطہ ہے کہ اگر وہ دوبارہ آئیں گے اور قوم کی حالت دیکھ جائیں گے اور پھر جب اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن پوچھیں گے: ”أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ“ اور وہ کہیں گے کہ میں نہیں جانتا، تو یہ ان کا جھوٹ ہو گا۔

جواب: ... اس قادریانی مغالطہ کا حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ”بیان القرآن“ میں نہایت نفیس جواب دیا ہے، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

”پس اس باب میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یوں عرض کریں گے کہ میں ان کی حالت پر مطلع رہا جب تک ان میں موجود رہا، سواں وقت تک کا حال تو میں نے مشاہدہ کیا ہے، اس کے متعلق بیان کر سکتا ہوں، پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا، یعنی اڈل بار میں تو زندہ آسمان کی طرف، اور دوسری بار میں وفات کے طور پر، تو اس وقت صرف آپ ان کے احوال پر مطلع رہے، اس وقت کی مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا؟ اور کیونکر ہوا؟“

(بیان القرآن ج: ۳ ص: ۵۷ مطبوعہ انج ایم سعید کمپنی کراچی)

مرزا غلام احمد کا نزول مسح کا اقرار:

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادریانی اپنی کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ یعنی اسلام کے کمالات کا آئینہ، جس کا دوسرا نام ”دفع الوضاوس“ بھی ہے، اسی کتاب کے

بارہ میں مولانا محمد حسین بیالوی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ: ”آئینہ کمالاتِ اسلام“ کے
بجائے اس کا نام ہونا چاہئے ”آئینہ وساوس“ کیونکہ اس میں سارے وساوس ہی جمع
ہیں۔ میرے خیال میں بھی اس کا یہی نام ہونا چاہئے تھا، خیر تو مرزا قادریانی اپنی اس
کتاب میں کہتا ہے کہ:

”یہاں پر یہ بات بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ
حضرت مسیح کی روحانیت نے تین بار جوش مارا، ایک مرتبہ جب
ان کو بتایا گیا کہ تیری قوم گمراہ ہو گئی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے گھر
میں سربخود ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس گریہ وزاری کو سن
کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دیا، اور دونسری مرتبہ جب
انہوں نے گریہ زاری کی تو پھر فقیر کو بھیج دیا اور مجھے بتایا گیا ہے
کہ تیسرا مرتبہ پھر حضرت مسیح کی روح، اللہ تعالیٰ کے سامنے
ترپے گی اور وہ خود ہی آ جائیں گے۔“

(ملخنا: روحانی خزانہ ج: ۵ ص: ۳۲۲، ۳۲۱)

مجھے اس خبیث کی اس واهیات اور لغویات سے بحث نہیں، البتہ مجھے یہ بتانا
ہے کہ وہ خود لکھتا ہے کہ: ”ایک دفعہ پھر آئیں گے“ یہ خود اس کا کشف ہے کہ مسیح کے
ساتھ تین دفعہ یہ واقعہ پیش آیا، گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو
قوم کی گمراہی کا پتہ چل گیا تو اب ان کا یہ کہنا کہ ”مجھے معلوم نہیں کہ میری قوم گمراہ
ہوئی ہے“ جھوٹ ہو گا۔

لیکن جیسا کہ میں نے پہلے حضرت تھانویؒ کے بیان القرآن کے حوالہ
سے عرض کیا ہے کہ ان کے خود ساختہ تضاد کا حل یہ ہے کہ جتنا عرصہ وہ قوم کے
پاس نہیں رہے اس کے بارہ میں فرمادیں گے کہ مجھے نہیں معلوم، اس طرح یوں وہ
تضاد حل ہو گیا۔

لیکن اگر قادیانیوں میں ذرا بھی عقل و فہم ہو تو وہ مرزا کے اس کشف سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا خود بھی نزولِ مسیح کا قاتل ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: ”ایک دفعہ پھر آئیں گے۔“

غلامِ احمد، امامِ ضلالت تھا:

سوال: ...مرزا تی بھی کہتے ہیں کہ جب اماموں کی اتباع ضروری ہے تو ان میں سے ایک غلامِ احمد قادیانی بھی تو ہے۔

جواب: ...پہلی بات یہ ہے کہ مرزا کو سوائے قادیانیوں کے کون امام مانتا ہے؟
دوم: ...اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو قسم کے اماموں کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک ائمہ ہدایت اور دوسراے ائمہ ضلالت، چنانچہ ائمہ ہدایت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہے:

”وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدِيُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَرَرُوا.“

(یحده: ۲۲)

ترجمہ: ...”اور بنا یا ہم نے ان کو امام کر دے ہدایت دیتے ہیں ہمارے حکم سے جبکہ انہوں نے صبر کیا۔“

اسی طرح ائمہ ضلالت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہے:

”وَجَعَلْنَا هُمْ أَئِمَّةً يَذْعُونَ إِلَى النَّارِ.“ (الانبیاء: ۷۳)

ترجمہ: ...”اور ہم نے بنا یا ان کو (فرعون اور فرعون کے لوگوں ہمان وغیرہ کو) ائمہ ضلالت دے لوگوں کو بلاتے تھے جہنم کی آگ کی طرف۔“

گویا فرعون، ہمان وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ اہل نار کے امام تھے کہ لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف بلاتے تھے، تو گویا قرآن میں دو قسم کے

اماموں کا تذکرہ ہے، ایک ائمہ ہدایت اور دوسرے ائمہ ضلالت و گمراہی کا۔ ائمہ ہدایت تو لوگوں کو جنت کی طرف راہ نمائی کرتے اور بلا تے تھے، جبکہ ائمہ ضلالت یعنی گمراہی کے امام لوگوں کو کھینچتے تھے دوزخ کی طرف، لہذا ہم یہ تو کہتے ہیں کہ اماموں کی اقتدا کرنی چاہئے، لیکن ائمہ ہدایت کی نہ کہ ائمہ ضلالت کی، اب چونکہ مرتضیٰ امام ضلالت ہے، اس لئے اس کی اقتدا کی بجائے اس سے دور بھاگنا چاہئے، کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ ائمہ ضلالت قیامت کے دن خود گرفتارِ عذاب ہوں گے اور ”يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ“ کے مصدق وہ کسی کے کام نہیں آئیں گے، لہذا ائمہ ہدایت کی اتباع کرونا کہ ائمہ ضلالت کی۔

حدیث میں ”آسمان“ کا لفظ نہیں:

سوال:....مرزا میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ حدیث میں نزول کا ذکر ہے، اور ”اما مکم منکم“ کے لفظ بھی ہیں، مگر اس میں ”آسمان“ کا لفظ نہیں ہے، ہاں البتہ بیان میں ”نزول من السماء“ کا لفظ ہے، مگر بخاری شریف میں ”نزول من السماء“ کا لفظ نہیں ہے۔

جواب:....حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو لفظ آئے ہیں، ایک ”رفع“ کا اور ایک ”نزول“ کا، مرزا میں کہتے ہیں کہ حدیث میں ”نزول من السماء“ کا لفظ تو نہیں ہے، البتہ ”ينزل عيسى بن مريم“ کے الفاظ ہیں، اس قادری شہر کے کئی

جواب ہیں:

الف:....مرزا غلام احمد قادری خود ”نزول من السماء“ کا قائل ہے، چنانچہ مرزا غلام احمد قادری نے خود کہا ہے کہ: ”دیکھو حدیث میں آتا ہے کہ جب سعیح آسمان سے نازل ہوگا۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خواہ ج: ۳ ص: ۱۳۲) جس سے معلوم ہوا کہ وہ خود بھی سعیح کے نزول من السماء کا قائل ہے، اس کا حوالہ میری کتاب ”تحفہ

قادیانیت، جلد سوم میں مفہومات کے حوالہ سے موجود ہے۔

ب:... مرزا بیویوں کا یہ کہنا کہ حدیث میں "نَزُولُ مِنَ السَّمَا" کے الفاظ نہیں ہیں، جھوٹ ہے، کیونکہ خود مرزا کہتا ہے کہ: "صَحْيَ مُسْلِمٌ میں ہے کہ جب مُسْعَ آسمان سے نازل ہوں گے" (ازالہ اوبہام، روحانی خزانہ ج: ۳ ص: ۱۲۲) معلوم ہوا کہ خود مرزے کے دماغ میں بھی "نَزُولُ مِنَ السَّمَا" ہی ہے۔

ج:... جب وہ اپنے بیٹے کے بارہ میں خود کہتا ہے: "كَانَ اللَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ" (گویا اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہوئے)، تو ظاہر ہے جہاں سے اس کا بیٹا نازل ہوا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی وہاں سے ہی آنا چاہئے تھا، خیر یہ تو الزامی جواب ہوا۔

د:... دیکھو بھائی! اگر "نَزُولُ مِنَ السَّمَا" کا لفظ صحیح بخاری، مسلم، صحابہ تہ دیکھی دوسرا حدیث کی کتاب میں آجاتا تو قادیانی کہہ سکتے تھے کہ مولوی کی بات ہے، لیکن جب خود ان کے مُسْعَ موعود کی کتاب میں موجود ہے کہ: "حدیث میں آتا ہے کہ جب مُسْعَ آسمان سے نازل ہوگا" تو اس سے بڑھ کر کسی مضبوط حوالہ کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ لہذا معلوم ہوا کہ خود مرزا اس کا قائل ہے کہ حضرت مُسْعَ آسمان سے نازل ہوں گے، یعنی قطع نظر اس کے کہ صحیح بخاری، مسلم، صحابہ تہ اور حدیث کی دوسرا کتابوں میں موجود ہے، مگر قادیانیوں کے نزدیک ان سب سے بڑھ کر قابل اعتماد مرزا غلام احمد قادیانی کا حوالہ تھا، جب میں نے وہ پیش کر دیا تو مزید کسی حوالہ کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!

ہ:... مرزا جی کا دوسرا حوالہ ہے کہ: "صَحْيَ مُسْلِمٌ میں ہے کہ جب مُسْعَ آسمان سے نازل ہوگا تو دوز درگک کی چادریں اس نے پہن رکھی ہوں گی۔" اگرچہ ہمارے ہاں صحیح مسلم میں یہ الفاظ نہیں ہیں، لیکن غلام احمد قادیانی غلط تو نہیں کہہ سکتے تاں؟ آخر یہ قادیانیوں کے مُسْعَ موعود جو ہوئے!

ز:... آخری بات جو نہایت غور و فکر اور سمجھنے کی ہے، وہ یہ کہ جیسا کہ میں پہلے بتاچکا ہوں کہ: ”بَلْ رَفِعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ سے مراد رفع الی السماء ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے، تو رفع اور نزول (اوپر جانا اور نیچے آنا) کے درمیان طباق یعنی مطابقت تب ہی ہوگی کہ جہاں گئے تھے وہیں سے واپس آئیں، کیونکہ جیسے زمین و آسمان اور ذکر و انٹی یعنی مرد و عورت کے درمیان مقابلہ ہے ایسے ہی رفع و نزول کے درمیان بھی طباق و مقابلہ ہے، یعنی ایک دوسرے کے مقابل ہیں، چنانچہ اگر رفع سے مراد رفع الی السماء ہے تو نزول سے مراد بھی نزول من السماء ہوگا، یعنی جس طرف رفع ہوا تھا اسی طرف سے نزول ہوگا۔

اب آپ خود ہی سمجھیں اور قادیانیوں سے سوال کریں کہ مرزا کہاں سے آیا تھا؟ پھر یہ بھی قابلٰ غور نکلتے ہے کہ ”نزیل“ مہمان کو کہتے ہیں، اور ”تزل“ بھی نزیل سے مآخذ ہے، مگر کسی محاورہ عربی میں مہمان کے لئے یہ زل کا لفظ استعمال نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ نزیل زمین سے آنے والے مہمان کو کہتے ہیں، اور جب یہ زل کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے کہ آسمان سے نازل ہونے والا، کیونکہ تزل رفع کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے۔

شبِ معراج میں نزول عیسیٰ پر انبیاء کا اجماع:

سن ابن ماجہ میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج سے واپسی پر فرمایا کہ:

”شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی، اس محفل میں یہ گفتگو ہوئی کہ قیامت کب آئے گی؟ (سب سے) پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ: مجھے

اس کا علم نہیں! پھر موسیٰ علیہ السلام کی باری آئی، انہوں نے بھی
اعلمی کا اظہار کیا، پھر عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو
انہوں نے فرمایا کہ: قیامت کب برپا ہوگی؟ اس کا تھیک وقت تو
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں، البتہ مجھ سے میرے رب
کا عہد ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا تو میں اس کو قتل
کرنے کے لئے نازل ہوں گا۔“

(ابن ماجہ ص: ۵۰۹، مسند احمد ج: ۱، ص: ۳۷۵، حاکم ج: ۲، ص: ۵۳۵)

تو حدیث کے الفاظ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
”اما وجبتها، لا يعلمها الا الله! أما دون وجبتها

وفيما عهد الى ربى ان الدجال خارج وانزل واقتل.“

یعنی یعنی وہ وقت جس میں قیامت ہوگی، اس کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں
جانتا، ہاں! قیامت سے پہلے پہلے میرے رب کا مجھ سے ایک وعدہ ہے کہ دجال نکلے
گا تو میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا۔ یہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔

نزول عیسیٰ کا عقیدہ، خداوندی عقیدہ ہے:

میں نے اپنی کتاب: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ
چودہ صدیوں کے مجددین و اکابر امت کی نظر میں“ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے لے کر چودہ ہویں صدی بلکہ پندرہ ہویں صدی کے زندہ اور وفات یافہ اکابر کے
عقائد جمع کئے ہیں، میں نے اس کتاب میں صدی وار اکابرین امت مثلاً: پیر ان پیر،
امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام غزالی وغیرہ اکابر امت کے حیات و نزولی
عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو لکھا ہے۔ وہاں میں نے یہ بھی لکھا ہے اور اس نکتہ کو مجھ
سے خوب سمجھ لو، بعد میں کتاب بھی دیکھ لینا، ہاں تو میں نے وہاں لکھا کہ: انبیاء کرام

علیہم السلام کی محفل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تقریر فرمائے ہیں، اور اس میں کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے رتب کا وعدہ ہے، اور وہ اس کو نقل کر رہے ہیں، اور انہیاً کرام بالاجماع اس کو تسلیم کر رہے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی روایت فرمائے ہیں، تو یہ عقیدہ خداوندی ہوا، کوئی ایک نبی بھی اس سے باہر نہیں سب شامل ہیں، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو روایت فرمائے کہ اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائے ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ کا، حضرات انہیاً کرام کا اور پوری امت کا عقیدہ ہوا، اس حدیث کی صحت یا اس کے راویوں میں سے کسی ایک راوی پر کوئی کلام نہیں، اس کے کسی راوی پر کسی حدیث نے یہ نہیں کہا کہ یہ کمزور ہے۔

حدیث ابن ماجہ اور حافظ ابن حجر:

حافظ ابن حجر نے یہ حدیث اپنی کتاب فتح الباری میں نقل کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے، حالانکہ حافظ نے مقدمہ فتح الباری میں وعدہ کیا ہے کہ میں اس کتاب میں جتنی روایتیں نقل کروں گا، صحیح ہوں گی یا حسن، اگر میں کوئی ضعیف روایت نقل کروں گا تو اس پر تنبیہ کروں گا کہ یہ روایت ضعیف ہے، مگر حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے، مندرجہ، متدرک حاکم، ابن ماجہ اور دوسری کتابوں میں موجود ہے، حافظ ابن حجر کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ اس قدر وضاحت کے بعد میری عقل میں نہیں آتا کہ میں اس سے زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بارہ میں اور کیا ثبوت دوں؟

لامہدی الاعیسیٰ ابن مریم:

”لامہدی الاعیسیٰ ابن مریم“ یعنی نہیں ہے مہدی مگر عیسیٰ ابن مریم۔ اس روایت کو لے کر قادیانی کہا کرتے ہیں کہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں، اور وہ مرزا قادیانی ہے، یعنی مہدی اور عیسیٰ الگ الگ

شخصیتیں نہیں ہیں۔

جواب:... یہ ابن ماجہ کی روایت کا ایک مکلا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم اس روایت کو صحیح مان بھی لیں تو سوال یہ ہے کہ اس سے قادریانوں کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ اور ہمیں اس سے کیا نقصان ہو گا؟ کیا اس حدیث کے ثبوت سے مرحوم احمد قادریانی مہدی یا عیسیٰ بن جائے گا؟ کیا اس میں اس کا کہیں کوئی تذکرہ ہے؟ اگر ہے تو بتلو! اگر ہم اس حدیث کو صحیح مان بھی لیں تو زیادہ سے زیادہ ہمیں یہ نقصان ہو گا کہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخصیت کے دونام ہیں، جبکہ ہمارا احادیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ مہدی الگ ہے، اور مسیح الگ ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ قادریانی اس روایت کے زور پر کہتے ہیں کہ وہی مہدی ہے اور وہی عیسیٰ ہے، ہم ان سے کہتے ہیں کہ چلو تم ایک بات ثابت کر دو، دوسرا ہم خود بخود مان لیں گے، تمہیں دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی، چلو تم غلام احمد قادریانی میں مہدی کی صفات میں سے کوئی ایک صفت ثابت کر دو، ہم مان لیں گے کہ وہ عیسیٰ بھی تھا، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاص صفات میں سے کوئی ایک صفت ثابت کر دو، ہم مان لیں گے کہ وہ مہدی بھی تھا، اور میں اس پر دستخط کرنے کو تیار ہوں، لیکن یاد رکھو! صفات سے مراد وہ خاص امتیازی صفات ہیں، یہ نہیں کہ میرے دوکان ہیں اور عیسیٰ کے بھی دوکان ہوں گے، یہ تو کوئی صفت نہ ہوئی، کیونکہ یہ کسی انسان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ایک میں مشترک ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ سورج ادھر سے ادھر نکل سکتا ہے، لیکن قادریانی، غلام احمد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفاتِ خاصہ میں سے کوئی ایک صفت بھی ثابت نہیں کر پائیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر ”لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم“ کی بحث کا کیا فائدہ؟

ہم کہتے ہیں کہ مہدی الگ ہے اور عیسیٰ الگ ہے، اور تم کہتے ہو کہ ایک ہی ہے، شاید اسی لئے کہ تمہیں دو آدمی نہ ثابت کرنا پڑیں؟ ہم کہتے ہیں چلو ایک ہی ثابت کرو۔

پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب سو احادیث کہتی ہیں کہ عیسیٰ آئیں گے اور ایک روایت کہتی ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ ہے، تو اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ عیسیٰ آئیں گے! رہی یہ بات کہ مہدی ہے یا نہیں؟ اس کو چھوڑ دو، کیونکہ ہم فی الحال مہدی کی بحث ہی نہیں کرتے، اور یہ تو تم نے بھی تسلیم کر لیا کہ عیسیٰ لازماً آئیں گے، اور خود تم نے اس حدیث میں بھی تسلیم کر لیا، اس لئے اگر بالفرض ہم اس حدیث کو من و عن تسلیم کر لیں اور کسی قسم کی کوئی تاویل نہ کریں تو زیادہ یہی ہو گا کہ ہمیں مہدی کا انکار کرنا پڑے گا؟ چلو ایک منٹ کے لئے ہم یہ بھی فرض کر لیتے ہیں کہ مہدی نہیں آئے گا، تو سوال یہ ہے کہ عیسیٰ کی محنت پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ کیونکہ احادیث کہتی ہیں کہ عیسیٰ آئیں گے، بھائی! مہدی آئے یا نہ آئے، تمہیں اس سے کیا واسطہ؟

یہ حدیث موضوع ہے:

۱:... اس شب / اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بہت سے علماء اور محدثین کے نزدیک صحیح نہیں، چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی قدس سرہ کے شاگرد، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانو تویؒ کے استاذ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ ابن ماجہ میں اس حدیث کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

۲:... اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے، تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ اس ایک روایت کے مقابلہ میں احادیث متواترہ موجود ہیں کہ عیسیٰ، مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے، تو احادیث متواترہ کی بات قبل اعتماد ہو گی یا ایک ایسی روایت

کی جس کی صحت و ضعف ہی نہیں بلکہ موضوع ہونے میں بحث ہے؟ فاائدہ:.... ہر وہ روایت جو صحابہ سنت میں سے صرف ابن ماجہ میں ہوا اور دوسرے صحابہ میں نہ ہو وہ ضعیف ہوتی ہے، سوائے چند احادیث کے، جو اس قانون سے مستثنی ہیں، اس کے علاوہ ابن ماجہ میں چالیس کے قریب موضوع یعنی من گھڑت حدیثیں بھی ہیں۔

سو کی مانیں یا ایک کی؟

اب سنو کہ متواتر احادیث میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مهدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے، معلوم ہوا کہ دونوں شخصیتیں الگ الگ ہیں، مگر یہ روایت اس کے خلاف ہے، اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو ہم اس روایت میں تاویل کریں، اس کا کوئی صحیح مطلب بتائیں یا اس کو رد کر دیں۔ سو آدمی ایک بات کی گواہی دیتے ہیں، اور بے چارہ ایک آدمی دوسری گواہی دیتا ہے، بتلایا جائے کہ سو کی گواہی معتبر ہوگی یا ایک کی؟ ظاہر ہے ایک کے مقابلہ میں سو کی گواہی معتبر ہوگی، اور ایک کی گواہی مردود ہوگی۔

ہاں! اس ایک کی گواہی کے بارہ میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ جی اس کا مطلب یہ تھا، یا یہ کہنا چاہتا ہے، گویا اس کی بات میں تاویل کر سکتے ہیں، مگر اس کی بات کو بنیاد بنا کر سو آدمی کی شہادت کو رد نہیں کریں گے، یہ بات ٹھیک ہے نا؟ کیونکہ یہ عقلی اصول ہے۔

مرزا یوسف کی نزدیکی عدالت!

مجھے دنیا کی کوئی عدالت بتا دو جو ایک آدمی کے کہنے پر سو آدمیوں کی گواہی کو رد کر دے، چلو ایک کے مقابلہ میں سو کی نہیں، ایک کے مقابلہ میں دس آدمی کی گواہی کو رد کر دے، یا اوہر دس آدمی ہوں اور اوہر چار آدمی، چاہے وہ نہایت ہی

لثقہ، معتمد اور قابلِ اعتماد ہی کیوں نہ ہوں، کہ ایک سو یا دس یا چار آدمی قصہ کچھ بیان کرتے ہوں مگر ان کے مقابلہ میں ایک آدمی کہتا ہے کہ نہیں قصہ یوں ہے، بتایا جائے کہ کوئی دنیا کی عدالت ایسی ہے جو چار آدمیوں کے مقابلے میں ایک آدمی کی گواہی کو قبول کر لے؟ بلاشبہ مسلم و کافر دنیا کی کوئی عدالت ایسی نہیں جو یہ کہے کہ سو کے مقابلہ میں ایک کی، یادوں کے مقابلہ میں ایک کی، یا چار کے مقابلہ میں ایک کی گواہی معتبر ہے، ہاں! البتہ مرزا نیوں کی نرالی عدالت ہے جو یہ کہتی ہے کہ ان کے مطلب کی ایک روایت بھی، ان کے مخالف کی صحیح اور متواتر سوراویات کے مقابلہ میں بھی قابلِ اعتماد ہے، اس لئے وہ ان تمام صحیح اور متواتر احادیث کو بھی رد کر دیتے ہیں جو ان کے موقف کے متعارض ہوں۔

حدیث ”لا مهدی الا عیسیٰ“ کی تاویل:

اچھا اب سنو! میں نے کہا تھا کہ یہ روایت مخالف ہے احادیث صحیح متواترہ کی، اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ، ہم اس کی تاویل کریں، یا پھر اس کو رد کر دیں، یعنی کنڈم کر دیں، اگر کنڈم کرنے کے قابل تھی تو پیش ہی کیوں کی؟ اور اگر تم اس کی تاویل کرتے ہو تو تم ہی بتاؤ اس کی کیا تاویل کریں؟ ہم قادریاں سے پوچھتے ہیں کہ: ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ سو کے مقابلہ میں اس کی حیثیت نہیں تھی تو اس کو رد کر دیتے، چلو، ہم تمہارےطمینان کے لئے اس کو رد نہیں کرتے تو اس کی تقطیق کے لئے کیا تاویل کریں؟ بہر حال علمانے اس کی دو تاویلیں کی ہیں:

اول: کامل مهدی:

ایک تاویل یہ کی ہے کہ: ”لا مهدی الا عیسیٰ“ سے مراد ہے کامل ترین مهدی جو اس امت میں آئے گا وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے، لہذا ”لا مهدی الا عیسیٰ“ میں ”لا“ نفی کمال کے لئے ہے، نفی ذات واصل کے لئے نہیں، یعنی اس

وقت مہدی کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہوگا، بلکہ یہاں مہدی کا لغوی معنی ”ہدایت والا مراد ہوگا۔

مولانا عبدالرشید نعماٹی کا ابن ماجہ پر ایک مقدمہ ہے، جس کا نام ہے ”ما تمس الیه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة“ یہ بات ذہن میں رہے کہ ایک ہے ”مصباح الزجاجہ“ اور ایک ہے ”ما تمس الیه الحاجة“ اور ایک ہے ”انجاح الحاجة“ جو شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ہے۔

تو اس تاویل کی صورت میں ”لامہدی“ کے معنی ہوں گے کہ کامل ترین مہدی کوئی نہیں ہے، سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے۔

لغوی مہدی ہزاروں ہوئے:

اس امت میں لغوی معنی (ہدایت یافتہ) کے اعتبار سے آنے والے مہدی ہزاروں کی تعداد میں ہیں، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہادی و مہدی ہیں، خلفاء راشدین ہادی و مہدی تھے، حضرت معاویہؓ کے بارے میں بھی فرمایا: ”اللَّهُمَّ اجْعِلْهُ هَادِيًّا مَهْدِيًّا“، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو ساری امت مانتی ہے، بلکہ ان کے زمانے کے لوگ تو یہ کہتے تھے کہ یہی مہدی آخر الزمان ہے، اور ایک مہدی جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آئیں گے وہ بھی مہدی ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ، کامل ترین مہدی:

تو ان ”مہدیوں“ اور ”ہدایت یافتہ“ لوگوں کے درمیان فرق مراتب ہے، لیکن کامل ترین مہدی جو اس امت میں آنے والے ہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، کہ ان سے افضل ترین اور کامل ترین کوئی شخص نہیں، اس لئے کہ وہ نبی بھی ہیں، صحابی بھی ہیں، ہادی بھی ہیں اور مہدی بھی ہیں، اس تاویل سے اس حدیث پر کوئی اشکال نہیں، احادیث میں ایسی تاویلات کی بے شمار نظریں موجود ہے، مثلاً: ارشاد ہے:

”لَا دِينَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ“ اس شخص کا دین، دین ہی نہیں ہے جس کے پاس امانت نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”کلمات خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قال الا! لا دین لمن لا امانة له!“ یعنی بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور یہ بات نہ فرمائی ہو کہ اس شخص کا دین، دین ہی نہیں جس کے پاس امانت نہ ہو۔ یعنی اس تاویل میں معنی یہ ہو گا کہ کوئی کامل مہدی سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے نہیں ہے، گویا یہاں نقی کمال کی ہوگی۔

دوم: سچا مہدی حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں:

دوسرा مطلب یہ ہے کہ جھوٹے مہدی تو بہت سے آتے رہیں گے، مگر سچا مہدی وہ ہو گا جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہو گا، جیسے کہا جاتا ہے کہ: ”آتیک العصر“ اسی وقت العصر میں تیرے پاس آؤں گا عصر کے وقت، یعنی عصر کی نماز پر یا عصر کے وقت پر، یہ محاورہ میرا بنایا ہوا نہیں ہے، لغت اٹھا کر دیکھو تو یہی لغت کہے گی، تو ”لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم“ کا یہاں مطلب یہ ہے کہ کوئی سچا مہدی نہیں سوائے اس مہدی کے جو عیسیٰ ابن مریم کے زمانے اور وقت میں آئے گا، یعنی یہاں معنی ہو گا ”الا وقت عیسیٰ ابن مریم“ اور یہ بات واقعی اور بالکل ٹھیک ہے۔

غلام احمد نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور اس سے پہلے بہا اللہ ایرانی وغیرہ نے بھی کیا اور اس سے پہلے دوسرے لوگوں نے بھی یہ دعویٰ کیا اور ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی مہدی کا دعویٰ کرتا رہا ہے، لیکن اللہ کی شان یہ ہے کہ سچا مہدی وہ ہو گا جس کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آئیں گے، وہی سچا مہدی ہو گا۔ اس تاویل میں بھی کوئی تکلف و تعلص نہیں۔

ظہور مہدی کے بعد دجال کا خروج ہو گا اور دجال سوائے مکہ و مدینہ کے

پوری دنیا کا چکر لگائے گا، آخر کار مسلمان دمشق میں محصور ہو جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جامع دمشق کے شرقی منارہ پر نزول ہو گا، سوال یہ ہے کہ اس وقت دجال کے ساتھ اس کی قوم کی کتنی فوج ہو گی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے اور اسے لہ کے مقام پر قتل کریں گے۔ یہ تفصیلات میں نے اپنے رسالہ شناخت میں لکھ دی ہیں، اس میں آپ حضرات پڑھ لیں۔ مکمل تفصیل دوسری کتابوں میں موجود ہے، بہر حال دجال کے ہمراہ ستر ہزار اصفہان کے یہودیوں کی فوج ہو گی۔ دراصل دجال یہودیوں کا باادشاہ ہو گا، اس کے بعد کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے، لیکن اصل میں بنیادی طور پر یہودی اس کے ہمراہی اور فوجی ہوں گے، حدیث شریف میں ان کی تعداد ستر ہزار فرمائی گئی ہے۔

کیا ائمہ پر قرآنی آیات کا نزول ہوتا ہے؟

إشكال: ...قادیانیوں کا کہنا ہے کہ علامہ ابن عربیؒ کی تصریح کے مطابق جب ائمہ کرام پر قرآنی آیات نازل ہوتی ہیں، تو اگر مرزاؒ پر قرآنی آیات نازل ہو گئیں تو کیا حرج ہے؟ کیا یہ کہنا صحیح ہے؟

جواب: ... یہ کسی نے نہیں لکھا کہ قرآن کی آیات ائمہ پر نازل ہوتی ہیں، یہ مرزاؒ کا کذب و افتراء اور جھوٹ ہے، یا ان کی بد فہمی ہے۔

قرآنی آیات کا القا ہو سکتا ہے:

ہاں! البتہ بعض حضرات کو قرآن کریم کی آیات کا الہام اور القا ہوتا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مثلاً: ہم لوگ کسی معاملے میں تشویش میں تھے اور کوئی صورت حال واضح نہیں ہو رہی تھی، اتنے میں حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے اس معاملہ اور صورت حال کی تعین کے لئے ہمارے ذہن میں قرآن کریم کی کوئی آیت القا کر دی گئی، یعنی یاد دلادی جائے، جو ہمارے سوال کا جواب ہے، اور اس سے ہمیں اطمینان

ہو جائے، اس کا نام ہے قرآنی آیات کا القابوř الہام۔

انبیا کی وحی فرشتہ کے ذریعہ اور القابوř فرشتہ کے بغیر:

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ جبرايل علیہ السلام یا فرشتہ وحی نازل ہوتی تھی، اس طرح ان بزرگوں پر بھی ... یعنوں باللہ... بذریعہ جبرايل یا فرشتہ کے وحی نازل ہوتی ہے۔

یہ جواب ابن عربیؒ کا حوالہ دیا گیا ہے، یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ علامہ ابن عربیؒ لکھتے ہیں کہ:

”انبیا کی وحی اور اولیا کی وحی میں یہ فرق ہے کہ انبیا

کی وحی فرشتہ کے ذریعہ نازل ہوتی ہے اور یہ بغیر فرشتہ کے۔“

یہ عبارت ان کی کتاب ”فتوحاتِ مکیہ“ کی ہے، لیکن یہ بات جو میں ذکر کر رہا ہوں یہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الایواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاكابر“ کی ہے، یہ ساری کی ساری کتاب کہنا چاہئے کہ ابن عربیؒ ہی کے حوالوں سے لکھی گئی ہے، اس میں علامہؓ کہتے ہیں اور غالباً اس قسم کی عبارت ہے کہ: ”فَإِنْ قُلْتَ مَا الْفَرْقُ بَيْنَ الْوَحْى وَالْأَلْهَامِ وَوَحْى النَّبُوَةِ“ (یعنی اگر تم پوچھو کہ اولیا کی وحی اور انبیا کی وحی میں کیا فرق ہے؟)۔

لغوی اور اصطلاحی وحی؟

درachi لغت میں وحی کہتے ہیں خفی طور پر کسی بات کو دل میں ڈال دینا، چنانچہ اولیا اللہ پر جو الہام ہوتا ہے یا ان کے دل میں بات ڈال دی جاتی ہے، لغوی معنی کے طور پر اس کو بھی وحی کہہ سکتے ہیں، لیکن جب کوئی کہتا ہے کہ فلاں پر وحی نازل ہوتی ہے، تو اس سے وہ خاص نبوت والی وحی مراد ہوتی ہے، مرتضیٰ لغوی اور اصطلاحی معنی کے فرق کو گذئہ کر دیتے ہیں۔

دیکھو! جب بھی کہا جائے کہ تیرا رب کون ہے؟ اس ”رب“ سے کیا مراد ہوتی ہے؟ یہی ناں کہ اللہ تعالیٰ! اور جب کہا جائے کہ رب الدار کون ہے یعنی اس مکان کا مالک کون ہے؟ تو کہا جاتا ہے کہ زید! تو کیا زید کو رب الدار کہنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نعمۃ باللہ۔ رب ہے؟

اسی طرح جب یہ کہا جائے کہ وحی کس پر نازل ہوتی ہے؟ تو کہو انہیاً پر، اور جب کہا جائے کہ وحی الہام کس پر نازل ہوتی ہے؟ تو کہو کہ اولیاً پر، اس وحی اولیاً کو مدافع کر کے نقل کریں گے، مطلق نہیں، جیسا کہ میں نے کہا کہ جب پوچھا جائے رب کون ہے؟ تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ کسی دوسرے کو رب کہنا جائز نہیں، لیکن جب کہا جائے کہ ”رب الدار“ کون ہے؟ ”رب المال“ کون ہے؟ تو وہاں رب کے معنی مالک کے ہوں گے، یعنی اس مکان کا مالک کون ہے؟ اسی طرح جب کہا جائے کہ ”رب الدابة“ یعنی اس سواری کا مالک کون ہے؟ اس مال کا مالک کون ہے؟ تو اس کا جواب ہوگا فلاں آدمی اس کا مالک ہے، تو ان دونوں میں فرق ہو گیا ناں! تو جس طرح رب، رب کے درمیان فرق ہے، اسی طرح وحی، وحی کے درمیان فرق ہے، چنانچہ جب کہا جائے کہ وحی کس پر نازل ہوتی ہے؟ تو کہا جائے گا: صرف نبی پر! اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو کافر ہے، مدعی نبوت ہے، اور اگر کہا جائے کہ وحی الہام ہوتی ہے، تو اب چونکہ یہ مدافع ہو گئی تو اس کا معنی ہوگا ایک خاص قسم کی وحی، اور یہ سب کے لئے عام ہے۔

تو خیر علامہ ابن عربیؒ نے کہا کہ کیا فرق ہے وحی الہام اور وحی نبوت کے درمیان؟ تو اس کا جواب دیا کہ وحی نبوت فرشتے کے ذریعہ ہوتی ہے، اور وحی الہام فرشتے کے بغیر ہوتی ہے۔

ولی فرشتہ کی آواز سنتا ہے، مگر دیکھنہیں سکتا:
کبھی یوں فرق کرتے ہیں کہ ولی فرشتہ کی بات سنتا تو ہے مگر دیکھنہیں سکتا،

یعنی اللہ نے فرشتہ بھیج دیا کہ جا کر فلاں کو آواز دے آؤ، لیکن وہ اس فرشتے کو دیکھتے نہیں، البتہ نبی اس فرشتے کو دیکھتا اور اس کی آواز کو سنتا ہے۔

تو مرزا گیوں کی بات تو غلط ہے کہ اولیاً پر آیات کا نزول ہوتا ہے، کیونکہ وحی نازل ہونے کا معنی یہ ہوتا ہے فرشتے لے کر آئے، اس کا یہ معنی نہیں کہ جو بات دل میں القا ہو جائے تو کان میں کسی لطیفہ غیبی کی طرف سے آواز آجائے۔

دوسری بات یہ کہ جن اللہ کے بندوں کو بعض آیات کا الہام ہوا یعنی ان پر القا ہوا اور ان کے ذہن میں بات ڈال دی گئی، کیا ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ اگر نہیں کیا تو پھر مرزا کیوں کہتا ہے کہ میں نبی ہوں؟

ایک اصولی بات:

یہاں پر مجھ سے ایک اور اصولی بات بھی سن لو، وہ یہ کہ جب بھی کوئی مرزا کی ایسی بات کہے تو اس کو کہہ دو کہ خطبہ الہامیہ میں مرزا نے خود لکھا ہے:

”فلا تقيسونى بأخذ ولا احذا بي.“

(خطبہ الہامیہ ص: ۵۲، روحانی خزانہ ج: ۱۶ ص: ۵۲)

ترجمہ:... ”پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو، اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔“

یعنی کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو اور مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، بلہذا مرزا کی اس تصریح کے بعد تم خود مرزے کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو، اس لئے کہ مرزا کہتا ہے کہ مجھ پر کسی کا قیاس نہ کرو، اور تم اولیاً اللہ کی مثالیں دیتے ہو، تو تم مرزے کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہو۔

کیا نبیوں کو غیرنبیوں پر قیاس کرنا درست ہے؟
مرزا، حقیقتہ الوجی ص: ۳۹۱ میں لکھتا ہے:

”نبوت کا نام پانے کے لئے اس امت میں صرف
میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔“

تو ان قادیانیوں سے پوچھو کہ کیا نبیوں کو غیر نبیوں پر قیاس کرنا چاہئے؟ اگر
نہیں تو تم اولیاء اللہ کی مثالیں کیوں دیتے ہو؟

حضرت عیسیٰ کی سواری اور ہتھیار کیا ہوگا؟

سوال: ... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے آئیں گے، تو وہ
گھوڑے پر سفر کریں گے؟ یا بس اور جہاز میں؟ پھر دجال کو کلاشکوف سے قتل کریں
گے؟ تکوار سے یا حرہ سے؟

جواب: ... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں دو شاخہ حربہ ہوگا، اس کو
نیزہ کہہ لو یا دو شاخی تکوar کہہ دو۔

باتی رہایہ کے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سفرگس چیز پر کریں گے؟ اس کا ذکر تو
کہیں نہیں آتا، البتہ یہ آتا ہے کہ دجال آپ کو دیکھ کر بھاگنا شروع کر دے گا، بھاگنا
بھی شروع کرے گا اور پکھانا بھی شروع ہو جائے گا، چنانچہ حضور و اقدس صلی اللہ علیہ
 وسلم فرماتے ہیں کہ: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو چھوڑ بھی دیتے تو وہ نمک کی
 طرح پکھل کر ختم ہو جاتا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ
 نے میری ایک ضرب تجوہ پر مقدر کر رکھی ہے، وہ تو تجوہ برداشت کرنی ہی ہے، چنانچہ
 حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے تعاقب میں اس کے پیچھے بھاگیں گے، اور
 ”بابِ لہ“ پر جو آج کل اسرائیلیوں کا ایسی پورٹ ہے، وہاں جا کر اس کو پالیں گے،
 اپنے نیزے سے اس کو قتل کر دیں گے، اور اپنے نیزے پر لگا ہوا دجال کا خون
 مسلمانوں کو دکھائیں گے۔ اب اتنی باریک باریک تفصیلات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے بیان فرمادیں، تو معلوم ہوا کہ کلاشکوف سے نہیں نیزے سے قتل کریں گے۔

جدید اسلحہ کا دور ختم ہونے والا ہے:

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ کلاشکاروں اور بارودوں کا دور ختم ہونے والا ہے، یہ بم، اسٹم بم اور ہائیڈر جن بم اور فلاں بم یہ سب خود اپنے آپ کو ختم کر دیں گے، خودکشی کر لیں گے، جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو اس وقت وہی پرانی نیزوں کی جنگ ہوگی۔

دجال کی سواری؟

سوال:... کیا دجال کی سواری گدھا ہوگی یا کوئی اور؟ خرد جال کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:... جی ہاں! دجال کی سواری گدھا ہوگا، اور دجال گدھے پر سوار ہوگا، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کے کانوں کے درمیان کا فاصلہ ستر باع ہوگا، باع اس کو کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو دائیں باعیں پھیلادیا جائے تو داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے باعیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے سرے تک درمیان کا جو فاصلہ ہے وہ ”باع“ کہلاتا ہے، تو اس کے گدھے کے دو کانوں کے درمیان کا فاصلہ ستر باع کا ہوگا، اس پر کوئی تعجب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ دجالی گدھا ہوگا۔

ریل کو خرد جال کہنا؟

سوال:... مرزا نے تو ریل گاڑی کو دجال کا گدھا قرار دیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... یہ بھی مرزا کی عجوبات میں سے ہے، اس لئے کہ کیا کسی نے آج تک ایسی کوئی ریل گاڑی دیکھی ہے جس کی چوڑائی اور منہ ستر باع کے برابر چوڑا ہو؟ میرے خیال میں آج تک ایسی کوئی ریل گاڑی وجود میں نہیں آئی ہے، بھائی! دجال کے گدھے کو ریل گاڑی پر چسپاں کرنا حماقت ہے، دراصل مرزا جی نے یوں ہی کہا ہے، لیکن شاید مرزا غلام احمد کے اپنے ماخ میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی، ہاں! البتہ وہ لوگوں کے دلوں میں شیطان کی طرح وسو سے ڈال دیتا تھا۔

مرزا جی کے ریل گاڑی کو خرد جال کہنے کی وجہ؟

در اصل حضرت مولانا عین القضاۃ رحمہ اللہ، جنہوں نے میدی کا حاشیہ لکھا ہے، انہوں نے مہدی جو پوری کے رد میں ”ہدیہ مہدویہ“، لکھی تھی، اس کی ایک کاپی ہمارے مرکزی دفتر ملتان میں موجود ہے، انہوں نے اپنی تصنیف ”ہدیہ مہدویہ“ میں لکھا ہے کہ خرد جال سے ریل گاڑی بھی مراد ہو سکتی ہے، اور اس کا اختال بھی ہے، اصل مہدی جو پوری نے جال کے گدھے پر اشکال کیا کہ اتنا بڑا گدھا کیسے ہو گا؟ تو مولانا نے جواباً لکھ دیا کہ اختال کے طور پر یہ دیکھو جیسے ریل گاڑی تمہارے سامنے موجود ہے، اتنا بھاگتی بھی ہے۔

تو جس کو حضرت مولانا عین القضاۃ نے استبعاد دور کرنے کے لئے بطور اختال کے لکھا، مرزا نے اس کو وحی بنالیا، اور کہا کہ انگریز دجال ہے اور ریل گاڑی ان کا گدھا ہے، مگر افسوس کہ مرزا قادیانی مرنے کے بعد لاہور سے قادیان اسی گدھے پر لد کر گیا، یعنی اس کی لاش لاہور سے اسی خرد جال پر لاد کر قادیان پہنچائی گئی۔

خرد جال پر تعجب کیوں؟

دجال جب ساری دنیا میں پھر سکے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ زمینوں کے خزانوں کو حکم دے گا وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں گے، بادلوں کو حکم دے گا بارش برسائیں گے، اور لوگ اسی سے دھوکا کھائیں گے کہ یہ خدا ہے، خدائی کام کرتا ہے، اگر یہ سب کچھ قابل تسلیم ہے تو پھر اس کے گدھے پر کیوں تعجب ہو؟ یہ وہ وقت ہو گا جو امتحان کی کڑی آزمائش کا وقت ہو گا۔

فتنه دجال سے پناہ مانگنے کی تعلیم:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کی تیرہویں جلد میں ایک تابعی کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ:

”دجال کے فتنے سے بارہ ہزار مرد اور سات ہزار عورتیں محفوظ رہیں گی۔“ (البیری ج ۱۳ ص ۹۲)

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پے لوگوں کو نہیں رہنے دیں گے، بلکہ سب کچوں کو دکھل دیں گے۔ یعنی بن کے دل میں صحیح طور پر ایمان نہیں ہے، ان کو چھانٹ دیں کے، سب بیل کے ساتھ مل جائیں گے، نعوذ باللہ! استغفار اللہ! اس لئے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ آخر پرست صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ امت کو فتنہ دجال سے پناہ مانگنے کی تعلیم فرمائی ہے، اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ آخر پرست صلی اللہ علیہ وسلم التزام کے ساتھ یہ دعا کرتے تھے، نماز کے اندر یا نماز سے باہر:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَغُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ،
وَأَغُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَغُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ
الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، وَأَغُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحِيَا
وَالْمَمَاتِ، وَأَغُوْذُ بِكَ مِنْ الْمَأْتِيمِ وَالْمَغْرَمِ۔“

یعنی ان پانچ چیزوں سے آخر پرست صلی اللہ علیہ وسلم التزام کے ساتھ پناہ مانگتے تھے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، دجال کے فتنے سے، اور زندگی اور موت کے فتنوں سے، اور آخر میں خصوصیت کے ساتھ گناہ اور قرض سے۔

اللہ تعالیٰ ہماری بھی ان سے حفاظت فرمائے، آمین!

رفع کے وقت حضرت عیسیٰ کی عمر:

سوال:... کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ۳۳ سال کی عمر میں عطا ہوئی، اس کی تشریح کریں۔

جواب:... ۳۳ سال کا قول تو مجھے معلوم نہیں ہے، بھائی! میں نے کہیں نہیں پڑھا، البتہ یہ مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے، لیکن حافظ ابن قیم نے زاد المعاد کے شروع میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ کہنا غلط ہے کہ وہ ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے، یہ نصاریٰ کا قول ہے، مگر افسوس کہ مرزائی اسی کو نقل کیا کرتے ہیں، علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے جانے کا قول نصاریٰ کا ہے، اس کے برعکس مرزائیوں نے یہ گھڑلیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کا عقیدہ نصاریٰ کا ہے، یعنی نعوذ باللہ ابن قیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے منکر ہیں۔

مرزا یوں کا دجل:

دراصل حافظ ابن قیم اس پر بحث کر رہے تھے کہ نبوت چالیس سال کے بعد ملتی ہے، لیکن جب اس پر اعتراض ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے تھے، انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ۳۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کا قول نصاریٰ کا قول ہے، اصل بات کیا تھی اور مرزائیوں نے کیا بنا دی؟

اسی کو دجل کہتے ہیں، اور اسی سے ”دجال“ بھی مآخذ ہے، چنانچہ جہاں مرزائی، قرآن کا یا حدیث کا نام لیں گے تو اس میں ضرور دجل کریں گے، دجل کے معنی ہیں فریب اور دھوکا، لہذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قادیانی کسی بزرگ کا قول پیش کریں اور اس میں دجل نہ کریں، کیونکہ قرآن کریم کی کوئی آیت، کوئی ایک صحیح حدیث اور کسی ایک بزرگ کا کوئی مستند قول مرزائیوں کی تائید میں مل ہی نہیں سکتا، جب تک کہ وہ اس میں دجل و فریب کر کے اس کو توڑ موڑ کر چپاں نہ کر دیں، اسی لئے ہم اس کو دجال اور فربتی کہتے ہیں، یہ چھوٹا دجال ہے، کیونکہ بڑا دجال تو بعد میں آئے گا۔

اس بیچارے کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، بیچارہ لوگوں سے چندہ مانگتا رہتا تھا،
بڑا جال تو اس کے کان کترے گا۔

حضرت عیسیٰ کو نبوت کس عمر میں ملی؟

اچھا خیر! تو ۳۳ سال میں نبوت کا ملنا تو ثابت نہیں، البتہ میں نے کہا تھا
کہ ہر نبی کو چالیس سال میں نبوت ملتی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی
چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی ہوگی۔

لیکن بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ان کو بچپن ہی سے نبی بنا دیا گیا تھا، کیونکہ
قرآن کریم میں ہے کہ جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم ان کو انھا کر اپنی قوم کے
پاس لے آئیں تو لوگوں نے کہا:

”.....قَالُوا يَا مَرِيْمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيْدًا. يَا

أَخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأً سُوءً وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ
بَعِيْدًا. فَأَشَارَتِ إِلَيْهِ، قَالُوا كَفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهَدِ
صَيْيَا. قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ أَنِّي الْكِتَابَ وَجَعَلْنِي نَبِيًّا.
وَجَعَلْنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَنِي بِالصَّلَاةِ وَالرَّكْوَةِ
مَا دُمْتُ حَيًّا. وَبَرَأْ بِوَالدَّتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَارًا شَقِيًّا.
وَالسَّلَامُ عَلَى يَوْمِ الْلِّدْنَ وَيَوْمَ الْمُوتِ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا.“

(مریم: ۲۷-۳۳)

ترجمہ: ”وہ اس کو کہنے لگے: اے مریم! تو نے کی یہ
چیز طوفان کی، اے بہن ہارون کی! نہ تھا تیرا باپ نہ آدمی اور نہ
تھی تیری ماں بدکار، پھر ہاتھ سے بتلایا اس لڑکے کو، یوں ہے: ہم
کیونکر بات کریں! اس شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا؟ وہ بولا:

تیں بندہ ہوں اللہ کا! مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے بنایا، اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید فی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ، اور سوپ آئے والا اپنی ماں سے، اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدجنت، اور سام میں ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن مرلوں اور جس دن انٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر۔“

(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی حضرت مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھو! انہوں نے ابھی پوچھا بھی نہیں تھا کہ اور بچہ بول پڑا کہ: حرامزادہ نہیں ہوں، نعوذ باللہ! میں تو اللہ کا بندہ خاص ہوں، اور مجھ کو بنایا ہے برکت والا جہاں کہیں ہوں زمین میں ہوں یا آسمان میں ہوں، اور مجھ کو وصیت فرمائی ہے زکوٰۃ کی اور نماز کی جب تک میں زندہ رہوں۔

حضرت عیسیٰ آسمان پر زکوٰۃ اور نماز کیسے ادا کرتے ہیں؟

إشكال: ... مرزاًيَ كَهَا كَرْتَے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام زکوٰۃ کیسے دیتے ہیں؟ حالانکہ وہ تو کہتے ہیں کہ مجھے وصیت فرمائی ہے، اسی طرح وہ نماز کیسے پڑھتے ہیں؟

جواب: ... ہم نے کہا: نماز تو پڑھ لیتے ہوں گے، یہ کوئی اشکال کی بات نہیں، وہاں ان کے لئے فرشتے مصلیٰ بچھادیتے ہوں گے، باقی رہ گئی زکوٰۃ، تو وہ ہوتی ہے نصاب پر، مرزاًیو! تم نصاب کی تعین کر دو اور بتا دو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اتنا سونا، چاندی یا نقد رقم یا مالی تجارت ہے، تب ہم تمہیں بتادیں گے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں، اور کیسے دیتے ہیں؟ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

ہمارے آقا پر زندگی بھر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوئی:
سوال یہ ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر زکوٰۃ
دی ہے؟

حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ تھے حضرت شبلیؒ، ان سے کسی نے پوچھا کہ
حضرت! زکوٰۃ کتنی ہے؟ فرمایا کہ: مولوی لوگ فقہ والے کہتے ہیں کہ جب کسی کے
پاس دو سورہم چاندی یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے
تو اس میں سے پانچ درہم دے دیں، دوسو میں سے پانچ یعنی چالیس میں سے ایک
دے دیا جائے، لیکن ہم یوں کہیں کہ: اگر کسی کے پاس چالیس درہم سال گزر پڑے
رہیں تو اکتا لیس زکوٰۃ میں دے دیں، عرض کیا گیا: حضرت! چالیس میں سے اکتا لیس
کا کیا مطلب؟ فرمایا: چالیس تو اس کے پاس موجود ہیں اور پورا سال گزر گیا مگر خرچ
نہیں ہوئے تو اس کی ضرورت سے زائد ہوئے، وہ تو یوں دے کہ اس کی ضرورت
نہیں، اور ایک درہم مزید جرمابنے کا دے، اس لئے کہ حماقت کیوں کی تھی کہ چالیس
درہم بغیر ضرورت کے سارا سال رکھے رہا۔

یہ تو اولیاً اللہ کی بات ہے، اور نبیوں کے امام کی بات کیا ہوگی؟ ان پر زکوٰۃ
ہی فرض نہیں ہوئی ہوگی۔ میرے اللہ کا شکر ہے لاکھوں روپیہ ہاتھ میں آتا ہے جاتا
ہے، لیکن کبھی مجھ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی، اب اس وقت بھی ڈیڑھ لاکھ کا مقروض
ہوں، ذاتی طور پر مقروض ہوں، اللہ کا شکر ہے میرا اللہ تعالیٰ مجھے دیتا ہے اور ادا کرتا
ہوں، مجھے تو اس قرضے کی بھی فکر نہیں، اللہ تعالیٰ دے دیں گے تو ادا بھی کر دوں گا۔
اللہ تعالیٰ قرض سے بچائے، اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، کوئی تشویش نہیں۔

روٹی کے لئے پریشان نہ ہو!

تمہیں ایک بات کہتا ہوں کہ روٹی کے مسئلہ کے بارے میں کبھی پریشان نہ

ہوا کرو، لوگوں کو اسی پریشانی نے کھا رکھا ہے، جہاں کا جہاں اسی روٹی کے مسئلہ میں
بنتا ہے، میاں! جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، تمہیں جان دی ہے، وہ جان کو بچانے کا
سامان بھی دے گا، اور جس دن جان لے جانی ہوگی اس دن تمہارا رزق ختم کر دے گا،
پھر ختم تلاش کرو گے، نہیں ملے گا، اور جب تک تمہارے اندر جان رکھنی ہے، اس نے
جان کا سامان بھی رکھنا ہے، چاہے تمہیں کھلانے پلانے کے ساتھ رکھے، چاہے اس
کے بغیر رکھے، تم کیوں پریشان ہوتے ہو، انشا اللہ کھانے کے لئے روٹی، پینے کے
لئے کپڑے دے گا، اور رہنے کے لئے جیسی کیسی جگہ بھی عطا فرمائے گا۔

شکر کیا کرو!

لیکن جو تمہیں ملی ہوئی ہے اس کا شکر ادا کیا کرو، کیوں میاں! کبھی اس کا
شکر بھی کیا ہے؟ اور زیادہ تو مانگتے ہیں، اور ہماری ہوس کی دوزخ "ھلُّ مِنْ مَزِيدٍ!"
پکارتی ہے، لیکن کبھی اس کا شکر بھی کیا ہے؟

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تھے تو سب
سے پہلے یہ دعا پڑتے تھے:

”الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وكسانا“

واؤانا۔“

یعنی میرے اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، ہماری
کفایت فرمائی اور ہمیں ٹھکانا دیا۔

کیونکہ: ”وَكُمْ مِنْ لَا كَافِي لَهُ وَلَا مُؤْوِي“ یعنی کتنے ایسے لوگ ہیں
جن کی کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور کوئی ان کو ٹھکانا دینے والا نہیں، تم اللہ کی کفایت
اور اللہ کے ٹھکانا دینے میں آجائو، تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟

آیت کا صحیح مفہوم:

خیر! تو بعض لوگوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس ارشادِ الہی کی بنا پر بچپن ہی سے نبی مبارکے گئے اور پیدا ہوتے ہی وہ نبی تھے، یعنی وہ پیدا ہی نبی ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ خود فرماتے ہیں: ”إِنَّمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ مَا ذُمِّثَ حَيَّاً وَجَعَلْنَا مُبَارَّكًا أَمَّا مَا كُنْتُ وَأَوْصَنْتُ بِالصَّلَاةِ وَالرَّزْكَةِ مَا ذُمِّثَ حَيًّا وَبَرَا بِوَالدَّيْتِيِّ وَلَمْ يَجْعَلْنَا جَبَارًا شَقِّيًّا وَالسَّلَامُ عَلَى يَوْمِ الْمُرْدُثِ وَيَوْمَ الْمُؤْمُثِ وَيَوْمَ أُبَيَّثَ حَيًّا“

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ ابھی مجھے کتاب ملی ہے، کیونکہ یہ ایک روز اور ایک دن کا بچہ کہہ رہا ہے، اس لئے کہ بچہ پیدا ہوا، اماں اٹھا کے لے آئیں قوم کے پاس، فرشتے نے کہا: لے جاؤ اس کو تم کہہ دینا میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، میں نہیں بولوں گی، اپنے منہ کی طرف اشارہ کر دینا، اس بچے کی طرف اشارہ کر دینا، خود ہی بتائے گا، تو ایک دن کا بچہ یہ کہہ رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آئندہ ان کے بارے میں جو فیصلے کر رکھے ہیں، ان کی اطلاع دینی مقصود ہے، مگر اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے بلوار ہے ہیں۔

نبوت ملنے کی اطلاع پہلے اور ظہور بعد میں:

تو گویا نبوت چالیس سال کے بعد ملی، اور نبوت کا ظہور بھی چالیس سال کے بعد ہوا، البتہ اس کی اطلاع پہلی دے دی گئی۔

جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ: یا رسول اللہ! آپ کو نبوت کب ملی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام ابھی اپنے آب و گل، مٹی اور پانی میں گوندھ رہے ہوئے تھے کہ میں اس وقت بھی نبی اور خاتم النبیین تھا، چنانچہ فرمایا:

”وَكُنْتَ نَبِيًّاٰ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَآدَمَ مَنْجَدِلَ بَيْنَ

الظِّنَّةِ“

یعنی میں نبی اور آخری نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی گندھے ہوئے تھے اپنی مٹی گارے میں۔

لیکن اس کا یہ معنی تو نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عالم ظہور میں بھی نبی تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے نبی بنا دیئے گئے تھے، مگر اس عالم میں نہیں، اس عالم میں بنائے گئے تھے، البتہ چالیس سال کے بعد اس کا ظہور اس وقت ہوا جب اعلان نبوت فرمایا۔

جنتی جوان اور نبوت ملنے کی عمر:

سوال:.... حدیث میں تو آتا ہے کہ جنتی جوان ہوں گے اور عمر ۳۳ سال کی ہوگی، جنت کی جوانی کی عمر ۳۳ سال کہی گئی ہے، تو نبوت کی عمر چالیس سال کیوں رکھی گئی ہے؟

جواب:.... وہ تو یہ آتا ہے کہ سب کے سب کے سب جنتی جوان ہوں گے، اور بے ریش ہوں گے، داڑھیاں نہیں ہوں گی، اس لئے کہ ہمارے جو پرانے بزرگ تھے وہ بھی میں، میں، پھیس، پھیس سال تک لڑکے لڑکیاں ساتھ کھیلا کرتے تھے، ان کو کسی چیز کا پتہ ہی نہیں ہوتا تھا، جس کی عمر کا پیمانہ ایک ہزار سال کا ہو وہ بالغ کب ہوگا؟ یہ تم خود ہی دیکھ لو! اب چونکہ عمر یہ بھی چھوٹی چھوٹی ہو گئی ہیں، اس لئے بلوغت بھی جلدی ہو جاتی ہے، اور یہ چڑے چڑیوں کی طرح جلدی جلدی بالغ بھی ہو جاتے ہیں۔

امل جنت کی عمر ۳۳ سال کی ہوگی: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی تک اس عمر کو نہیں پہنچے کہ ان کی داڑھی آجائے، وہ ہے ۳۳ سال، اب آپ خود ہی اندازہ لگالیں ان کی زندگی کتنی لمبی ہو گی؟ اس کے مطابق وہ سدا بہار جوان رہیں گے اور بے

ریش ہوں گے۔

جنت میں دو داڑھیاں!

بعض روایتوں میں آتا ہے... واللہ اعلم... ان روایتوں کی صحت کہاں تک ہے؟ کہ صرف دو داڑھیاں جنت میں ہوں گی، ایک آدم علیہ السلام کی وہ جد الانبیا ہیں، یعنی اولاد آدم کے باپ اور ابوالبشر ہیں، اور دوسرے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، بس مردوں کی حد تک یہی دو پہنچے، یعنی باقی سب پہنچے ہی پہنچے ہیں۔

پری کے روپ میں ڈائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ) حَمْدُهُ جَاءَهُ الذِّينَ اصْطَفَاهُ!

قادیانیوں کا کلمہ اسلام پر ایمان نہیں:

قادیانیوں کا کلمہ اسلام پر ایمان نہیں ہے، اس لئے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے غلام احمد قادیانی کو نبی و رسول کہتے اور مانتے ہیں، نعوذ باللہ! وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و شریعت کو منسوخ اور ناقابل ایمان کہتے ہیں۔ اس لئے جب قادیانی، مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے کلمہ اسلام: ”لَا إِلٰهَ
 إِلَّا اللّٰهُ رَسُولُ اللّٰهِ“ پڑھتے ہیں تو ان کے نزدیک ”محمد رسول اللہ“ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہوتے، بلکہ ان کے نزدیک ”محمد“ سے مراد۔ نعوذ باللہ۔ غلام احمد قادیانی ہوتا ہے، اس لئے وہ کلمہ گو نہیں، بلکہ کلمہ اسلام کے منکر ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کلمہ اسلام تو پڑھے مگر اس میں موجود ”محمد رسول اللہ“ سے کوئی دوسری شخصیت مراد لے تو کہا جائے گا کہ یہ کلمہ کامنکر ہے، کیونکہ وہ کلمہ تو پڑھتا ہے مگر کلمہ اسلام نہیں، بلکہ کسی دوسرے کا کلمہ پڑھتا ہے، تھیک اسی طرح اگرچہ قادیانی کلمہ ”لَا إِلٰهَ
 إِلَّا اللّٰهُ رَسُولُ اللّٰهِ“ تو پڑھتے ہیں مگر چونکہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے غلام احمد قادیانی کو رسول و نبی مانتے ہیں اس لئے منکر اسلام اور منکر کلمہ ہیں۔

مرزا قادیانی اپنے کو ”محمد رسول اللہ“ کہتا ہے:
اس تہبید کے بعد اب سنو کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ”ایک غلطی
کا ازالہ“ میں لکھتا ہے:

”محمد رسول الله والذين معه اشداء على
الكافر رحمة بينهم۔ اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا،
اور رسول بھی۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص: ۳، روحا نی خزانہ ج: ۱۸ ص: ۲۰)

یعنی مرزا غلام احمد کذاب کہتا ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی
ہے اور اس اللہ کی وحی، یعنی وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے، اور رسول بھی، اس کا
مطلوب یہ ہے کہ... نعوذ باللہ... اب اس دور کا ”محمد رسول اللہ“ غلام احمد ہے۔ اب بتاؤ
کہ جو لوگ غلام احمد کو ”محمد رسول اللہ“ مانتے ہوں، اور غلام احمد کے الہاموں کو وحی
الہی کہتے ہوں، وہ مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں؟ توبہ! توبہ! انہیں، ہرگز نہیں۔

جو غلام احمد قادیانی کو ”محمد رسول اللہ“ کہیں وہ مسلمان ہیں؟
سوال: ... کالج اور یونیورسٹی کے لڑکے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم
قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہو؟

جواب: ... میں کہتا ہوں جب ایسے لڑکے تم میں سے کسی کے پاس آئیں یا
کسی ذمہ دار کے پاس آئیں تو ان کو اس کتاب کا حوالہ دو بلکہ کتاب کا حوالہ مجھ سے
لے جاؤ، اور اس کے سامنے وہ حوالہ رکھ کے پوچھو کہ جو آدمی غلام احمد کو ”محمد رسول
الله“ کہتا ہے، تم ہی بتاؤ کہ وہ مسلمان ہے کہ نہیں؟

تردید مرزا سیت کے لئے ”کلمۃ الفصل“ کافی ہے:
مرزا غلام احمد کا لڑکا ہے بیش احمد ایم اے، نامعلوم ایم اے بھی تھا یا ایویں

ہی تھا؟ اس کی کتاب ہے ”کلمۃ الفصل“، ۱۹۷۳ء میں آسمبلی کی کارروائی کے دوران اثارنی جزل سمجھی بختیار نے ہمیں کہا تھا کہ: تم تو خواہ خواہ کتابوں کا پلندہ اٹھائے پھر رہے ہو، قادیانیت کی تردید کے لئے تو صرف یہی ایک کتاب کافی تھی، یعنی قادیانیت کے خلاف مقدمہ لڑنے کے لئے مرزا شیر احمد کی یہی ایک کتاب ”کلمۃ الفصل“ ہی کافی تھی۔

مرزا سیت، پری کے روپ میں ڈائیں ہے:

اس میں مرزا شیر احمد نے خود ہی ایک سوال اٹھایا ہے کہ اگر غلام احمد نبی ہے تو تم اس کا کلمہ کیوں نہیں بناتے؟ میں نے اپنے کئی رسالوں میں اس کو نقل کیا ہے اور اس کو سمجھایا ہے کہ یہ کیا کہنا چاہ رہا ہے؟ تم لوگ سمجھتے نہیں! تم لوگ نہیں جانتے کہ یہ مرزا نبی ہیں کیا چیز؟ ڈائیں ہوتی ناں ڈائیں! جو کبھی کبھی پری کی شکل میں بھی آجائی ہے، دراصل وہ ہوتا تو ہے ”جن“ اور ڈائیں، لیکن آتی ہے بڑی خوبصورت پری کی شکل میں، چنانچہ اگر تم ایک مرتبہ اس کے چنگل میں پھنس گئے تو پھر ساری عمر نہیں چھوٹ سکتے، بلکہ مر کے ہی چھوٹو گے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا اور تم نے دیکھا بھی ہے کہ مغرب کا جمہوری نظام اور پرے بداروں اور اندر وون تاریک تر ہے۔

بظاہر خوشنما اندر سے بدتر:

مولانا روی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول: اور پرے دیکھو تو قبر پر غلاف پڑے ہوئے ہیں، پھر اس پر سنگ مرمر بھی لگا ہوا ہے، زور شور سے صفائی ہو رہی ہے، لیکن اندر اللہ کا قبر ہے، تھیک اسی طرح غلام احمد قادیانی کا حال ہے کہ بظاہر خوشنما مگر اندر سے بدتر ہے، تو ان قادیانیوں کا ظاہر بھی اس قبر کی طرح خوشنما ہے مگر ان کا دل تاریکی قبر سے زیادہ اندھا اور سیاہ ہے۔

ان سے پوچھو کہ جو شخص ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھتا ہو اور ساتھ یہ

بھی کہے کہ۔ نعمoz باللہ۔ ”محمد رسول اللہ“ سے مراد مرزا غلام احمد قادریانی ہے تو وہ مسلمان کیسے ہوا؟ ہمیں یہ معاملہ سمجھا دو!

مرزا تی، محمد رسول اللہ کا نہیں غلام احمد کا کلمہ پڑھتے ہیں:

ایک طرف تم کہتے ہو کہ قادریانی کلمہ گو ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں، پھر تم یہ بھی کہتے ہو کہ جب قادریانی کلمہ گو ہیں تو کلمہ گو کو کافر کیوں کہا جاتا ہے؟ میں کہتا ہوں ایک آدمی کہتا ہے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ ”محمد رسول اللہ“ کا مصدق مرزا ہے، تو خود ہی بتلاو کہ وہ شخص مرزا کا کلمہ پڑھتا ہے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہے؟ اور یہ بھی بتلاو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہوتا ہے یا مرزا کا کلمہ پڑھنے والا؟

منکر کلمہ کی طرح مدعی نبوت بھی کافر ہے:

میں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا اور آج تمہیں بھی وہ بات اچھی طرح سمجھا دیتا ہوں کہ جس طرح کوئی آدمی اگر کلمہ کا منکر ہو جائے تو وہ مسلمان نہیں رہتا، ٹھیک اسی طرح... اللہ معاف کرے... اگر کوئی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ بھی مسلمان نہیں رہتا۔ چنانچہ اگر قادریانی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ بول کر اس کا مصدق مرزا کو رسول اللہ بنالیں تو یہ کیونکر مسلمان کہلانیں گے؟

قادریانی، پیشاب پر زمزم، خزیر کے گوشت پر بکرے اور کفر

پر ایمان کا لیبل لگانے کی وجہ سے ڈبل مجرم ہیں:

یہ بالکل ایسے ہی جیسے گندگی کے اوپر لیبل چکا دیا جائے حلوبیات کا اور اس کے اوپر چاندی کے ورق بھی لگادیئے جائیں، کیا وہ حلوبہ بن جائے گا؟ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ یہ صرف جرم ہی نہیں بلکہ ڈبل جرم ہوا، کیونکہ ایک تو یہ کہ یہ گندگی کھلاتا

ہے، دوسرا یہ کہ یہ جلوہ کہہ کر کھلاتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی شراب کو شراب کہہ کر بیچتا ہے تو شریعت کی نظر میں جرم ہے، لیکن ایک آدمی وہی شراب بیچتا ہے مگر کہتا ہے کہ... نعوذ باللہ، استغفار اللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ... یہ زمزم ہے، تو یہ بھی جرم ہے، مگر کتنا بڑا جرم ہے؟ ہے تو یہ بھی اور وہ بھی جرم، لیکن یہ پہلے کی نسبت زیادہ بڑا جرم ہے، اسی طرح ایک آدمی... نعوذ باللہ، استغفار اللہ... لوگوں کو خنزیر کا گوشت کھلاتا ہے، یہ جرم ہے، لیکن اگر ایک آدمی خنزیر کے گوشت کے بارہ میں کہتا ہے کہ جو دنبہ جنت سے حضرت اسماعیل کے بدله میں آیا تھا، یہ اس کا گوشت ہے! گویا خنزیر کے گوشت کو دنبہ کا گوشت کہہ کر بیچتا ہے، تو اس کا جرم ڈبل ہوا ہاں!

قادیانیوں کے لئے "کافر" کا لفظ بھی چھوٹا ہے:

قادیانیوں تم کہتے ہو کہ مسلمان ہمیں کافر کیوں کہتے ہیں؟ ہمیں تو یہ بھی میں نہیں آتی کہ ہم تمہیں کہیں تو کیا کہیں؟ کیونکہ تم نے اتنا بڑا اور عظیم جرم کیا ہے کہ اس کے لئے کافر کا لفظ بھی چھوٹا ہے، کیونکہ تم نے غلام احمد جیسے آدمی کو... نعوذ باللہ... محمد رسول اللہ بنادیا اور اس کا کلمہ پڑھا۔ تم کلمہ کے منکر تو اس وقت ہے تھے جب تم نے غلام احمد قادیانی کو نبی مانا اور "لا الہ الا اللہ مرزا رسول اللہ" کہا تھا، لیکن جب تم نے کہا کہ: "محمد رسول اللہ مرزا ہے، اور مرزا محمد رسول اللہ ہے"، تو تم ہی بتاؤ کہ یہ گستاخی کس حد تک جا پہنچی ہے؟ اس کے باوجود بھی تم کہتے ہو کہ مسلمان ہمارے کلمہ کا اعتبار نہیں کرتے۔

کلمہ میں مرزا بھی شامل ہے؟

خیر تو میں کہہ رہا تھا کہ مرزا بشیر احمد نے یہ سوال انھیا ہے کہ ہم اپنا کلمہ کیوں نہیں بناتے؟ اس نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ "محمد رسول اللہ کا لفظ کہنے سے اس میں سارے

نبی آجاتے ہیں، مرزا بھی ان میں شامل ہے۔”...بِعُوذِ بِاللَّهِ...” ”محمد رسول اللہ“ میں مرزا بھی شامل ہے۔

مرزا بعینہ محمد رسول اللہ ہے؟

آگے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ: ”ہمارے نزدیک تو کوئی نیا آدمی آیا ہی نہیں، بلکہ محمد رسول اللہ ہی آیا ہے، یعنی غلام احمد قادریانی بعینہ محمد رسول اللہ ہے، جب غلام احمد بعینہ محمد رسول اللہ ہے تو ہمیں نے کلمہ کی ضرورت ہی نہیں، گویا لفظ وہی پرانے ہیں مگر مفہوم نیا ہے۔

مرزا سیوں کے جھوٹ کا پول:

آج کل قادریانی اس کا بڑے زور شور سے انکار کرتے ہیں اور مرزا طاہر نے بھی اس کا انکار کیا ہے کہ جھوٹ ہے، میں نے کہا: جھوٹ بولنے کے تم عادی ہو! ہمیں کوئی شکایت نہیں، جو جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے اس سے ہر قسم کے جھوٹ کی توقع رکھی جاسکتی ہے، اس لئے کہ ”ریویو آف ریبلجنز“ بابت مارچ/اپریل ۱۹۱۵ء، جلد ۱۲، شمارہ: ۳/۲، بعنوان ”کلمۃ الفصل“: ۹۱، ۱۸۲، آج بھی مطبوعہ موجود ہے، اور اس میں مرزا بشیر احمد ایم اے کا یہ اقتباس قادریانی امت کا منہ چڑا رہا ہے، ملاحظہ ہو:

”پانچواں اعتراض: یہ کیا جاتا ہے کہ اگر نبی کریمؐ کے

بعد مرزا صاحب بھی ایسے نبی ہیں کہ ان کا ماننا ضروری ہے تو پھر

مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان کسی حق کا انکار

کرتا ہے تو اس کی عقل ماری جاتی ہے، اور وہ ایسی بہکی بہکی

باتیں کرتا ہے کہ ایک بچہ بھی انہیں سن کر ہٹنے۔ اب یہ کیسی

بیوقوفی کی بات ہے کہ مرزا صاحب کا ماننا اگر ضروری ہے تو ان کا

کلمہ کیوں نہیں پڑھتے۔ غالباً مفترض کا یہ خیال ہے کہ کلمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اس غرض سے رکھا گیا ہے کہ وہ آخری نبی ہیں، تبھی تو یہ اعتراض کرتا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ کے بعد کوئی اور نبی ہے تو اس کا کلمہ بناؤ، نادان اتنا نہیں سوچتا کہ محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں تو اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں، ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انہیاً شامل تھے، مگر مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی، لہذا مسیح موعودؑ کے آنے سے نعوذ باللہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کا کلمہ باطل نہیں ہوتا بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چکنے لگ چاتا ہے۔ غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعودؑ کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔ علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: صار وجودی وجودہ، نیز: من

فرق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفنی وما رأی اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت اخرين منہم سے ظاہر ہے، پس صحیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں، ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی، فتدبروا۔“ (کلمۃ الفصل ص: ۱۵۷، ۱۵۸)

غلام احمد کے بارہ میں مرزا یوں کا عقیدہ:

سنوا! غلام احمد قادریانی کا ایک شاعر تھا... نعوذ باللہ... گویا مرزا غلام احمد کا ”حسان بن ثابت“ جس کا نام تھا: اکمل، اور اکمل کے نام سے ہی شاعری کرتا تھا، اس نے مرزا غلام احمد کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس کو اس نے خوش خط لکھوا کر، فریم کر کے مرزا غلام احمد کو پہنچوایا، یعنی اس کی خدمت میں پیش کیا، اور مرزا نے اس کو بہت ہی پسند کیا اور اس کو دعا میں دیں، وہ قصیدہ کیا تھا؟ اس کے چند شعر میں تمہیں سنادیتا ہوں:

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دار الامان میں

یعنی اے عزیز مرزا یو! اپنا امام غلام احمد ہے، اور ”دارالامان“ کہتے ہیں قادریان کو تو امام اپنا عزیزو اس جہاں میں یعنی اس جہاں میں ایک ہی امام ہے ہمارا اور وہ ہے غلام احمد، غلام احمد ہوا دار الامان میں۔

غلام احمد، عرشِ ربِ اکبر؟

غلام احمد ہے عرشِ ربِ اکبر
مکان اس کا ہے گویا لامکاں میں

نعوذ باللہ! یعنی غلام احمد عرشِ ربِ اکبر ہے اور اس کا مکان گویا لامکان
میں ہے۔

غلام احمد بیعتِ محمد رسول اللہ؟

آگے چلتے چلتے مزید کہتا ہے کہ:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں

تم نہیں سمجھے کہ کیا بک رہا ہے؟ کہتا ہے کہ نعوذ باللہ! محمد پھر اتر آئے ہم
میں، اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مرزا کی
شکل میں آگئے ہیں، اور پہلے سے بڑھ کر اس کی شان ہے۔

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

اس بکواس پر آج تک مرزا کی خود شرمندہ ہیں، اور کہتے ہیں کہ جی شاعرنے
کہہ دی تھی کوئی نظم! حالانکہ یہ نظم غلام احمد قادیانی کی خدمت میں پیش کی گئی اور اس
نے اس شاعر کو دعا میں دیں، پھر بعد میں یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اخبار بدر میں
چھپی تھی، جو آج تک ہمارے پاس اصل رسالے میں چھپی ہوئی محفوظ ہے، ہم نقل در
نقل نہیں کر رہے، بلکہ یہ نظم مرزا غلام احمد کے اس اخبار میں چھپی ہے جو مرزا کی وحی کا
ترجمان تھا، چنانچہ مرزا غلام احمد ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

وہ جو سچ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہو گا وہ دو فرشتے
یہ میرے دو اخبار ہیں: ”الحکم“ اور ”بدرا“۔

تو جو لوگ یہ غلام احمد قادیانی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر
مانتے ہوں اور یہ کہتے ہوں کہ غلام احمد بیعتِ محمد رسول اللہ ہے، اگر وہی لوگ کہیں: ”لا

الله الا اللہ محمد رسول اللہ، تو تم ہی بتلاو کیا یہ کلمہ گو ہیں؟

مرزاںی کلمہ گو نہیں:

میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب بھی کوئی قادریانی تم سے کہے کہ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں، پھر ہمیں کیوں کافر کہتے ہو؟ تو اس سے کہو کہ تم کس کا کلمہ پڑھتے ہو؟ جواب دو! کیا تم محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہو؟ ہرگز نہیں! بلکہ تم مرزا غلام احمد کا کلمہ پڑھتے ہو، اور جو شخص کسی دجال کو... نعوذ باللہ... محمد رسول اللہ کہے، کیا وہ حضور کو مانتے والا کہلا سکتا ہے؟

”تحذیر الناس“ کی عبارت سے دھوکا:

قادیانی کہتے ہیں کہ ”تحذیر الناس“ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اگر بالفرض کوئی اور نبی آجائے تب بھی حضورؐ کی خاتمت میں فرق نہیں پڑتا، لہذا اگر غلام احمد قادریانی کو نبی مان لیں تو ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

”تحذیر الناس“ کی آڑ میں حضرت نانوتویؓ پر اعتراض:

ہمارے بریلوی بھائی اور مرزاںی دونوں ہی یہ اعتراض کیا کرتے ہیں، جبکہ قادریانی ختم نبوت کا انکار کرنے کے لئے مولانا کی آڑ لیتے ہیں، البتہ ہمارے بریلوی بھائی اس کی آڑ میں مولانا قادری قاسم نانوتوی قدس سرہ کی برائی کرتے ہیں، مقصد دونوں کا الگ ہے، لیکن نقل وہ بھی کرتے ہیں، اور وہ بھی کرتے ہیں۔

ایک ولچسپ لطیفہ:

اس کا جواب دینے سے پہلے میں تمہیں ایک لطیفہ سناتا ہوں، وہ یہ کہ میں انگلینڈ گیا تھا، وہاں ڈیوزبری میں تھا، ہم نے وہاں جلسہ کروایا، اور ایک بریلوی مولوی

کو بھی بلا لیا، کیونکہ ختم نبوت کا جلسہ تھا، یہاں تو سب آتے ہیں اور سب کو آنا بھی چاہئے، یہاں کسی دیوبندی، بریلوی یا کسی دوسرے مسلک کی بات نہیں ہوتی، یہاں تو ایک ہی ختم نبوت کی بات کرنی چاہئے، ہاں! اگر کوئی آگے پیچھے کوئی دوسری بات کرتا ہے تو وہ اپنی ذمہ داری پر کرتا ہے، ہم اس سے بری ہیں، ان باتوں کے کرنے کے لئے دوسرے اشیع بہت ہیں، چنانچہ میں نے بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً سارے موضوعات پر ہیں، لیکن میں جب اشیع پر بیٹھوں گا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی بات کروں گا، اور اس حوالے سے بات کروں گا، دوسرے کسی حوالے سے بات نہیں کروں گا، لیکن اگر تم دوسرے حوالے سے کوئی بات کرنے پر مجبور کرو گے تو جواب ہی نہیں دوں گا، میں یہاں مزایوں کے سوا کسی فرقے کی بات نہیں کروں گا، کیونکہ مرزا تی مسلمان ہی نہیں ہیں، مسلمان کا طبقہ نہیں ہے۔ خیر وہ بریلوی مولوی صاحب وہاں پر بولتے رہے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانو توی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کچھ انہوں نے رُا بھلا کہنا تھا کہا، لیکن جب وہ تقریب سے فارغ ہو کر آبیٹھے تو میں نے ان سے کہا کہ: ”تحذیر الناس“ آپ کے پاس ہے؟ کہنے لگا: نہیں، میرے پاس تو نہیں ہے! میں نے کہا: کبھی آپ نے تحذیر الناس دیکھی بھی ہے؟ کہنے لگا: ابھی میں نے دیکھی بھی نہیں ہے! دراصل میں یہ چاہ رہا تھا کہ اگر اس کے پاس کتاب ہو، تو میں اسی کی کتاب اسی کو دکھادیتا، خیر تو میں نے دوسرے دوستوں سے کہا کہ بھائی کسی کے پاس کتاب ”تحذیر الناس“ مل جائے گی؟ اب الگینڈ میں ”تحذیر الناس“ کا ہونا کارے داردا! بہر حال ایک دوست نے کہا کہ: میرے پاس ہے، میں لاتا ہوں! اتنے میں وہ کتاب لے آیا، میں عصر کے بعد ان بریلوی مولوی صاحب کے پاس چلا گیا، چند دوست اور بھی میرے ساتھ تھے، کیونکہ میں نے مولوی صاحب سے کہہ دیا تھا کہ میں عصر کے بعد آؤں گا اور کتاب ساتھ لے کر آؤں گا، مجھے بھی وہ حوالہ دکھا دیتا کہ کہاں ہے؟ جب میں مولوی صاحب کے پاس پہنچ گیا تو میں نے کتاب ان

کے سامنے رکھ دی، مولوی صاحب تلاش کرتے رہے مگر ان کو وہ حوالہ نہیں ملا۔

منکرِ ختم نبوت، منکرِ قرآن ہے!

میں نے کہا: مولوی صاحب! تمہیں تو ملے یا نہ ملے البتہ میں تمہیں ایک حوالہ دکھاتا ہوں، جس میں مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرنے والا قرآن کریم کا انکار کرتا ہے، حدیث متواتر کا انکار کرتا ہے اور اجماع امت کا انکار کرتا ہے، لہذا وہ کافر ہے۔

کوئی صاحب مجھ سے یہ حوالہ آکر دیکھنا چاہے تو شوق سے آئے، میں دکھاسکتا ہوں۔ ”تحذیر الناس“ اس وقت اگرچہ میرے پاس نہیں ہے، مگر کتب خانہ میں شاید ضرور ہو گی، نہیں تو فیصل آباد سے تو بالکل ہی نئی مل جائے گی۔

ختم نبوت کا منکر، نمازِ بخیگانہ اور زکوٰۃ کے منکر

کی طرح کافر ہے:

چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانو توی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تحذیر الناس“ طبع قدیم کے صفحے گیارہ پر تصریح کی ہے کہ: یہ مسئلہ چونکہ قرآن سے بھی ثابت ہے اور چونکہ حدیث متواتر سے بھی ثابت ہے اور چونکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے، لہذا اس کا انکار کرنے والا ایسا کافر ہو گا جیسا کہ نمازِ بخیگانہ کا اور زکوٰۃ کا انکار کرنے والا کافر ہے، چنانچہ حضرت نانو توی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”.....ادھر تصریحاتِ نبوی مثل: ”انت منی بمنزلة

ہارون من موسمی الا انه لا نبی بعدی“ او کما قال۔ جو بظاہر بطرزِ ذکور اسی لفظ ”خاتم النبیین“ سے مانعوذ ہے، اس باب میں کافی، کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظِ ذکور بہ سنید متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ

عدم تواتر الفاظ، باوجود تواتر معنوی، یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر
تعداد رکعاتِ فرائض و وتر وغیرہ، باوجود یہ الفاظ احادیث مشر
تعداد رکعات متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر کافر ہوگا ایسا ہی اس کا
منکر بھی کافر ہوگا۔“
پہلے سوال کا جواب ہو گیا۔

حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا مفہوم:

باقی دوسری عبارت جو تم کہتے ہو وہ یہ کہ: ”اگر بالفرض ایسا ہو،“ بھلا یہ بات
اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو اس میں بھی حضرت نانوتویؒ کا قصور ہے؟ نہیں یہ تمہاری
عقل کا قصور ہے، مگر طرفہ تماشا یہ کہ اس پر دھڑلے سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ عبارت
لکھنے والا کافر ہے، کیا یہ کہنا اور لکھنا صحیح ہوگا؟ کیونکہ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا: ”اگر تم
بالفرض“ یہ تو تم خود ہی سمجھ لو کہ ”اگر بالفرض“ کے الفاظ کے اندر کیا مفہوم ہوگا؟ اگر تم
یہ بھی نہیں سمجھ سکتے تو تم ہی بتلوا پھر ہم تمہیں کیسے سمجھائیں کہ ”ختم نبوت زمانی“ کیا
ہوتی ہے؟ ”ختم نبوت مکانی“ کیا ہوتی ہے؟ اور ”ختم نبوت مرتبی“ کیا ہوتی ہے؟

درachiل ”ختم نبوت مرتبی“ یہ ہے کہ جس میں ساری قسم کی خاتمیوں کا ذکر
ہو، غالباً یہ تمہاری سمجھ میں آنے کا مسئلہ نہیں ہے، تم تو بس اسی سے سمجھ لو کہ ایک شخص
کہتا ہے کہ ختم نبوت زمانی یعنی زمانے کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم
النبین ہونا، پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین ہونا قرآن سے ثابت ہے،
حدیث متواتر سے ثابت ہے اور اجماع امت سے ثابت ہے، اور اس کا انکار کرنے
والا قطعی کافر ہے۔ سوال یہ ہے کہ تم اس عبارت کو ذکر کیوں نہیں کرتے؟ یہ بھی تو
”تحذیر الناس“ میں ہے۔

مرزا یوں اور بریلویوں کی عقل کا ماتم!

مرزا یوں! تم سے بھی پوچھتا ہوں اور اپنے ان بریلوی بھائیوں سے بھی پوچھتا ہوں کہ آخر کس مصلحت سے یہ عبارت چھپاتے ہو...؟ اگر بالفرض! ختم نبوت کے وہ معنی لئے جائیں جو اس احقر نے بیان کئے ہیں، تو پھر بالفرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آ جاتا تب بھی خاتمیت میں فرق نہ آتا، یہاں یہ فرمایا گیا کہ: ”اگر بالفرض کوئی نبی آ جاتا“، اب یہ سمجھنے کی بات ہے کہ لفظ ”آ جاتا“ اور ”ہے“ کے معنی میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اب اگر کسی کو ”آتا“ اور ”ہے“، ”آ جاتا“ اور ”ہے“، ”آنے“ اور ”آ جاتے“ کا فرق بھی نہیں آتا تو اسے میں کیا سمجھاؤں...؟

فرضِ محال سے حقیقت ثابت نہیں ہوتی:

کیا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ: ”اگر زید عورت ہوتا تو بچے جن سکتا تھا“، کیا اس کہنے سے زید عورت بن گیا؟ اسی طرح اگر کوئی اپنی گھروالی سے کہے کہ: ”میں عورت ہوتی تو بچے جنتی“، تو کیا اس سے وہ عورت بن گیا؟ یا وہ بچے جننے لگ گیا؟ اسی طرح کیا حضرات امہات المؤمنینؓ نے یہ نہیں کہا تھا کہ: ”اگر ہم مرد ہوتے تو ہم جہاد میں حصہ لیتے“، کیا ان کے اس کہنے سے وہ مرد بن گئیں؟ اور جہاد میں حصہ لینا ثابت ہو گیا؟ اسی طرح اگر میں کہہ دوں کہ: ”میں عورت ہوتی تو بچے جنتی“، کیا اس سے میرا عورت ہونا ثابت ہو گیا؟ اور بچے جننا ثابت ہو گیا؟ لہذا مجیسے یہاں فرضِ محال سے حقیقت ثابت نہیں ہوتی، تو اگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک محال کا فرض کرتے ہیں تو اس سے اجرائے نبوت کیسے ثابت ہو گیا؟ لہذا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو معنی میں نے لئے ہیں، اگر بالفرض یہ معنی لئے جائیں تو اس صورت میں اگر بالفرض حضورؐ کے بعد بھی نبی آ جاتا تو خاتمیت میں کوئی فرق نہ آتا، لیعنی حضرتؐ اس خاتمیت کی بات کر رہے ہیں، جس کے منکر پر وہ خود کفر کا فتوی دے

رہے ہیں، مطلقاً خاتمیت کی بات نہیں فرمائے، کسی دوسری خاتمیت کی بات نہیں ہو رہی کہ اگر حضورؐ کے بعد بالفرض کوئی نبی آ جاتا، ”آ جاتا“ سے ”آن“ مراد نہیں ہے، اس سے زیادہ تمہیں کیا سمجھائیں؟

ظہورِ مہدی کا ذکر قرآن میں:

سوال:... قرآن مجید میں تو مہدی کے ظہور کا کوئی ذکر نہیں ہے؟

جواب:... اگر ایسا ہے تو پھر مرزا غلام احمد قادریانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیوں کیا تھا؟ یعنی اگر قادریانی یہ سوال کرتے ہیں کہ قرآن میں تو ظہورِ مہدی کا کوئی ذکر نہیں! تو میں نے کہا کہ پھر غلام احمد قادریانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیوں کیا؟ یہ تو ہے الزامی جواب۔

تحقیقی جواب:... یہ ہے کہ ذکر تو ہے مگر قادریانیو! تمہاری عقل وہاں تک نہیں پہنچتی، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ”یوم یأتی بعض ایات ربک“ کیوں بھی؟ یہ لفظ قرآن میں موجود ہے کہ نہیں؟ یعنی جس دن آئیں گی کچھ نشانیاں تیرے رتب کی، اور کچھ نشانیوں کی تفسیر و تاویل کو دیکھ کر علمائے امت نے بیان کیا اور اس پر امت کا اجماع ہو گیا کہ ان نشانیوں سے مراد ہے: حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا، دجال کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نازل ہونا، دابة الارض کا نکلنا، یا جوج و ماجون کا نکلنا، اور مشرق و مغرب میں خف ہونا، اور آفتاب کا مغرب کی جانب سے نکلنا وغیرہ، یہ ساری باتیں گویا اس آیت میں اجھا ذکر فرمائی گئی ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے وہ نشانیاں ذکر فرمائی ہیں۔

کسی کو چاند نظر نہ آئے تو چاند کا نہیں اس کی نظر کا قصور ہے: بھائی! آخر اس کا کیا علاج کیا جائے کہ چاند تو نکلا ہوا موجود ہے، لیکن

چونکہ تمہاری نظر کمزور ہے، اس لئے تمہیں تیسویں کا چاند بھی نظر نہیں آتا، صرف تیسویں کا ہی نہیں بلکہ تمہیں تو تیسری کا چاند بھی نظر نہیں آتا، اور بعضے تو ایسے انہیں ہیں کہ دوپہر کے وقت کا سورج بھی ان کو نظر نہیں آتا۔ تم ہی بتاؤ! اس کا کیا علاج کیا جائے؟ بھائی! اپنی نظر ہی کا علاج کرو۔

اشراط الساعہ میں ظہورِ مہدی بھی داخل ہے:

اچھا اس بات کو ایک اور طریقے سے سمجھاتا ہوں وہ یہ کہ قرآن کریم میں ظہورِ مہدی کا ذکر ہے۔ آپ کہیں گے وہ کیسے؟ میں کہتا ہوں یہ بتاؤ کہ قرآن مجید میں قیامت کا ذکر ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے قرآن مجید میں قیامت کا ذکر ہے، اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ جب قیامت آئے گی تو قیامت سے پہلے کچھ نشانیاں ظاہر ہوں گی، اور قرآن کریم نے اس کا نام رکھا ہے: ”اشراط الساعۃ“ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے: ”جَاءَ اشْرَاطُهَا“ (اشراط الساعۃ) یعنی قیامت کی علامتیں۔ اور قیامت کی علامتیں دو قسم کی ہیں: ایک چھوٹی علامتیں اور ایک بڑی علامتیں۔

چھوٹی علامتیں تو بہت ہیں، مگر بڑی علامتیں وہ کہلاتی ہیں جن کو دیکھ کر اندازہ لگایا جائے کہ اب دنیا کے ختم ہونے کا وقت قریب ہے، جیسے مریض میں بعض علامتیں دیکھ کر اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اب یہ بیمار ختم ہے۔

دیکھو تمہاری اور میری زندگی کو خطرہ تو ہر وقت ہی ہے، خدا جانے کب موت آجائے؟ لیکن ظاہری آثار تو کوئی نہیں نظر آرہے، نزلہ، زکام تو ہم کو ہوتا ہی رہتا ہے، طبیعت میں گڑ بڑ بھی ہو جاتی ہے، لیکن جب کوئی آدمی اتنا بیمار ہو جاتا ہے کہ اس کی جان سے اور زندگی سے مایوسی ہو جاتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اب اس کا وقت قریب ہے۔ ٹھیک اسی طرح قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ دس علامتیں ظاہر فرماؤں گے اور یہ علامتیں قیامت کی علاماتِ کبریٰ کہلاتی ہیں، چنانچہ حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ کا

ظہور بھی قیامت کی علاماتی کبریٰ کا مقدمہ ہے، تو جب قیامت کا اور اس کی علامات کا ذکر ہے تو اس کی علامت کبریٰ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا ذکر بھی اجھا۔ قرآن مجید میں موجود ہے، البتہ اس کی تفصیلات احادیث مبارکہ میں ملتی ہیں، اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ ظہور مہدی کا ذکر قرآن مجید میں ہے تو بے جانہ ہو گا۔

کوئی طاقت اور لامتحن سے دامنِ نبوت نہ چھڑاسکے!

میرے بھائیو! تم نے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا ہوا ہے، کوئی طاقت اور کوئی لامتحن سے اس دامن کونہ چھڑاسکے، یعنی تمہارا ایمان اتنا مضبوط ہوتا چاہئے، اس کے بعد کسی تمہارا ایمان ایسا نہیں ہوتا چاہئے کہ خدا خواستے سے دو پیسے یا دو آنے میں دے دو یا فروخت کر دو۔ تمہارے ایمان کی قیمت اتنی بڑی ہوئی چاہئے کہ:

موحد کہ در پائے ریزی زرش
کہ فولاد ہندی نہیں برسش

یعنی موحد کے پاؤں پرسونا لا کر ڈھیر کر دو یا چاہو تو فولاد ہندی کی تکوار اس کی گردن پر رکھ دو۔

امید و یاس نہ باشد بہ کس
ہمیں است بنیاد توحید و بس

اس کونہ کسی سے امید ہو اور نہ کسی کا خوف ہو، یہ ہے بنیاد توحید کی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا کر دے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر اتنا یقین ہو جائے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایسا ایمان ہو کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس راستہ سے نہ ہٹا سکے، اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت عطا فرمائے۔

قادیانی شبه کہ ہمیں کیوں غیر مسلم قرار دیا گیا؟

ایک صاحب سوال کر رہے تھے کہ آج کل مرزاًی اور قادیانی اپنے عقائد کا انکار اور خود اپنی تکذیب کر رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیں کیوں غیر مسلم قرار دلایا؟ لہذا اب نوجوانوں کو یہ سمجھانا مشکل ہو گیا ہے کہ ہم نے قادیانیوں کو کافر کیوں قرار دلایا تھا؟

اسی جواب کے سلسلہ میں عرض ہے کہ فیصل آباد میں ہمارے ایک دوست ہیں ناصر صاحب، ان کو نوجوانوں سے باتیں کرنے کا شوق ہے، میں نے ان کو کہا کہ: مرزاًی لڑکوں کو بھی دعوت دیا کرو! انہوں نے کہا: میں نے چند لڑکوں کو اس سلسلہ میں دعوت دی تھی اور پھر ان کے اشکالات رفع کرنے کے لئے انہیں لے لے کر پھر تارہ، کبھی ہم ایک مولوی کے پاس گئے، کبھی دوسرے اور کبھی تیسرے کے پاس گئے، مگر ان کے سوالوں کا کسی نے جواب نہیں دیا، جب کسی نے ان کے سوالوں کا جواب نہیں دیا تو قادیانی لڑکے مجھ سے کہنے لگے کہ: تمہارے مولویوں کو جواب تو آتا نہیں، مگر تم ہمیں کہتے ہو کہ قادیانیت چھوڑ دو!

تردید قادیانیت ایک فن ہے:

بھائی! تردید قادیانیت ایک فن ہے، اور یہ اُسے آئے گا جو اس کو سیکھے گا، جو نہیں سیکھے گا اُسے نہیں آئے گا، اس میں عیب کی کون سی بات ہے؟ ویکھو بھائی! جو فن مجھے نہیں آتا میں اس کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ چنانچہ میرے پاس بہت سے ایسے خطوط آتے ہیں جن کے جواب میں، میں پوری بات کہہ دیتا ہوں کہ میں نہیں جانتا!

دنیا بھر کے سوالوں کے جواب کا گر:

ہمارے حضرت حکیم الامت قدس سرہ و نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے تھے کہ:

مجھے ایک ایسا گر آگیا ہے کہ دنیا بھر کے سوالوں کا جواب دے سکتا ہوں، اور دنیا کے ہر سوال کا جواب میرے پاس ہے۔ عرض کیا گیا کہ: حضرت! وہ کیسے؟ فرمایا: جو بات آتی ہوگی اس کا جواب لکھ دوں گا اور جو بات نہیں آتی ہوگی کہہ دوں گا کہ میں نہیں جانتا! لیکن میرے نہ جاننے سے یہ توازن نہیں آتا کہ کوئی بھی نہیں جانتا، کیونکہ "فوق کُلِّ ذٰلِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" ہر علم والے کے اوپر اللہ نے ایک علم والا بنایا ہے، یہاں تک کہ چلے چلتے معاملہ اللہ کی ذات تک پہنچ جاتا ہے، اس سے اوپر کوئی عالم نہیں، ہر عالم سے بڑا عالم ہے، لیکن اس کے بعد اور اس کے اوپر کوئی عالم نہیں، تو میں نے ان سے یہی کہا کہ ان علمائے کرام نے سیکھا ہی نہیں تھا، اس لئے ان کو جواب نہیں آیا، تو ان کو جواب نہ آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ کسی کو بھی نہیں آتا۔

علماء سے شکایت:

ہمارے دوستوں کو علمائے کرام سے شکایت ہے، ضرور شکایت کریں، اجازت ہے، لیکن میں شکایت کا عادی نہیں ہوں، پھر خصوصاً اپنے لوگوں کی میں شکایت نہیں کیا کرتا، لیکن ایک شکایت تو مجھے بھی کہی لینے دیجئے! وہ یہ کہ ان بیچارے (علماء) کو تو سیاست سے فرصت نہیں، سیاسی مسائل سے فرصت نہیں، آپس کے جھگڑوں کے مسائل سے فرصت نہیں، غرض یہ کہ دوسرے مسائل سے فرصت نہیں، ہاں! ملک و ملت کے اور بھی بہت سارے مسائل ہیں، ان پر بھی روشنی ڈالو!

علمائے کرام کا اصل کام:

اصل بات تو یہ ہے کہ علمائے کرام کا کام ہے: "لوگوں کے ایمان اور اعمال کی حفاظت کرنا"، آج یہاں سے میری یہ تحقیقت لے کر جاؤ اور تمام علماء کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ تمہاری یہ سوچ کہ فلاں چیز دے دو، فلاں چیز خرید لو، اور فلاں اور فلاں، ان تمام فکروں کو چھوڑ دو، اس لئے کہ تم ناٹب نبی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا کام ہے امت کے ایمان اور ان کے عمل کی حفاظت کرنا اور ان کو ایمان اور عمل کی تلقین کرنا، اور بس! لہذا جو لوگ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ان کی مثال ایسے ہے جیسے دروازے پر کوئی پھرہ دار کھڑا ہو اور پاسبانی کر رہا ہو، تاکہ کوئی چور اور ڈاؤ ہمارے اموال کو لوٹ کرنے لے جائے۔

اسی طرح یہ ختم نبوت والے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت کی پاسبانی کر رہے ہیں، کیونکہ اصل مقصود امت کے ایمان اور عمل کی حفاظت ہے۔

آپؐ کی بعثت کا مقصد؟

ایک ہی لفظ یاد رکھو اور پڑے باندھ لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اسی مقصد کے لئے تشریف لائے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

”.....يَعْلُوْا عَلَيْهِمْ أَيَّاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيَعْلَمُهُمْ“

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ.....“ (الجمع: ۲)

ترجمہ:...”(ایک رسول انہی میں کا) پڑھ کر سناتا ہے

ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی۔“

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں سے ہے کہ امت کے سامنے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کریں، ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور ان کو پاک کریں، کیونکہ کتاب و حکمت سکھانا، ایمان اور عمل سکھانے کے لئے ہے، اور ان کو پاک کرنا، اسی طرح جو چیزیں کہ ایمان و عمل کے لئے مضر ہوں ان سے حفاظت کی تعلیم دینا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں سے ہے۔

ترزیکیہ کا مقصد:

آپ نے دیکھا ہوگا، خصوصاً چوبہ ری صاحبان اور جوز میندار آدمی ہیں وہ

جانتے ہوں گے کہ جب فصل کاشت کی جاتی ہے تو اس میں دوسری بے کار بوئیاں یا جڑی بوئیاں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ فصل کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں، کاشتکار فصل سے ان کو صاف کرتے ہیں اس لئے کہ ان کے ہوتے ہوئے فصل کو نقصان پہنچتا ہے، جس طرح کاشتکار ان سے زمین کی صفائی کرتا ہے ٹھیک اسی طرح نبی بھی اپنی امت کے ایمان و عمل کی فصل کو ان اعمال و عقائد سے صاف کرتا ہے جوان کے لئے مضر ہوں، یہ ہے ”ویز کیھم“ (ان کو پاک کر دینا) کا مصدقہ۔ گویا گندے عقائد سے، گندے اخلاق سے، گندی معاشرت سے، گندے معاملات سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کو پاک کرتے ہیں۔

منصب رسالت علمائے امت کے سپرد ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو منصب تھا، اور جو کام آپؐ کے سپرد کیا گیا تھا اب وہ علمائے ربانی اور علمائے حقانی کے سپرد ہے، یعنی مختصر یہ کہ امت کے ایمان اور عمل کی حفاظت کا کام اب آپؐ کے سپرد ہے، تو بھائی! اصل کام تو تمہارا یہ ہے، یہ جو تم دوسری چیزوں میں، لغویات میں مشغول ہو گئے ہو یہ تمہارا کام نہیں ہے، میں تمہیں اس سے روکتا ہوں، اب تم کہو گے کہ یہ مولویوں پر تنقید کر رہا ہے، بھائی! میں تنقید نہیں کرتا، لیکن بھائی میں علمائے کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ امت کے ایمان اور عمل کی فکر کرو! نہیں، نہیں! بلکہ اپنی فکر کرو اور اس کے ساتھ ساتھ امت کے ایمان و عمل کی بھی فکر کرو، دوسرے لوگوں سے تو صرف ان کے ایمان اور عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا، مگر تم سے پوری قوم کے بارے میں پوچھا جائے گا، کیونکہ تم پران کے ایمان و عمل کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

تردید قادیانیت کوئی مشکل نہیں:

ہاں! تو میں اپنے نوجوان دوست ناصر کا قصہ بتا رہا تھا کہ اس نے چند

نوجوانوں کو قادیانیت کے خلاف تلقین کی اور وہ علماء کے پاس گئے، اور انہوں نے علامہ سے اُنکے سید ہے سوال کئے، مگر علامہ نے ان کے سوالوں کے جواب نہ دیئے، میرے بھائی! یہ جواب دینا کوئی مشکل کام نہیں بشرطیکہ علامہ اس طرف متوجہ ہوں، اصل بات یہ ہے کہ علامہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔

مولانا عبدالغنی پیالوی اور تردید قادیانیت:

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ کام کوئی مشکل نہیں، چنانچہ تمہاری عبرت کے لئے اس پر ایک قصہ سناتا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالغنی پیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ضلع پیالہ میں گزرے ہیں، انہوں نے بیٹھ کر ایک مہینے تک مرزا غلام احمد کی کتابیں دیکھیں اور مطالعہ کیا، پھر ایک مہینے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کی تروید میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام ہے: ”هدایۃ الممتری عن غواۃ المفتری“ جس کو بعد میں، میں نے ختم نبوت کی طرف سے ”اسلام اور قادیانیت“ کے نام سے چھاپا ہے، اور مجھے یہ جان کر خوشی ہوتی ہے کہ الحمد للہ! ہمارے مرکزِ اسلامی دارالعلوم دیوبند نے بھی اسے اسی انداز اور نام سے چھاپا ہے، کتنی پائے کی کتاب ہے! اس کا اندازہ تو پڑھنے سے ہی ہوگا، بہر حال انہوں نے قادیانیت پر محنت کی، قادیانی کتابوں کا مطالعہ کیا اور کتاب لکھ دی، انہوں نے صرف کتاب ہی نہیں لکھی بلکہ مولانا نے اللہ آباد ہائی کورٹ میں جا کر ان کے خلاف مقدمہ لڑا۔

تو قادیانیت ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جو تمہارے لئے ناقابل حل ہو، خاص طور پر علمائے کرام کے لئے، مگر اے کاش! کہ تھوڑا سا وقت دے کر اس پر محنت کرو، متوجہ ہو جاؤ، اور اس کو سکھلو۔

قادیانیوں کو غیر مسلم کیوں قرار دیا گیا؟

اچھا تو مولانا صاحب نے سوال انھایا تھا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ قادیانیوں کو

کیوں غیر مسلم قرار دیا گیا؟ اس کے جواب کے سلسلہ میں میں تمہیں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں، ہوا یوں کہ ایک بار تین نوجوان دفتر میں میرے پاس آئے، چونکہ میں جب دفتر میں کام کرتا ہوں تو میری نظر صرف کاغذ پر ہی ہوتی ہے، اسی لئے جب وہ آئے اور انہوں نے سلام کیا تو میں نے بھی ٹھیکم السلام کہہ دیا اور اپنے کام میں لگ گیا، لیکن جب انہوں نے کہا: ہم وحدت کالوں فیصل آباد سے آئے ہیں، تو میں نے کہا: سناؤ ناصر صاحب ٹھیک ہیں؟ میں اب بھی اپنا کام کر رہا ہوں اور بات چیت بھی کر رہا ہوں۔ اتنے میں وہ کہنے لگے کہ: ہم احمدی ہیں! میں نے کاغذ اور قلم وہیں چھوڑ دیا اور کہا: کیسے تشریف آوری ہوئی؟ وہ کہنے لگے: آپ سے ایک سوال پوچھتا ہے! میں نے کہا: کیا پوچھتا ہے؟ کہنے لگے کہ: تم لوگ ہمیں کافر کیوں کہتے ہو؟ حالانکہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، ہم نماز پڑھتے ہیں، ہم روزہ رکھتے ہیں، تو تم ہمیں کافر کیوں کہتے ہو؟ چیزے ہمارے بعض نادان مسلمان کہتے ہیں کہ وہ ہم سے اچھے مسلمان ہیں، تو انہوں نے بھی کہا کہ: ہم تو اچھے مسلمان ہیں، ہمیں کافر کیوں کہتے ہو؟

اب دیکھو جو خود صاحب واقعہ ہے، اس کی طرف سے اگر سوال ہو تو جواب دینے کا بھی مزہ آتا ہے، اگر تم کوئی سوال بنائے دے دو اور میں اس کا جواب دوں تو مزہ نہیں آتا۔

خیر میں نے ان نوجوانوں سے کہا: میرا بھائی! آپ کے اس سوال کے دو جواب ہیں: ایک چھوٹا اور ایک بڑا۔ ایک آسان اور ایک مشکل۔

قادیانی، ہمیں اور دوسرے مسلمانوں کو کیوں کافر کہتے ہیں؟

چھوٹا اور آسان جواب تو یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں، اور کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھ رہا ہوں، میں قرآن کو بھی مانتا ہوں، محمد رسول اللہ کو بھی مانتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں، کلمہ گو ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پورے دین کو الف سے لے کر یا تک مانے کا تمہارے سامنے اقرار کرتا ہوں، تم ہی بتاؤ کہ تم مجھے کافر کیوں کہتے ہو؟ تم نے کہا کہ: ہم کلمہ پڑھتے ہیں، تم ہمیں کافر کیوں کہتے ہو؟ میں نے تمہارے سامنے کلمہ پڑھ دیا، اور میں نے تمہارے سامنے حلفاً اقرار کیا، خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر مجھ سے اقرار کراؤ کہ میں الف سے لے کر یا تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دین کو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے لائے تھے مانتا ہوں، بغیر کسی تاویل کے، بغیر کسی شک و شبہ کے، اور بغیر کسی خطاۓ نفس کے۔

یہاں میں حاضرین سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ دعا کرو کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس پر موت دے، بلکہ ہم سب کو اس پر موت دے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو بغیر کسی شک و شبہ کے، بغیر اپنی عقل کو استعمال کئے مانیں۔

محمد رسول اللہؐ کے سامنے اپنی عقل نہ چلاو:

بھائی! معاف کرنا، اپنی عقل میں دوسروں کے سامنے چلایا کرو، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ چلایا کرو، اپنے برابر والوں کے سامنے بے شک چلاو، اپنے چھوٹوں کے سامنے چلاو، یہ تم نے کس سے سیکھ لیا کہ تم اپنے بڑوں کے سامنے عقل چلاتے ہو؟ اور سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑوں کے بڑے ہیں، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کائناتِ آدمیت سے بڑے ہیں، ان سے بڑا کوئی نہیں، کائنات میں ان سے بڑا کوئی نہیں، اور ہم سے چھوٹا کوئی نہیں، افسوس! آج کل بچہ بڑا ہو کر باپ کی گستاخی کرتا ہے اور... نعوذ باللہ... اس کے سامنے ہاتھوں کو کپڑ لیتا ہے۔

مجھ سے سن لو! یہ شرطِ ایمان نہیں ہے کہ اگر تمہاری عقل میں آئے گا تو مانو گے اور نہ آئے گا تو نہیں مانو گے، یہ ایمان نہیں ہے!

جو تمہاری عقل میں آئے اُسے ماننا ایمان نہیں:

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو اس لئے مانتے ہیں کہ ان کی سمجھ میں آرہی ہے، وہ اپنی عقل پر ایمان لائے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، تمہاری عقل میں آئے یا نہ آئے، تمہاری عقل وہاں تک پہنچ یا نہ پہنچے، ماں! کیا اس بلندی تک تمہاری عقل پہنچ سکتی ہے جس بلندی کا میں ذکر کر رہا ہوں؟ جب اس بلندی تک تمہاری عقل نہیں پہنچتی تو تم اپنی عقل کے ذریعہ اس میں دخل کیوں دیتے ہو؟ تم اپنی عقل کی کمزوری، اپنی عقل کا عجز اور اپنی عقل کا قصور کیوں نہیں تسلیم کرتے؟

اسلام کا ایک ایک مسئلہ عقل کے مطابق ہے:

خدانخواستہ میں یہ نہیں کہتا کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل کے خلاف ہے، الحمد للہ! ثم الحمد للہ! اسلام کے ایک ایک مسئلے کے بارے میں ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ عقل کے مطابق ہے، دین اسلام کا ایک مسئلہ بھی عقل کے خلاف نہیں، ہاں! میں یہ ضرور کہوں گا کہ تمہاری عقل وہاں تک نہیں پہنچتی، جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے ہیں، اور جہاں اور جس طبق پر بیٹھ کر وہ بات کرتے ہیں بلاشبہ تمہاری عقل وہاں نہیں پہنچ سکتی، بھائی! بھی کیا کم ہے کہ ہم امتی بننے کے لائق ہو جائیں، اس لئے دعا کرو کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بننے کے لائق ہو جائیں، ہم تو اس لائق بھی نہیں۔

قادیانیوں سے سوال؟

ہاں! تو میں عرض کر رہا تھا کہ میں نے ان سے کہا کہ: میں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُهُ" غیر مشروط طور پر پڑھتا ہوں، اور واللہ! باللہ! ول سے پڑھتا ہوں، "اقرار باللسان و تصدیق بالقلب" (زبان سے اقرار اور ول سے تصدیق کرتا ہوں)۔

فرمائیے! میں تمہارے نزدیک کیوں کافر ہوں؟ فرمائیے مرزا طاہر صاحب! میں کیوں کافر ہوں؟ مرزا یعنیو! اپنے گرو سے پوچھو، اپنے بڑے سے پوچھو کہ میں کیوں کافر ہوں؟ محمد یوسف لدھیانوی کیوں کافر ہے؟ کیا ہم کلد گو نہیں؟ اگر تم ہمیں کافر کہو تو تم ماشأ اللہ شاہزادے، اور اگر ہم تھمیں کافر کہیں تو ہم مجرم قرار پائیں، آخر کیوں؟ یہ تو وہی بات ہوئی تاں! کہ:

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کھلائی
وہی تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے!

کس قدر لاائق شرم ہے کہ اگر ہم جھوٹے مدعاً نبوت غلام احمد کے ماننے والوں کو کافر کہیں تو ہم مجرم قرار پائیں، اور اگر تم سچ نبی کے ماننے والوں کو کافر کہو تو تم دنیا کے معزز! کچھ تو شرم کرو!

مختصر سا جواب:

میں نے ان نوجوانوں سے کہا: شہزادو! آپ کے سوال کا مختصر جواب تو یہ ہے، تم بتاؤ کہ تم مجھے کیوں کافر کہتے ہو؟ تمہارے پاس کیا عذر بر ہے؟ کیا میں قرآن کو نہیں مانتا؟ میں نے کہا: یہ دیکھو میں نے حدیث کی اور تفسیر کی کتابیں رکھی ہوئی ہیں، کیا میں ان کو نہیں مانتا؟ نامکن ہے!

میں نے کہا: میں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھتا ہوں، مگر تم پھر بھی کہتے ہو کہ یہ کافر ہے، کیوں؟ اگر تم میرے سوال کا جواب دے دو گے تو میں بھی دے دوں گا۔

ان نوجوانوں نے کہا کہ: نہیں ہم تو کافر نہیں کہتے! میں نے کہا: میرے پاس اس پر حوالے موجود ہیں، خود تمہارے نبی کا حوالہ موجود ہے، تمہارے پہلے خلیفہ کا حوالہ موجود ہے، تمہارے دوسرے خلیفہ کا حوالہ موجود ہے، تمہارے تیسرا خلیفہ کا

حوالہ موجود ہے، اور یہ چو تھا خلیفہ تمہارے سامنے ہی ہے، جو کچھ کہتا ہے اور جن لفظوں سے وہ ہمیں خطاب کرتا ہے وہ شاید تمہیں معلوم نہ ہو، وہ مجھے خطاب کر کے کہتا ہے: ”بدجنت“، ”بدجنت ملا“ حالانکہ میں نے کبھی ”بدجنت مرزا طاہر“ نہیں کہا، مگر یہ جب بھی ہمیں کہتا ہے ”بدجنت ملا“ کہتا ہے، اس کی تقریبیں سن کر دیکھ لو، الحمد للہ! میں نے اس کی تقریبیں اور کیشیں نہیں سنیں۔

کل میں نے بتایا تھا کہ مرزا طاہر، امام شافعی رحمہ اللہ کا نام لیتا ہے تو یہ بدجنت ان کا بھی مذاق اڑاتا ہے، ارے یہ ہمیں بدجنت کہتا ہے حالانکہ خود بدجنت ہے۔ تو میں نے کہا کہ: یہ تو آسان جواب ہے، جو بہت آسانی سے تمہاری کچھ میں آجائے گا، کیوں بھائی؟ قادیانی ہمیں اور پوری مسلم برادری کو کافر کہتے ہیں نا! جی ہاں کہتے ہیں! تو ان سے پوچھو کہ پھر تم یہ کیوں پوچھتے ہو کہ ہم تمہیں کیوں کافر کہتے ہیں؟ کیونکہ ہمیں کافر کہہ کر فیصلہ تو آپ نے خود ہی کر دیا۔

ایک دوسرے انداز سے:

اچھا اگر اتنا نہیں پوچھ سکتے تو ان کے سامنے کہو: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ اور ساتھ یہ بھی کہہ دو کہ: میں ایمان لایا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دین پر، الف سے یا تک دل اور زبان کے ساتھ۔ اب بتاؤ! میں کافر ہوں یا نہیں؟ ساتھ یہ بھی کہہ دو کہ: میں مرزا کو نہیں مانتا، البتہ محمد رسول اللہ کو مانتا ہوں اور دل و زبان سے مانتا ہوں، اول سے آخر تک مانتا ہوں، الف سے یا تک پورے دین کو مانتا ہوں، ایک ایک شو شے کو مانتا ہوں، خواہ میرا عمل ان کے مطابق نہیں ہے، تب بھی مانتا ہوں، اگر عمل اس کے مطابق ہے تب بھی مانتا ہوں۔ ہاں! یہ میری غلطی ہے کہ میں مانتا تو ہوں مگر اس پر عمل نہیں کرتا، کیونکہ ماننا اور ہے اور عمل کرنا اور ہے، گناہ گار مسلمان مانتا تو ہے مگر عمل نہیں کرتا،

نمیک ہے عمل کرنا چاہئے اور ضرور کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی شخص عمل نہیں کرتا تو یہ صرف گناہ گار ہے کیونکہ عمل میں کوتا ہی ہے، مگر مانتا تو ہے نا! اور جو نہیں مانتے وہ منکر اور کافر ہیں، لیکن جو مانتا ہے مگر عمل نہیں کرتا اس کو فاسق اور گناہ گار کہیں گے، کافرنہیں کہیں گے، تو میں نے کہا: تمہارے سوال کا جواب تو میں نے دے دیا ہے۔ اگر تو ہمارے مولانا صاحب کا سوال جوانہوں نے اٹھایا تھا، اسی طرح کا تھا، جس طرح کالج کے لڑکوں نے مجھ سے کیا تھا، تو بھائی! اس کے لئے تو کتاب پڑھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ میں نے جو جواب دیا ہے اس کے لئے تو کتاب میں پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، تمہیں کتنا آسان جواب بتا دیا ہے! لہذا جب بھی کسی کالج کا لڑکا یا بہت ہی اونچی تعلیم والا کسی سے سوال کرے، چاہے کسی جاث اور ان پڑھ کے سامنے یہ کہے کہ تم ہمیں کافر کیوں کہتے ہو؟ تو فوراً کہہ دو کہ تو مجھے کافر کیوں کہتا ہے؟ حالانکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مانتا ہوں۔ یہ جواب تو اچھی طرح یاد کرلو اور پکا کرلو، کیونکہ یہ بہت آسان، بہت چھوٹا سا اور مختصر سا جواب ہے، انشا اللہ وہ مان جائے گا، اور اس پر چوں بھی نہیں کرے گا۔

اس کو پھر دہراتا ہوں کہ کہو: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں کو مانتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے پورے دین کو مانتا ہوں، اول سے آخر تک مانتا ہوں؛ ہاں! میری کوتا ہی ہے کہ میرا عمل اس کے خلاف ہے، لیکن مانتا ضرور ہوں، لیکن غلام احمد کو نہیں مانتا، یہ بات سن کر مرزا ای کہیں گے کہ یہ کافر ہے، جب وہ یہ کہیں گے تو ہم کہیں گے کہ تم خود کافر ہو، اس لئے ہم تمہیں کافر کہتے ہیں۔

مشکل اور طویل جواب:

اس کا ایک جواب مشکل اور ذرا لمبا بھی ہے، میں تمہیں وہ بھی سمجھا دیتا

ہوں، وہ یوں ہے کہ مشہور روایت کے مطابق قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔ یہ قاری صاحبان میرے سامنے بیٹھے ہیں، مجھے نوک ہی نہ دیں، اس لئے عرض کرتا ہوں کہ مشہور یہی ہے، اور جن حضرات نے آیات کی تعداد اس کے علاوہ بتائی ہے وہ بھی ثیک ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی نے ایک آیت کو پورا شمار کر لیا، کسی نے آدمی شمار کر لی اور دو گلزارے اور دو حصے کر دیئے، تو اس کی دو آیتیں شمار کر دیں، جیسے کہ: ”صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. غَيْرُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الظَّالِمِينَ.“ کے بارہ میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ ایک ہی آیت ہے، اور ہمارے امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ دو آیتیں الگ الگ ہیں، اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ: ”صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ الگ آیت ہے، اور ”غَيْرُ
الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الظَّالِمِينَ“ الگ آیت ہے۔ تو میں نے کہا کہ قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں، اگر کوئی آدمی کہے کہ میں قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں کو مانتا ہوں مگر ان میں سے ایک آیت غلط ہے... نعوذ باللہ... تو بھائی! بتاؤ وہ مسلمان ہے؟ حالانکہ وہ قرآن کو مانتا ہے مگر تم کہو گے کہ وہ قرآن کو تو مانتا ہے مگر چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں کو مانتا ہے، نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! اگر کوئی شخص قرآن کی ایک اتنی چھوٹی سی آیت، مثلاً: ”ان شانک هُو الْأَبْتَر“ جو صرف چار پانچ کلمات پر مشتمل ہے، اس کا انکار کر دیتا ہے تو بتاؤ وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے تم یہی کہو گے کہ وہ مسلمان نہیں ہے، کیوں؟ وجہ بتا سکتے ہو؟ نہیں! تم نہیں بتا سکتے، ہاں! میں بتاؤں گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس پورے پر ایمان لانا فرض ہے، لہذا جس طرح پورے قرآن پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح اس کے ایک ایک لفظ اور آیت پر ایمان لانا بھی فرض ہے، اور اس کی کسی سورہ، آیت یا حرف کا انکار کرنا اس کے جھلانے کے متراون ہے، لہذا اس آیت کے انکار کا معنی ہے وہ قرآن کو نہیں مانتا اور جو قرآن کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

اے طرح قرآن کریم کی آیات کا مفہوم جو پوری امت نے سمجھا ہے اسی کو
ماننا بھی فرض ہے، جو قرآن کریم کا اپنی طرف سے ایسا مفہوم بیان کرتا ہے جو خود
قرآن کریم، احادیث، اجماع صحابہ، ائمہ محدثین و مجتہدین اور پوری امت کے تعامل
کے خلاف ہو، وہ بھی کافر ہے۔

تو قادری اجرائے نبوت، انکارِ حیات و نزولی سع، اور انکارِ ختم نبوت ایسے
تمام متواترات کا انکار اور تحریف کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد، ملحد و زنداق اور دائرہ
اسلام سے خارج ہیں۔

حیاتِ مسیح علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْحُسْنَ لِلّٰهِ وَسَلَّمَ) عَلٰى جَمَادِهِ النَّبِيِّ (صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی اٰنَّہِ)

قرآن کریم میں ہے:

”وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الْطُّورَ بِمِيَاثِقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ
 ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا، وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبَّتِ
 وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيَاثِقًا عَلَيْهَا. فَبِمَا نَقْضُهُمْ مِيَاثِقُهُمْ
 وَكُفَّرُهُمْ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَقَتَلُهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقُولُهُمْ
 قُلُوبُنَا غُلْفٌ؟ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفُّرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا
 قَلِيلًا. وَبِكُفَّرِهِمْ وَقُولُهُمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا.
 وَقُولُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا
 قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلِكُنْ شَبَهَ لَهُمْ، وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ
 لَفِي شَكٍّ مِنْهُ، مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتَّبَاعُ الظَّنِّ وَمَا
 قَتَلُوهُ يَقِيْنًا. بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔“

(الْتَّابُوكَ ۱۵۸۲)

ترجمہ:.... اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ اقرار لینے کے
 واسطے اور ہم نے کہا داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے ہوئے اور

ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن میں اور ہم نے ان سے لیا قول مضبوط، ان کو جو سزا ملی سوان کی عہد ٹھکنی پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آئیوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناقہ، اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے، سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کروی ان کے دلوں پر کفر کے سبب، سوا یہاں نہیں لاتے مگر کم۔ اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا بہتان باندھنے پر، اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا، اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا ویکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے، اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ نہیں ان کو اس کی خبر، صرف انکل پر چل رہے ہیں، اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک، بلکہ اس کو انھالیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا۔“ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یہودیوں کے کفر کی وجہ:

یعنی ان سے عہد لینے کے واسطے ہم نے ان کے اوپر کوہ طور کو رکھ دیا، اور ہم نے ان سے کہا کہ شہر کے دروازے میں داخل ہونا جھکتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے، مگر انہوں نے نہیں کیا، اور ہم نے ان سے یہ کہا تھا کہ ہفتہ کے دن میں زیادتی نہ کرنا، ہفتہ کے دن ان کی چھٹی ہوتی تھی، اس دن کام نہیں کرنا، اور ہم نے ان چیزوں پر ان سے پختہ عہد لیا۔

اب یہ لوگ آپ سے جو کہہ رہے ہیں کہ ہم پر کتاب آتاریں، اللہ تعالیٰ ان کے یہ جرائم بتا رہے ہیں، پس اس سبب سے کہ انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا، اور اس

سب سے کہ انہوں نے اللہ کی آئتوں کے ساتھ کفر کیا، اور اس وجہ سے کہ انہوں نے انہیاً کو ناحق قتل کیا، اور اس وجہ سے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل پر دے اور غلاف میں ہیں، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہم پر اثر نہیں کرتی، ہم محفوظ ہیں۔

اس کے درمیان میں بطور جملہ مفترضہ کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نہیں پر دے میں نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے ان کے دلوں پر، پس یہ نہیں ایمان لا میں گے مگر بہت کم، جن کو اللہ توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کے اس کفر کی وجہ سے (اور وہ کفر یہ تھا کہ) انہوں نے مریم پر بہتان عظیم باندھا، فاحشہ کی نسبت ان کی طرف کی، بدکاری کی نسبت ان کی طرف کی، اور مریم بتوں اور مریم صدیقہ کے دامن پر انہوں نے گندگی کے چھینے ڈالے، اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو، پھر فرمایا: ”اس وجہ سے ملعون ہوئے“، ”اس وجہ سے ملعون ہوئے“، ”اس وجہ سے ملعون ہوئے“، یہ تو سلسلہ آگے چلتا جائے گا۔

تو درمیان میں لکھتا آگیا کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ محن کو درمیان میں چھوڑ کر اس پر تبرہ فرماتے ہیں، کیوں میاں! بات کو سمجھ رہے ہو کہ نہیں؟ تو اسی سے آگے آئے گا:

”فِيظَلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمَ مَا عَلَيْهِمْ طَبِيعَاتٍ
أَحْلَثُ لَهُمْ.“
(التَّابِعَاتُ ۖ ۱۷)

ترجمہ:... ”سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے حرام کیں ان پر بہت چیزیں پاک جوان پر حلال تھیں۔“

چنانچہ یہودیوں کے مظالم کی وجہ سے، یعنی وہ سلسلہ اس کے ساتھ لگ رہا ہے، درمیان میں یہ اللہ تعالیٰ کا تبرہ ہے اور تبرہ کس بات پر ہے؟ ہاں تو تبرہ ان کے اس بات کے کہنے پر ہے کہ: ”ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔“

سمجھنے کی چند باتیں!

اب یہاں چند باتیں سمجھنے کی ہیں، یعنی مزید آگے بڑھنے سے پہلے یہاں
چند باتوں کو سمجھ لیجئے!

قتلِ مسح کا زبانی جھوٹا دعویٰ:

ارشادِ الہی: ”ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسح عیسیٰ کو قتل کیا ہے“ معلوم ہوا کہ انہوں نے کیا کچھ نہیں تھا، اور قتل کا دعویٰ کر کے جھوٹ بولتے ہیں، اس لئے کہ پہلے تمام مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کے افعال ذکر فرمائے ہیں کہ انہوں نے ”یہ کیا تھا“، ”یہ کیا تھا“، ”یہ کیا تھا“ اس وجہ سے وہ ملعون ہیں اور اس وجہ سے وہ ملعون ہیں۔ گویا ان کے جرائم بتارہے ہیں، مگر یہاں صرف یہ فرمایا کہ: ”ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسح عیسیٰ کو قتل کیا ہے“ ان کا جھوٹا قول نقل کیا ہے یعنی ان کا قتل مسح کا دعویٰ کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کرنے کا کہنا، جھوٹا دعویٰ اور محض قول ہے، عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں ایک بات تو یہ سمجھ میں آگئی کہ یہ ان کا محض قول اور دعویٰ ہے، جو کہ جھوٹا ہے، معلوم ہوا کہ انہوں نے کیا کچھ بھی نہیں اور وہ ان کو قتل کر بھی نہیں سکے۔

حضرت عیسیٰ کو با برکت مانا اور قتل کا دعویٰ کرنا:

نمبر دو ان کا یہ کہنا کہ: ”ہم نے قتل کیا مسح کو“ اور مسح کے معنی مبارک کے ہیں تو ان کا یہ کہنا کہ ”ہم نے مسح کو قتل کر دیا“ گویا یہ کہنا ہے کہ ہم نے نبی کو قتل کر دیا، یا ہم نے فلاں درویش کو قتل کر دیا، گویا اس قول کے قائل جب یہ کہہ رہے ہیں اور دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم نے مسح کو قتل کر دیا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خود اپنی زبان سے اُسے ”مسح“ اور ”بابرکت“ بھی کہتے ہیں اور اس کے قتل کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، اب بتاؤ تمہارے لئے ملعون ہونے میں کوئی شک و شبہ کی

مُجَاهِشْ ہے؟

مسح کی تشخیص:

آگے مسح کی تشخیص فرمائی، ”مسح“ کے اگر لغوی معنی ”مبارک“ کے پیں تو مبارک تو بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بھی با برکت آدمی ہے، فلاں بھی با برکت آدمی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس ”مسح“ کی تشخیص فرمائی ہے کہ وہ عیسیٰ بن مریم ہے، چنانچہ فرمایا: ”إِنَّا قَسْلَنَا الْمَسِيْحَ عِيسَى ابْنَ مَرِيمَ“ مسح ایک ہی ہے اور وہ ہے عیسیٰ بن مریم۔

پوری دُنیا میں دوآدمیوں کو مسح کا لقب دیا گیا:

پوری دُنیا میں اللہ نے صرف دوآدمیوں کا لقب مسح رکھا ہے، ایک مسح عیسیٰ بن مریم، اور ایک مسح الدجال۔

دجال کو مسح کیوں کہا گیا؟

رہی یہ بات کہ دجال کو ”مسح دجال“ کیوں کہتے ہیں؟ علماء نے اس فرق کی وجہ بتائی ہے، لقب تو دونوں کا مسح ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی اور دجال کا بھی، گویا دوضدوں کا ایک ہی نام ہے۔

مسح کے معنی یا تو با برکت کے ہیں جیسا کہ تم سن چکے ہو، رہی یہ بات کہ دجال کو مسح کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں:

ا:... بعض حضرات نے کہا کہ: اس شخص نے چونکہ جھوٹے طور پر غلام احمد قادریانی کی طرح مسح ہونے کا دعویٰ کر لیا ہے اسی بنا پر اصلی مسح آ کر اس کو قتل کرے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دجال کو جو مسح کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ نہاد مسح ہے، اور مسیحیت کا جھوٹا دعویدار ہے، اس لئے اس کا یہ لقب ہی بن گیا، جیسا کہ غلام احمد قادریانی کا لقب بن گیا مسح کذاب، تو جب مسلمان دجال کا نام لیتے ہوئے مسح

الدجال کہتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام رکھا ہے مجھ دجال تو مجھ دجال سے مراد ہوتا ہے: مجھ کذاب، یعنی جھوٹا مجھ، نام نہاد مجھ۔

۲:... اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ: عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ تھے، مگر اس کذاب نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا برکت لقب چڑا لیا اور اپنے آپ کو مجھ کہلانے لگا، تو اس کا مجھ کہلانا اس کے جھوٹے عقیدے کے مطابق ہے۔

۳:... بعض نے کہا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجھ تھے کہ جس کے ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ اچھا اور چنگا ہو جاتا تھا، اندھے کے ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ آنکھ والا ہو جاتا، اسی طرح مادرزاد اندھے اور ابرص اور کوڑھی کے ہاتھ پھیر دیتے تھے تو وہ شفایاب ہو جاتا تھا، مگر دجال جس تدرست کے سر پر ہاتھ پھیر دے گا، وہ گنجा ہو جائے گا، اگر کسی پینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دے گا تو وہ اندھی ہو جائیں گی تو اس لئے اس کا لقب مجھ ہو گیا۔

میلہ کذاب کی ”سبز قد میاں“!

جبیا کہ میلہ کذاب بھی اپنے آپ کو... نعوذ بالله... محمد رسول اللہ کہتا تھا، کسی نے میلہ کذاب سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھہ دکھاتے ہیں، تم بھی کوئی مجھہ دکھاوا! کہنے لگا کہ: محمد رسول اللہ کیا مجھہ دکھاتے ہیں؟ کہا گیا کہ: وہ کھاری پانی اور کھاری کنویں میں لعاب ڈال دیتے ہیں تو وہ میٹھا ہو جاتا ہے، خشک کنویں میں لعاب ڈالتے ہیں تو وہ پانی سے بھر کر اتنا اوپر آ جاتا ہے کہ چلوؤں سے بھر لو، ڈول رتی کے ساتھ نہیں بلکہ چلو سے لے لو پانی۔ اس نے کہا: اچھا! اور کیا کرتے ہیں؟ کہا گیا کہ: وہ سُجّنے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس کے بال آ جاتے ہیں، اور اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو پینا کی آ جاتی ہے، کسی کے لئے دعا ہے برکت فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو صحت و عافیت اور برکت عطا فرمادیتے ہیں۔ کہنے لگا کہ: یہ تو میں بھی

کر سکتا ہوں! ایسی کون سی بات ہے؟

چنانچہ ایک کنویں میں پانی تھا یہ وہاں گیا اور جا کر اس میں لعاب ڈال دیا، لعاب کا ڈالنا ہی تھا کہ کنویں کا پانی اتنا تلخ ہو گیا کہ پیا نہیں جاسکتا تھا، بلکہ منہ پر نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

ایک خاتون اس کے پاس دو بچوں کو لے کر آئی، اُس نے دونوں کو پیار کیا، اور ان کے لئے دعا کی، اور کہا کہ: ان کی بڑی عمر ہوگی! وہ خاتون ان دونوں بچوں کو گھر لے گئی ایک پچھے چھوٹا تھا، اس کو ماں نے بھایا، اس نے کھیلتے ہوئے اپنے اوپر ہندیا اندھیل دی جس سے وہ جل گیا، اور دوسرے کو بھیڑ یا کھا گیا۔ تو اس کی دعا کا یہ اثر ہوا اور ان بیماروں کو اس طرح ”بڑی عمر“ لگ گئی کہ وہ دونوں آنا فانا مر گئے۔ تو دجال کو مسح کہنے کی ایک وجہ یہ ہوئی۔

۳۷:.... بعضوں نے کہا: مسح بھی پھرتا تھا، وہ دجال بھی ساری دنیا میں پھرے گا۔

خلاصہ یہ کہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس انسانی تاریخ میں ”مسح“ صرف دو آدمیوں کو لقب ملا، ایک مسح عیسیٰ بن مریم کو اور دوسرے مسح دجال کو۔

دجال کا چھوٹا بھائی ”مسح قادیانی“:

اور اب تیرا ہے دجال کا چھوٹا بھائی غلام احمد قادیانی! اس نے بھی کہا کہ میں بھی مسح ہوں۔

دجال کو ”دجال“ کیوں کہا گیا؟

تو دجال کو ”دجال“ کیوں کہا گیا تھا؟ اس لئے کہ وہ جھوٹے طور پر ”مسح“ بن گیا تھا، وہ اصل میں مسح نہیں تھا، بلکہ اس نے مسح ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، اس لئے دجال کہلا یا۔

غلام احمد مسیح دجال:

چونکہ غلام احمد قادریانی نے بھی سبھی کہا تھا اس لئے وہ بھی مسیح دجال کہلانے گا، کیونکہ سچا مسیح تو ابن مریم اور عیسیٰ بن مریم تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "المسيح عيسى ابن مریم رسول الله" اللہ تعالیٰ یہ یہودیوں کا قول نقل کر رہے ہیں کہ: "ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو"

ایک سوال کا جواب:

سوال یہ ہے کہ وہ تو "رسول اللہ" نہیں مانتے تھے، تو پھر یہ کیوں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ... نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ... ان کا یہ کہنا بطور استہزا کے تھا، گویا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رسول اللہ" ہونے کا مذاق اذار ہے تھے کہ وہ جو "رسول اللہ" بنا پھرتا تھا، اس کو ہم نے قتل کیا، یہ تو ان کا دعویٰ ہوا، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے، ان سے پوچھا کہ تم نے کیسے قتل کیا؟ کہتے ہیں کہ صلیب پر قتل کیا۔

ایک نکتہ:

یہاں ایک نکتہ سمجھو! وہ یہ کہ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نے ان کو صلیب دی، اور صلیب پر جو لٹکایا جائے وہ ملعون ہوتا ہے، لہذا... نعوذ باللہ... عیسیٰ علیہ السلام بھی ملعون تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ میں صلیب کا ذکر ہی نہیں کیا، بلکہ صرف قتل کا ذکر کر کے فرمایا: "وَقُولُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ زَمُولَ اللَّهِ" قرآن پاک تمہارے سامنے ہے، ان کے دعویٰ میں صلیب کا کہیں ذکر نہیں ہے، ہاں! البتہ آگے ان کے جھوٹے دعویٰ کا جواب دیتے ہوئے صلیب کو ذکر کیا ہے، لیکن دعویٰ میں ذکر نہیں کیا۔

ناحق مقتول و مصلوب ملعون نہیں:

کیونکہ کسی کو صلیب دے دو یا کسی کو یوں ہی قتل کر دالو، اگر تو اس کا قتل کرنا جائز اور حق ہوا تو صحیح، اور اگر وہ ناحق قتل ہوا تو قتل کرنے والا اور صلیب دینے والا ملعون ہے، جس کو صلیب پر چڑھایا تھا وہ ملعون نہیں ہے۔ اصل مقصد اللہ تعالیٰ نے قتل کو ذکر فرمایا۔ مگر غلام احمد قادریانی نے ساری تقریر کی بنیاد اس پر رکھی کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ تھا۔

مرزا غلام احمد، یہودیوں کے نقشِ قدم پر:

چنانچہ ہم نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ بھول گیا تھا ان کے دعویٰ کو کہ قرآن میں صلیب کو ذکر ہی نہیں کیا؟ غلام احمد قادریانی کہتا ہے کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ ہم نے عیسیٰ کو صلیب دے دی، اور جو صلیب پر مار دیا جائے وہ ملعون ہوتا ہے، کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جو کاٹھ پر مرے وہ ملعون ہے، لہذا یہودی یہ کہنا چاہتے تھے کہ... نبوز باللہ... عیسیٰ علیہ السلام ملعون تھے، یہ تو غلام احمد قادریانی کی تقریر ہے جو اس نے یہودیوں کے دعویٰ کی تائید میں کی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ تقریر کی ہے اور اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ یہودیوں کا ہ دعویٰ ہے کہ: ”ہم نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو“، معلوم ہوا کہ غلام احمد قادریانی کو اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے، کیونکہ مرزا کہتا ہے کہ یہودیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملعون مرد ہے، کیونکہ ہم نے اس کو صلیب پر مارا ہے، قرآن نے تو اس کو ذکر ہی نہیں کیا، اگر ان کا ایسا دعویٰ تھا بھی تو اس کا رذ کر دیا، اور فرمایا کہ وہ ملعون نہیں بلکہ مبارک تھا، اور مبارک کبھی ملعون نہیں ہوتا، آپ ہی بتلائیں کیا مبارک ملعون ہوتے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں! اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ میں اس کا ذکر ہی نہیں کیا، یہ تو تھا ان کا دعویٰ، کیوں سمجھ میں آگیا؟

دعویٰ کی تردید:

اب آگے سُنُو! آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَمَا قَاتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ“
حالانکہ ان لوگوں نے نہ اس کو قتل کیا، نہ اس کو صلیب دی اور نہ صلیب پر چڑھایا۔
”وَلِكُنْ شُبَّهَ لَهُمْ“ بلکہ ان لوگوں کو اشتباہ ہو گیا۔

یہودیوں کو کس میں شبہ ہوا؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کس میں اشتباہ ہو گیا؟ یعنی ”شُبَّهَ لَهُمْ
الْمَسِيحَ بِالْمَقْتُولِ وَالْمَصْلُوبِ“ یا ”شُبَّهَ الْمَقْتُولِ وَالْمَصْلُوبَ بِالْمَسِيحِ“ لیکن
شاہ عبدالقارور رحمہ اللہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں: ”لیکن انہوں نے قتل نہیں کیا، نہ صلیب
دیا، لیکن وہی شکل بن گئی ان کے سامنے۔“ یعنی وہ مقتول و مصلوب حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کی شکل بن گیا۔ حقیقت میں جس کو انہوں نے قتل کیا اور جس کو انہوں نے صلیب
دی، وہ عیسیٰ نہیں تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے عکیل (ہم شکل) تھے، لیکن وہی شکل بن گئی
ان کے سامنے، یہ شاہ عبدالقارور محدث وہلوی نور اللہ مرقدہ کا ترجمہ ہے۔

اب مسئلہ سمجھ میں آگیا ہو گا کہ ”وَلِكُنْ شُبَّهَ لَهُمْ“ کا معنی یہ ہے کہ انہوں
نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی، ہاں! البتہ وہی
شکل بن گئی ان کے سامنے اس شخص کی جس کو قتل کیا گیا اور جس کو صلیب پر چڑھایا گیا
تھا، وہ عیسیٰ نہیں تھا بلکہ وہ عیسیٰ کی شبیہ تھا۔

ائلک پچوکا معنی؟

آگے فرمایا:

”اور بے شک جو لوگ کہ اختلاف کر رہے ہیں اس
میں، ان کو خود شک ہے، ان کو کوئی اس کا علم نہیں سوانعِ اائلک
پچو باتوں کی پیروی کرنے کے۔“

ایک ہوتا ہے علم قطعی کہ آدمی اپنے علم اور تحقیق کے مطابق ایک بات کہہ سکے، یہ قرآن کی اصطلاح میں علم کہلاتا ہے، یعنی یقین، اور کسی انکل پچو بات کو مان لینا، اس کو علم نہیں کہتے، یہ شک و تردد اور غلط ہے۔ اسی کو فرمایا کہ انکل پچو بات کی پیروی کر رہے تھے۔

قتل عیسیٰ کی جھوٹی خبر کیونکر پھیلی؟

میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جب انہوں نے یہودا کو پکڑا جس کو انہوں نے صلیب پر چڑھایا وہ خود اس میں اختلاف کر رہے تھے کہ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کدھر گیا؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ کدھر گیا؟ گویا ان کو تردد ہو گیا، ”اگر، مگر“ یہ خود تردد کی علامت ہے، چونکہ جب لوگ ان کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے اور شبہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی تو کہنے لگے کہ نمٹادو، جان چھوٹی، نمٹادو، ہم کہہ سکیں گے کہ عیسیٰ کو نمٹادیا، تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور صلیب پر چڑھادیا، تو دراصل یہ پکڑنے والے اور صلیب پر چڑھانے والے چند خاص آدمی تھے، جب انہوں نے کہہ دیا کہ وہ عیسیٰ تھا تو سب کو مانتا پڑا، اب اگر وہ کسی آدمی کو بھی پکڑ کر اور اس کو قتل کر کے کہہ دیں کہ ہم نے عیسیٰ کو مار دیا تو ان کی بات تو نہیں مانی جائے گی، کیا ان کی شہادت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل ہونا یا صلیب دیا جانا ثابت ہو جائے گا؟ نہیں! ہرگز نہیں!

پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جس کو پھانسی دیتے ہیں اس کے قریب بھی لوگوں کو نہیں آنے دیتے، شاید اس لئے کہ کوئی پیچان نہ پائے، اب ایک آدمی کو پکڑ کر لے گئے اور چڑھادیا صلیب پر اور شہرت دے دی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے قتل کر دیا، عیسیٰ علیہ السلام کہیں نظر نہیں آرہے، کبھی تو ان کی گلی اور بازاروں میں پھرتے تھے، گھر گھر پر دستک دے رہے تھے، مگر اس دن سے عیسیٰ علیہ السلام بھی نظر نہیں

آئے، تو ان کی یہ جھوٹی بات نہ صرف یہ کہ یہودیوں میں پھیل گئی بلکہ احق کسانوں نے بھی اس کو مان لیا، حتیٰ کہ کسی حق کی کیا بات ہے؟ خود ان کی کتابوں میں آتا ہے، اور بابل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم بھی اس لاش پر آ کر روتی رہیں۔

قرآن نے اس قصہ کا پورا پس منظر بیان کر دیا!

اس قصہ کا پورا پس منظر قرآن کریم تمہارے سامنے رکھ رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اصل قصہ کی تفصیلات تمہیں بتلامیں کہ ہوا کیا تھا؟ اور یہ جو چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ بھائی عیسیٰ کو مار دیا وہ عیسیٰ بھی تھا یا کوئی اور تھا؟ یہ ان کو اشتباہ ہوا، یا یہ جو انکل پچھو خیالات میں بتلا ہوئے اس کا فرشا کیا تھا؟ آخر یہ صورتحال کیوں پیش آئی؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَمَا قَاتُلُوهُ يَقِيْنًا。بَلْ رَفْعَةُ اللهُ إِلَيْهِ“ انہوں نے قطعاً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا تھا۔ یہ تو میں اس کے بعد بات کروں گا، پہلے یہاں تک بات آجائے کہ ایک آدمی کو عیسیٰ کے دھونکے میں قتل کر دیا گیا، اس پر شباہت ڈال دی گئی تھی؟ یا ویسے ہی لوگوں پر اشتباہ ڈال دیا گیا؟ یا ایک بے گناہ کو پولس نے قتل کر کے یہ کہہ دیا کہ یہی مجرم تھا؟ اور ایسے ہو بھی جاتا ہے کیونکہ اصل قصہ کا جو موضوع حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے وہ کہیں نظر بھی نہیں آرہے تھے، تو ایک گونا ان کے یقین کی بنیاد بن گئی اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ان کے یقین کی اس بنیاد کو اکھاڑ رہا ہے کہ ان کو شبہ کہاں سے پیدا ہوا تھا؟ وہ جو مقتول و مصلوب تھا اگر وہ عیسیٰ نہیں تھا تو پھر ان کو اشتباہ کیسے لگا؟ اللہ تعالیٰ پھر اس مقدمہ کو ذہرا رہے ہیں، پہلے تو ان کے دعویٰ کی نفی کی، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی نفی کی، پھر فرمایا: ”بَلْ رَفْعَةُ اللهُ إِلَيْهِ“ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھایا تھا، یہ ہے اس شبہ کی وجہ۔

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہو گئی کہ ہمیں آج قرآن کریم کی روشنی میں اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ یہود میں اور نصاریٰ میں اول دن سے آج تک جو اشتباہ اور اختلاف چلا آ رہا ہے، اس کا منشا کیا تھا؟

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے نہ جاتے اور وہ کہیں زمین پر ہوتے تو ان لوگوں کی تردید کی جاسکتی تھی، جنہوں نے یہ جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا ہے۔

اب چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چلتے پھرتے نظر نہیں آ رہے تھے اور یہودیوں کے جھوٹے دعویٰ سے لوگوں پر صورتِ حال مشتبہ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو نقل کر کے نہ صرف اس کا رد کیا بلکہ اس پر لعنت فرمائی، اور ساتھ ساتھ ان کے اس جھوٹے دعویٰ کے منشا کو ذکر کر دیا، اور یہ بھی بتلا دیا کہ ان کا یہ دعویٰ کیوں پہنچ گیا؟ اس کو بھی منشا میں ذکر کر دیا۔

تمام شبہات کا جواب:

اب دوسری بات سمجھو اور اس کو اچھی طرح سمجھ لوا! کیونکہ یہ بات ان تمام شبہات کا جواب ہے جو مرزا آئی اس مقام پر پیدا کرتے ہیں، وہ یہ کہ قرآن کریم میں یہودی دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا: ”وَمَا قَتْلُواْ يَقِيْنًا. بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ.“ یہاں آیت میں لفظ ”بل“ موجود ہے، پہلے ایک دعویٰ ہے، جس کی نفعی کی گئی ہے ”بل“ کے ذریعہ، اب سوال یہ ہے کہ ”بل“ سے پہلے کون سا دعویٰ ہے جس کی یہاں نفعی مقصود ہے؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ”قتل عیسیٰ“ کیونکہ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں کیا! ہرگز نہیں کیا! قطعاً نہیں کیا! یقیناً نہیں کیا! ان کے دعویٰ کی تردید کی اور اس کے بعد ”بل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“ (بلکہ اللہ نے ان کو اٹھایا اپنی طرف) کہہ کر ان کے دعویٰ کا توزیٰ کیا، تو اب سمجھو کہ یہاں ”قتل“

اور ”رفع“ دنوں کا مقابلہ ہے۔

”بل“ ابطال کے لئے:

اس کو ایک مثال سے سمجھو، مثلاً: ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ زید سویا ہوا ہے اور فلاں وقت سویا تھا، اس کے مقابلے میں دوسرا کہتا ہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے، کیونکہ زید سویا ہوانہ نہیں، بلکہ وہ تو کچھری گیا ہوا ہے، تو جس طرح زید کے سوئے ہونے کے دعویٰ کی نفی تو زید کے نہ سوئے ہونے کے جواب سے ہو گئی، البتہ ”کچھری گیا ہوا ہے“ کہنے سے اس کا مدلل توڑ بھی ہو گیا، تو گویا ”بلْ رَفِعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ سے ان کا توڑ ہو گیا۔

”بل“ کہاں آتا ہے؟

اب یہ سمجھو کہ عربیت کے لحاظ سے ”بل“ کا لفظ کہاں آتا ہے؟ چنانچہ عربی کا قانون ہے کہ جہاں کسی کا ایک غلط دعویٰ نقل کر کے اس کی نفی کی جائے، اور اس کے مقابلے میں دوسرا صحیح دعویٰ پیش کیا جائے، تو وہاں ”بل“ کا لفظ آتا ہے، گویا دو دعووں کے درمیان میں ”بل“ آتا ہے جس سے پہلے دعویٰ کا ابطال اور دوسرے دعویٰ کا اثبات مقصود ہوتا ہے۔ گویا دو دعووں کے درمیان میں ”بل“ آتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

”وَقَالُوا أَتَخَذَ اللَّهُ وَلَدًا. سُبْحَانَهُ بَلْ هُمْ عِبَادٌ

”مُغْرَمُونَ.“

(اور انہوں نے کہا کہ: اللہ نے بیٹے بنانے، کن کو بیٹا بنالیا؟ فرشتوں کو) تو ”بل“ سے پہلے کفار کے دعویٰ کا ذکر ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو بیٹے بنالیا، اور ”بل“ کے بعد ان کے اس دعویٰ کی نفی اور ملائکہ کی عبدیت کا اثبات ہے، گویا یہ اس کی تردید ہے، اور اس سے ان کے دعویٰ کی نفی کر دی گئی اور کہا: ”سُبْحَانَهُ“ (وہ ذات اولاد سے پاک ہے) اسی طرح ”وَقَالُوا أَتَخَذَ اللَّهُ وَلَدًا“ ایک دعویٰ ہے، اور ”سُبْحَانَهُ“

فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کی تردید کی ہے، اور ”بَلْ هُمْ عِبَادُ مُنْكَرٍ مُّؤْنَ“ (بلکہ وہ اللہ کے بندے ہیں مخزز) کہہ کر ان کے دعویٰ کا ابطال فرمایا، اور بتلایا کہ عبد (بندہ) اور ولد ہونا دونوں نکر آتے ہیں، اس لئے کہ تم لوگوں نے علم فتنہ کا یہ قاعدہ پڑھا ہو گا کہ اگر کسی کا بیٹا غلام ہو اور اس کا باپ اس کو خرید لے تو خریدتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا، کیونکہ ملکیت اور ابنتیت (بیٹا ہونا) دونوں ایک ساتھ اکٹھے جمع نہیں ہو سکتے، لہذا ایک آدمی بیٹا بھی ہوا اور غلام بھی ہو، یہ نہیں ہو سکتا، جب یہ معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ بیٹے نہیں ہیں۔

تو میں نے ایک مثال دی کہ جب دو آدمیوں یا دو شخصوں کا دعویٰ نقل کیا جائے اور ایک شخص کا دعویٰ غلط ہو تو پہلے غلط دعویٰ کو نقل کر کے تردید و فنی کی جاتی ہے، اور اس کے مقابلے میں ”بل“ کے ذریعہ اصل واقعہ کو ذکر کیا جاتا ہے، اس کو کہتے ہیں ”بل ابطالیہ“ تو عربیت کے لحاظ سے یہ ”بل“ وہیں آتا ہے جہاں اس کے ماقبل میں کسی کا غلط دعویٰ نقل کر کے اس کی نثیٰ کی جائے اور اس کے مقابلے میں جو صحیح بات ہو اس کو بتادیا جائے، تو یہاں ”بَلْ رَفَعَةُ اللَّهِ“ میں ”بَلْ ابطالیہ“ ہے، جس کے ذریعہ یہودیوں کے دعویٰ قتل عیسیٰ کی تردید کر کے ”بَلْ رَفَعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ کہہ کر اس کا ابطال کیا گیا اور صحیح صورتِ حال بتلائی گئی ہے۔

تو یہاں بھی وہی کچھ کیا گیا کہ پہلے ان کا جھوٹا دعویٰ نقل کیا اور ”سبحانہ“ کہہ کر اس کی تردید کر دی، پھر فرمایا: ”بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ پوری کی پوری کائنات خواہ آسمان کی ہو یا زمین کی، سب اس کی ملکیت ہے، جب یہ سب ملکیت ہے تو بیٹے کیسے ہو گئے؟ کیونکہ ملکیت اور ابنتیت (بیٹا ہونا) دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اچھا جب یہ بات سمجھ میں آگئی اور اصول بھی سمجھ میں آگئی تو اب یہ سمجھو کہ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نے مسیح ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا، تو سب سے پہلے اللہ نے اس کی تردید کی اور فرمایا: ”وَمَا قَاتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ“ (ان لوگوں نے نہ

اس کو قتل کیا اور نہ اس کو صلیب دی)۔

اب بات آگے لمبی ہو گئی اور ان پر جرح فرمائی کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ شنک میں پڑ گئے، پھر یہ کہ ایسے کیوں ہوا؟ اور یہ کہ ان کا یہ دعویٰ کیوں پنپ گیا؟ اس سب کو ذکر کیا تھا، اب پھر ان کا دعویٰ دُہرا لایا، دوبارہ وہی دعویٰ دُہرا کہ اس کی نفی کی اور فرمایا: ”وَمَا قَلُوْهُ يَقِيْنًا“ یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے، اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: نہیں قتل کیا! ہرگز نہیں قتل کیا، قطعاً نہیں قتل کیا!

ان کے دعویٰ کی تردید کے بعد اب ضرورت یہ تھی کہ اس کے مقابلے میں اصل بات بتائی جائے، میں نے کہا نا! کہ پہلے تو دعویٰ کی نفی کر دی، اس کو غلط ثابت کر دیا، اور اس کی تردید کر دی، لیکن اس کے مقابلے میں اصل واقعہ بھی تو بتاؤ نا! تو ”بل“ کے بعد فرمایا: ”رَفَعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ (بلکہ اللہ نے ان کو اٹھا لیا تھا)۔

”بل“ کے متعلق قاعدہ:

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ ”بل“ کے ماقبل اور مابعد دونوں متضاد ہوتے ہیں، اور تم جانتے ہو کہ یہ تضاد اس وقت ہوتا ہے جب ایک وقت میں آدمی ایک دعویٰ کرنے اور عین اسی وقت دوسرا دعویٰ کیا جائے، مثلاً: اگر میں کہوں کہ زید سورہ ہے، اور تم کہو نہیں بازار گیا ہے، اگر ہم ایک ہی لمحہ کے بارے میں بات کر رہے ہوں یعنی عین اس وقت جب میں کہہ رہا ہوں کہ وہ سورہ ہے، مگر تم کہتے ہو نہیں اس وقت وہ بازار گیا ہوا ہے، یہ ہیں ”بل“ کے معنی، تو یہ تضاد ہوا نا! لیکن اگر میں کہوں کہ زید رات کو سوتا ہے، اور تم کہتے ہو کہ نہیں وہ دن کو بازار میں جاتا ہے، تو کیا ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد ہے؟ نہیں! کوئی تضاد نہیں! تو ”بل“ کے استعمال کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہو گئی کہ جس آن میں وہ پہلا دعویٰ نقل کیا گیا ہے اور جس آن اور

گھڑی سے متعلق وہ دعویٰ ہے، آپ اسی آن اور گھڑی سے متعلق اس سے متضاد دعویٰ کر کے ”بل“ کے ذریعہ اس کی تغفیل کریں اور صحیح واقعہ بتائیں۔ اس کو خوب سمجھ لو! یعنی جس آن کے متعلق میں دعویٰ کر رہا ہوں کہ زید سو رہا ہے یا سوتا ہے، اگر آپ اسی آن کے بارے میں ہمیں بتائیں کہ نہیں وہ سونہیں رہا، بلکہ وہ بازار میں ہے، یا بازار گیا ہوا ہے، تب تو میری بات غلط ہوگی، کیوں ٹھیک ہے نا؟ اور اگر آپ کسی دوسری آن، دوسری گھڑی اور دوسرے وقت کی بات بتاتے ہیں تو گستاخی معاف! دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں، آپ کو بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں آتا، آپ تو مخالف کی تردید کرنے گئے تھے کہ نہیں وہ رات کو سوتا نہیں بلکہ بازار جاتا ہے۔ مگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ دن کو بازار کو جاتا ہے، تو کیا اس کی تردید ہوئی؟ ہاں اگر مخالف کہتا کہ وہ دن کو سوتا ہے اور آپ کہتے نہیں، بازار جاتا ہے، تو اس کی تردید و تغفیل ہوتی۔

اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا تو جس آن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ یہودیوں نے قتل نہیں کیا، ”بل“ کے بعد اسی آن کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اخہالیا۔ خلاصہ یہ کہ یہودی جس وقت عیسیٰ کے بارہ میں کہتے ہیں کہ ہم نے قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ ٹھیک اسی وقت کے بارہ میں کہتا ہے کہ ہم نے ان کو اخہالیا، اس لئے یہودی جھوٹ بولتے ہیں، یہ ہے اس کا صحیح محل اور صحیح کلام، اور اگر یہ معنی ہو کہ اسی سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اخہالیا تھا، بلکہ وہ ان کو کشیر لے گئے تھے، تو تم ہی انصاف سے بتاؤ کہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر چسپاں ہوتی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! یہ ہے ایک مقدمہ، ٹھیک ہے نا! کہ عین اس وقت جبکہ یہودی کہہ رہے تھے کہ ہم نے عیسیٰ کو صلیب دی عین اسی وقت کے بارہ میں اللہ نے کہا: میں نے عیسیٰ کو اپنی طرف اخہالیا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ یہ اخہالیا کہاں تھا؟ کشیر کی طرف اخہالے جانا؟ یا آسمان کی طرف؟ اس تقریر اور مثال کے ذریعہ میں نے تمہیں ”بل ابطالیہ“ کا معنی سمجھانے کی کوشش کی

ہے، خدا کرے کہ تمہیں یہ بات سمجھ میں آجائے، کم از کم علاما تو سمجھ لیں۔
 اب اسی ضمن میں ایک اور بات بھی سمجھ لیں، مثلاً: میں کہوں کہ زید باتیں
 کرتا ہے، اور تم کہو کہ: نہیں وہ نہتا ہے۔ تو باتیں کرنے اور ہٹنے کے درمیان کیا تضاد
 ہے؟ پھر تم کہو: نہیں وہ نہتا ہے۔ تو یہ ممکن فقرہ کیوں بولتے ہمتو؟ ہاں! تم یہ کہو کہ
 باتیں بھی کرتا ہے اور نہتا بھی ہے تو یہ ٹھیک ہے۔ اور اگر میں کہوں کہ زید باتیں کرتا
 ہے اور تم کہو کہ: نہیں وہ نہتا ہے، تو یہ بات کرنے کا ضد تو نہیں ہے، کیونکہ بات
 کرنے کا ضد تو سکوت اور چپ رہنا ہے۔

رفع روحانی اور قتل میں کوئی تضاد نہیں:

میرا بھائی! ایک آدی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اس کو قتل کر دیا، اور اللہ تعالیٰ
 کہتا ہے کہ نہیں میں نے اس کو انھالیا، اگر اس انھانے سے مراد جسمانی انھانا ہو تو یہ
 اس کی ضد ہوگا، اور اگر جسمانی انھانا نہ ہو بلکہ روحانی رفع مراد ہو تو روحانی رفع کے
 معنی ہیں درجے بلند کرنا، تو اس یہودی دعویٰ قتل اور الہی دعویٰ رفع درجات میں کیا
 تضاد ہے؟ کوئی تضاد نہیں! کیونکہ یہودیوں نے نبیوں کو قتل کیا تھا اور اللہ نے انہیاً کرام
 کے درجے بلند کر دیئے، لہذا اگر یہاں رفع روحانی مراد ہو تو گویا اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے
 کہ اے یہودیو! تم نے کہا تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا، تم ٹھیک کہتے ہو، تم
 نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا تھا اس پر ہم نے اس کے درجے بلند کر دیئے۔ اب سوال
 یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان کے دعویٰ کی تائید کی ہے یا تردید کی؟ بھائی اس سے تو
 تائید ہو گئی، یہ ان کی تردید تو نہ ہوئی ناں! اس لئے یہ مرزاں جو کہتے ہیں کہ یہاں رفع
 سے مراد رفع روحانی ہے، یہ تو یہودیوں کے دعویٰ کی تائید ہے، کیونکہ کسی نبی کو قتل کرنا
 اس کے بلندی درجات کا سبب ہے۔

دیکھو! مومن تو مومن ہے، اللہ کے فضل سے اس کے درجے دیے ہی

اچھے ہیں، لیکن اگر وہ تمہارے ظلم اور تمہاری تبغیج فما سے شہید ہو جائے تو اس کے درجے بلند ہو جاتے ہیں، تو نبی کے درجات کیوں بلند نہیں ہوں گے؟ تو معلوم ہوا کہ یہودیوں کے دعویٰ قتل کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بلندی درجات کے دعویٰ کرنے سے یہودیوں کی تردید نہیں ہوتی، اس سے معلوم ہوا ~~مغل~~ اور رفعِ روحانی کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، ہاں! یہ تضاد کب ہوگا؟ جب اس رفع سے رفعِ جسمانی مراد یا جائے۔

تو اس سے آپ یہ قاعدہ بھی اخذ کر لیں کہ جب بھی رفع کا لفظ قتل کے مقابلے میں بولا جائے گا اس وقت رفع سے رفعِ جسمانی ہی مراد ہوگا، کوئی دوسرا رفع مراد نہیں ہو سکتا۔

اس تقریر سے جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو آپ مرتزائیوں کے سامنے یہ قاعدہ رکھیں اور انہیں کہیں کہ اس کا توڑ کرو، نہیں تو اس کی کوئی نظر پیش کرو کہ قتل کے مقابلے میں رفع کا لفظ بولا گیا ہو اور اس سے رفعِ روحانی مراد ہو؟ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور قیامت تک نہیں کر سکیں گے تو انہیں کہو پھر غلام احمد قادریانی کے کذب و جھوٹ کا اعلان کر دو۔

اب ایک بات اور سمجھو وہ کیا ہے؟ میں نے کہا تاں! کہ یہاں رفعِ جسمانی کے سوا کوئی دوسرا معنی ہو ہی نہیں سکتا، اور کوئی ممکن ہی نہیں، اگر علم باغت اور علم عربیت کے لحاظ سے کوئی دوسرا معنی کر سکتا ہے تو مجھے کر کے دکھائے!

پوری قادریانیت کو چیلنج!

اسی کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ، تابعین و تابعوں اور ہمارے زمانے تک قرآن کریم کی تفسیریں لکھی گئی ہیں، سریشد احمد خان یا اس کے چیلے چانٹوں یا اس قماش کے لوگوں کی بات ہم نہیں

مانیں گے، کسی معتبر محدث، مفسر سے، صحابہ سے، تابعین سے، کسی مسلمہ محقق سے یہ ثابت کر دو کہ یہاں ”رَفْعَةُ اللَّهِ“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان کے درجے بلند کر دیئے، میں کسی ایک آدمی کو نہیں بڑھا پوری امت مرزا یہ کو چیلنج کرتا ہوں کوئی میدان میں آئے اور کسی معتبر تفسیر سے یہ معنی دکھادے؟ آج تک محمد اللہ ہزارہا تفسیریں لکھی گئی ہیں کسی نے یہ معنی نہیں کیا، تمام اہل حق نے جب بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے اس رفع کا معنی رفع جسمانی ہے کیا ہے، حتیٰ کہ جاراللہ زختری جیسے معتزلی نے بھی اس کا یہی ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔

تو گویا ”بَلْ رَفْعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ (بلکہ اللہ نے اٹھالیا اس کو آسمان کی طرف) یہ لفظ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے، اور جیسے یہ قرآن کریم امت کے تواتر سے ثابت ہے، تھیک اسی طرح قرآن کریم کا یہ معنی بھی متواتر ہے، تو جس طرح قرآن کے لفظ متواتر ہیں، اسی طرح ”بَلْ رَفْعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ میں رفع کے معنی: ”جسمانی طور پر اٹھایا جانا“، اس پر بھی پوری کی پوری امت متفق ہے، کوئی ایک آدمی ایسا نہیں جو اس میں اختلاف کرے، اس اعتبار سے رفع کا معنی ”جسمانی رفع“ بھی گویا متواتر ہے۔

کل میں نے بتایا تھا کہ جس طرح اقامتِ صلوٰۃ (نماز مقام کرنا) سے مراد ہے، مثلاً نمازوں کا ادا کرنا، اس کے علاوہ اس کا دوسرا کوئی معنی نہیں ہو سکتا، تو جس طرح یہ نماز قطعی اور یقینی ہے، اور جب ”اقامتِ صلوٰۃ“ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے مثلاً نمازوں کا ادا کرنا، تھیک اسی طرح جب قرآن کے الفاظ ”بَلْ رَفْعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ“ بولے جائیں تو اس کا معنی ہو گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روح مع الجسد آسمان کی طرف اٹھالیا، کیونکہ پوری کی پوری امت اس کی یہ تفسیر کرتی ہے کہ اس سے مراد ہے ”رفع جسمانی“، تو فرمائیے کہ قطعی دلیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان پر اٹھالیا جانا ثابت ہو گیا یا نہیں؟ اب اس سے زیادہ اور وضاحت سے کیونکر بتایا جائے؟

رہ گئے شک کے مریض اور ان کے شکوک کہ وہ جی کیوں اٹھا لیا تھا؟ ابی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ہی کیوں اٹھا لیا تھا؟ ابی کیا زمین پر کوئی جگہ نہیں تھی؟ پھر یہ کہ آسمان پر کیسے اٹھ گئے؟ وہاں وہ کیسے رہ رہے ہیں؟ ان کو سردی لگتی ہوگی اور سردی کے بچاؤ کے لئے کمبل تو چاہئے ہوگا؟ وہ ننگے ہوں گے ان کو کوئی کپڑا اورغیرہ بھی چاہئے ہوگا؟ یہ سب کے سب اوبام اور وساوس ہیں، یہ اور اس کے قسم کے جتنے بھی اوبام، وساوس اور خیالات لوگوں کے دل میں آسکتے تھے، اللہ کو ان سب کا پہلے سے علم تھا، اس نے درج ذیل آیت کے ان دو فقروں میں منحصر سا جواب دے کر مریضان اوبام و وساوس کو خاموش کر دیا، چنانچہ جب اللہ نے کہا: ”بَلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“ نہیں! بلکہ اللہ نے اس کو اٹھا لیا اپنی طرف، ابی کیسے اٹھا یا؟ اس کے جواب میں فرمایا: ”وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا“ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ یعنی چونکہ عزیز تھا اس نے اپنی زبردست قوت سے اٹھا لیا، ابی کیوں اٹھا یا؟ اس کے جواب میں فرمایا: وہ حکیم بھی ہے اس نے یہ اس کی حکمت پر چھپوڑ دو، تم دخل نہ دو کہ کیوں اٹھا یا۔

کل بھی میں نے ذکر کیا تھا کہ تمہاری ناک پیچھے کیوں نہ لگائی؟

حدیث از مطلب وی گو و راز دہر کمتر جو

کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ایں معما را

یعنی حافظ تصحیح فرماتے ہیں کہ: تم مطلب وے کی باقیں کرو، یہ ان کی خاص اصطلاحات ہیں، اللہ اور اللہ کے رسول کی باقیں نہ کرو، اور زمانے کے راز کھولنے کی اور دریافت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ اس معنے کو کوئی آج تک حل نہ کر سکا، اللہ کی حکمت کے بھیدوں کی آج تک کوئی حکمت نہیں سمجھا سکی، اس کی حکمت سب پر غالب ہے، تمہاری حکمتیں وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتیں، نہ تمہاری عقل وہاں پہنچی، نہ فکر وہاں پہنچی۔ تمہاری عقل، فکر، ادراک، قیاس اور خیال سے ماوراء اور وراء الوراء ہے، وہ عزیز و حکیم ہے، کیوں فرمائیے سارے شبہات دور ہو گئے کہ نہیں؟

ایک دفعہ پھر پیچھے لوٹ کر غور کرو کہ اگر رفع سے مراد رفعِ روحانی ہوتا تو یہاں ”عَزِيزًا أَحْكِيمًا“ فرمائے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر تو یوں کہنا چاہئے تھا کہ ”وَكَانَ بِهِ رَءُوفًا رَّحِيمًا“ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بڑے شفیق تھے، بڑے رحم کرنے والے تھے، ان کے درجے اللہ نے بلند کر دیئے، باوجود یہ کہ وہ صلیب پر ترزاپ ترزاپ کر مرے، لیکن اللہ نے ان کے درجے بلند کر دیئے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا ارشاد:

ہمارے حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ ”عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ آیت کسی خالی الذہاب مسلمان کے سامنے پڑھ دو اور اس کے سامنے کوئی تقریر نہ کرو، (اب تو مرا زائیوں نے اس پر شکوک و شبہات کی بہت نسی ذھول مٹی ڈال دی ہے۔ اور میں نے بحمد اللہ مرا زائیوں کی اڑائی ہوئی ذھول مٹی سے سونا نکال کر تمہیں دے دیا ہے، اگر یہ ذھول مٹی نہ ڈالی گئی ہوتی تو، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اور پھر اس سے پوچھو کر تم اس کا کیا مطلب سمجھے ہو؟ تو اللہ کی قسم! وہ اس کے سوا دوسرا کوئی مطلب نہیں بتائے گا، یعنی اس کا مفہوم اتنا واضح ہے کہ کوئی معمولی عقل و فہم کا آدمی اس کے علاوہ دوسرا کوئی معنی کر ہی نہیں سکتا۔

رفع جسمانی میں شک و تردد یہودی اور قادریانی پر و پیگنڈا ہے:

رہا یہ کہ یہ رفع جسمانی ہے یا روحانی؟ اور اس میں شک و تردد کا پیدا کرنا یہ سب یہودی پر پیگنڈا تھا اور ہے، البتہ ان کے منہ کے الفاظ مرا غلام احمد قادریانی نے اچک کر اپنی وجہی ذکان چکانے کی ناکام کوشش کی اور مرا زائی امت آج تک اسی لکیر کو پیٹھ رہی ہے، ورنہ قرآن کریم کے صاف الفاظ ہیں کہ: ”یہودی اپنے اس قول کی وجہ سے ملعون ہوئے کہ ہم نے قتل کر دیا تھا اہن مریم، اللہ کے رسول کو“ حالانکہ نہ

انہوں نے اس کو قتل کیا، نہ اس کو صلیب دی اور جو لوگ اس کے بارہ میں شک میں ہیں، اختلاف کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ: ”وَلِكُنْ شَيْءَةً لَّهُمْ“ کہ ان کو اشتباہ ہو گیا، اس لئے کہ وہی شکل بن گئی تھی ان کے سامنے، بلکہ ان کو اشتباہ ہوا تھا، یعنی جس کو قتل کیا گیا یا صلیب دی گئی، وہ ان پر مشتبہ ہو گیا، عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔

ایک مطلب یہ ہے کہ: ”اور جو لوگ کہ اس میں اختلاف کر رہے ہیں وہ محض شک اور تردد میں ہیں، اس لئے کہ: ”مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ“ ان کو حقیقت واقعہ کا کچھ علم نہیں، ان کے پاس کچھ نہیں ”إِلَّا اتَّبَاعُ الظَّنِّ“ (سوائے انکل پچھو خیالات کی پیروی کرنے کے) یعنی یہ بے چارے جانتے ہی نہیں کہ اصل واقعہ کیا ہوا تھا؟

اصل قصہ!

اب ہم تمہیں اصل واقعہ بتاتے ہیں، یعنی ایک دفعہ پھر سن لو کہ: ”وَمَا قَاتَلُوهُ يَقِيْنًا....“ ان لوگوں نے قطعاً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا ”....بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ....“ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا ”....وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا.“ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا زبردست اور بے حد حکمت والا ہے۔

میں نے ابھی بتایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہ سارے خیالات جو مرزا یوسف کے ہیں اور ہر اور کے ہیں، ورنہ ایک آدمی جو ان ادھام و ساؤس سے خالی الذہن ہو، اس کے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ دو اور اس آیت کا ترجیح کر دو، پھر اس سے پوچھو: اس کا کیا مطلب سمجھے؟ تو وہ اس کے سوا کوئی دوسرا مطلب نہیں سمجھے گا۔

چونکہ، چنانچہ چھوڑ دو!

قادیانیو! یہ چونکہ، چنانچہ اور یعنی، وافی چھوڑ دو، قرآن کے صاف الفاظ تمہارے سامنے موجود ہیں، ان کا معنی سمجھو اور سمجھاؤ۔ مگر افسوس! کہ قادیانیوں نے

تاؤیلات کا گورکھ دھندا کھوں رکھا ہے اور کہتے ہیں: ابی! یعنی چونکہ یہ تھا، چونکہ وہ تھا، اور چنانچہ یہ مشکل ہے، وغیرہ۔

ہاں! تو ابھی تک بات ختم نہیں ہوئی، وہی سلسلہ چل رہا ہے، یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے قتل کر دیا، کس کو؟ بات کرتے کرتے یہاں تک پہنچادی تھی کہ اللہ نے آسمان پر اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے عزیز و حکیم ہونے کا یہی تقاضا تھا۔

حضرت عیسیٰ کا نزول:

اب ایک سوال رہ گیا کہ اپنی طرف اٹھا تو لیا، لیکن ان کا مصرف کیا ہے؟
ارشاد فرمایا:

”وَإِنْ مَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ،
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا.“ (التا: ۱۵۹)

ترجمہ:...”نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے، اور ہوگا وہ (یعنی عیسیٰ) ان پر قیامت کے دن گواہی دینے والا۔“

کس پر ایمان لائے گا؟ عیسیٰ علیہ السلام پر! کس کی موت سے پہلے؟ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے!

صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

”وَالذِّي نَفْسِي بِيَدِهِ! لِيُوشْكِنَ أَنْ يَنْزَلَ فَكِيمَابْنِ مَرِيمٍ حَكْمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتَلَ الْخَنْزِيرَ، وَيَضْعِفَ الْحَرْبَ... وَفِي رَوَايَةٍ... وَيَضْعِفَ الْجَزِيرَةَ، وَيَفْيِضَ السَّمَاءَ حَتَّى لا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ

الواحدة خير من الدنيا وما فيها. ثم يقول ابو هريرة رضى الله عنه: اقرؤوا ان شئتم: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا۔“ (بخاري كتاب الانبياء باب نزول عيسى بن مریم ج: ۱ ص: ۳۹۰، تدبیری کتب خانہ کراچی)

ترجمہ:...”قم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قضا میں میری جان ہے! وہ وقت قریب ہے کہ جب ابن مریم تمہارے درمیان نازل ہوں گے، منصف حاکم ہو کر، وہ صلیب کو توڑ دالیں گے، خزر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے، مال کو لٹائیں گے، حتیٰ کہ کوئی اس کو لینے والا نہ ہو گا، اس وقت ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہو گا۔ پھر حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر تم چاہو تو اس کی تائید میں یہ آیت پڑھو کہ: اور کوئی الٰہ کتاب میں سے ایسا نہیں ہو گا جو وفات عیسیٰ سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے، اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے۔“

یہاں پر حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بحث کی ہے کہ یہ حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ کا جو قول ہے کہ: ”تم چاہو تو اس حدیث کی تائید میں قرآن کریم کی یہ آیت پڑھلو: “وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ.... الْخ۔“ یہ مرفوع حدیث ہے یا نہیں؟ مگر میں یہ کہتا ہوں چلو اس کو بھی چھوڑ دو، البتہ اتنا تو اس سے ثابت ہے کہ راویٰ حدیث حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کو اس آیت کے حوالے کے ساتھ مزین فرمائے ہیں، اور کسی ایک صحابی نے بھی اس کی تردید نہیں کی، حالانکہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کا درس دیتے تھے اور صحابہؓ اور

تابعین اس میں شریک ہوتے تھے، اگر کسی ایک آدمی نے بھی اس پر ان کو ٹوکا ہو تو مجھے اس کا نام بتاؤ؟ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں: ”ثم يقول ابوهربة: وَإِنْ مَنْ أَهْلَ الْكِتَابِ... اقْرُوْ وَا ان شَتَّمْ.“ (اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو) معلوم ہوا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تائید کرتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہاں رفع کا مسئلہ ذکر فرمایا تھا، آگے نزول کا مسئلہ ذکر فرمار ہے ہیں، اور یہاں بھی میں نے اسی اجماع صحابہ کا حوالہ دیا ہے۔

غلام احمد قادری کے خلاف اظہارِ نفرت:

لیکن اس کے بعد غلام احمد قادری نے اب تم ہی بتاؤ میں اس کو کیا لقب دوں؟ اور کیا کہوں؟ کیونکہ صحابی کو ہم ”رضی اللہ عنہ“ کہہ دیتے ہیں، ولی کو ”رحم اللہ“ یا ”نور اللہ مرقدہ“ اور ”قدس سرہ“ کہتے ہیں، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اسم شریف آتا ہے تو ”علیہم الصلوٰۃ والسلام“ کہہ دیتے ہیں، اگر آخر خضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا ہے تو ہم پیش بھر کر کہتے ہیں ”صلی اللہ علیہ وسلم، صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ“ سوال یہ ہے کہ اس ملعون کا نام آئے تو ہم کیا کہیں؟ صحیح بات کہتا ہوں اس خبیث کے خلاف نفرت کا اظہار کرنے کے لئے ہمیں کوئی لفظ نہیں ملتا، ملعون کہیں، لعنة اللہ کہیں یا کہیں اللہ کی لعنت ہو اس پر، بہر حال اس پر اللہ کی لعنت تو ہے ہی، بلکہ اس پر ہزاروں لعنتیں ہیں، لذًا لله و لذًا لله راجعون!

حضرت ابو ہریرہؓ کی توجیہ:

ہاں! تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ غلام احمد قادری جیسا دریدہ دہن، بدزبان اور ملعون، حضرات صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت ابو ہریرہؓ کے بارہ میں کہتا بلکہ بتتا ہے کہ: ”بعض نادان صحابہ جن کو ذرا بیت میں سے کچھ حصہ نہیں تھا، جیسا کہ ابو ہریرہؓ۔“

(ضیمہ برائین احمدیہ ج: ۵ ص: ۲۸۵، روحانی خزانہ ج: ۲۱ ص: ۲۸۵)

سن لیا آپ نے! کہ غلام احمد قادریانی نے حضرت ابو ہریرہؓ کو روایت کرنے کی سزا میں یہ تمغہ دیا ہے کہ: ”بعض نادان صحابہ جن کو درایت میں سے کچھ حصہ نہیں تھا، جیسا کہ ابو ہریرہ۔“ ملعون ابن ملعون، لعنة اللہ، وخذله، واخذله۔

مرزا قادریانی بھی نزول عیسیٰ کا قائل تھا:

غلام احمد قادریانی کی اس بکواس سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ وہ بھی سمجھتا ہے اور اس نے ”نادان صحابہ کہہ کر“ یہ تسلیم کر لیا کہ واقعتاً غلام احمد قادریانی کے نزدیک بھی اس آیت سے اس حدیث کی روشنی میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے، ورنہ اس کو رد کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیوں بھائی تھیک ہے نا؟ اب تم اس پر کوئی جرح کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے ہو۔

”وَمَكْرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ“ کا معنی:

یہاں ایک بات اور بھی سن لیں، میں زیادہ وقت نہیں لیتا، یہ پچھے آرہا ہے ”وَمَكْرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ“ اور یہودیوں نے تدبیر کی عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف، کاہے کی تدبیر کی تھی؟ پکڑنے اور صلیب دینے کے لئے، قتل کرنے کے لئے، یا سزادینے کے لئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر کا توڑ کیا، اس لئے فرمایا: ”وَمَكَرَ اللَّهُ“ اور تدبیر کی اللہ نے، یعنی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکڑنے کی تدبیر ایسی کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پتہ نہ چلے، اس لئے فرمایا: ”وَمَكْرُوا“ مکر کے معنی خفیہ تدبیر کے ہیں۔ عربی زبان میں ”مکر“ کہتے ہیں خفیہ تدبیر کو، ”وَمَكْرُوا“ اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش کی اور سازش اسی کو کہتے ہیں جو خفیہ تدبیر ہو کہ دشمن کو اس کا پتہ بھی نہ چلے، چاہے بعد میں بھید کھل جائے، اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے خلاف سازش کر رہا تھا، تو انہوں نے خفیہ تدبیر کی، ایسی تدبیر کہ عیسیٰ کو

پتہ نہ چلے ”وَمَكَرَ اللَّهُ“ اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی کہ یہودیوں کو پتہ نہ چلے، اللہ تعالیٰ کی یہ تدبیر ان کی تدبیر کا توڑ تھی۔

دو نکتے:

تو آیت کریمہ: ”وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ...“ سے دو باتیں معلوم ہو گئیں: ان... ایک یہ کہ اللہ کی خفیہ تدبیر ان کی تدبیر کا توڑ تھا، یعنی ان کی تدبیر کو کامیاب نہیں ہونے دینا تھا، اور ان کو پکڑنے نہیں دینا تھا۔

۲: اور دوسری بات یہ کہ ان کی تدبیر کے مقابلہ میں ایسے طور پر تدبیر کی گئی کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد ہوا (ان کی شبیہ) کو پکڑتے رہ جائیں، چنانچہ اسی لئے فرمایا: ”وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاِكِرِينَ۔“ اور اللہ ہے سب سے بہتر تدبیر کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ نے کب اور کیوں تدبیر کی؟

اب سوال یہ ہے کہ: ”وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ“ (انہوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی) یعنی یہ قصہ کب کا ہے؟ اور انہوں نے کب تدبیر کی تھی؟ اور اللہ نے کب تدبیر کی تھی؟ اس کا جواب خود قرآن مجید میں ہے کہ یعنی یہودیوں کی تدبیر اور یہودیوں کے مقابلے میں اللہ کی تدبیر اس وقت ہوئی تھی:

”إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الظَّالِمِينَ كَفَرُوا وَجَاعَلُ الظَّالِمُونَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الظَّالِمِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔“ (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ:... ”جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ! میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کروں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تائیں ہیں غالب ان

سے جوانکار کرتے ہیں، قیامت کے دن تک۔“

(ترجمہ حضرت شیخ البند)

گویا یہ تدبیر اس وقت کا واقعہ ہے، کیونکہ یہ ”اذ“ ظرف ہے ”وَمَكْرُوا
وَمَكْرَ اللَّهِ“ کے لئے، اللہ نے بتایا کہ انہوں نے بھی تدبیر کی اور ہم نے بھی تدبیر کی،
ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تدبیر کا ذکر تو نہیں کیا، مگر ان کے اس قول کا ذکر
کیا ہے کہ: ”إِنَّا قَاتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ هَرُيَّمَ رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا قَاتَلُوهُ وَمَا
صَلَبُوهُ.....“ اب بتلاوہ کہ اللہ نے اپنی خفیہ تدبیر کس کے مقابلے میں کی تھی؟ اور
خفیہ کس سے رکھا تھا؟ یہی ناں کہ یہودیوں سے، اور جس کے لئے تدبیر کی گئی تھی اس
کو تو بتانا تھا، تاکہ وہ پریشان نہ ہو، تو یہودیوں کے خلاف تدبیر تھی اور عیسیٰ علیہ السلام
کے حق میں تدبیر تھی، یعنی ان کو بچانے کے لئے تھی، اب وہ تدبیر الہی کیا تھی؟ اللہ
تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:
”إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى اتَّقُ مُؤْفِكَ وَرَافِكَ

إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الظَّالِمِينَ كَفَرُوا الخ.“

یعنی اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
فرمایا کہ: انہوں نے آپ کے قتل کی تدبیر کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے
بچانے، آپ کو ان کے ہاتھوں میں آنے سے بچانے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ بہترین
تدبیر کرنے والا ہے۔

کیا نعوذ باللہ! اللہ کی تدبیر ناکام ہو گئی؟

مگر... نعوذ باللہ... مرزا غلام احمد قادریانی کہتا ہے کہ اللہ کی تدبیر ناکام ہو گئی،
اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلیب دینے میں کامیاب ہو گئے، جب
مرزا سے کوئی پوچھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس پیش گوئی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

ان کے ہاتھوں سے بچانے کا وعدہ فرمایا تھا تو وہ کیونکر پورا نہ ہوا؟
تو مرتضیٰ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی منسوخ کر دی تھی، چنانچہ غلام
احمد قادریانی اپنی کتاب ”حقیقتۃ الوجی“ میں لکھتا ہے کہ:
”اللہ تعالیٰ نے پیش گوئی منسوخ کر دی۔“

میں کہتا ہوں کہ حیرت ہے اس تعلیٰ باز پر جس نے پہلے دن یہ کہا تھا کہ کوئی
پاجائے گا عزت اور کوئی رسوایگا، مگر آج وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی
منسوخ کر دی۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ مجھے مرزا ایم، غلام احمد کی ایسی کوئی پیش گوئی بتا میں
جو اس نے تحدی اور چیلنج کر کے کی ہو اور وہ پوری ہوئی ہو؟

مرزا کی کوئی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی:

اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک پیش گوئی بھی پوری نہیں ہونے دی، ہاں! البتہ
یوں ہی وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر پیش گوئی اور اس کے پورے ہونے کے دعوے ہائکار رہا
ہے، کبھی کہہ دیا کہ آج شام کو ہماری مرغی انڈا دے گی، ظاہر ہے جو مرغی روزانہ انڈا
دے رہی ہو اور کوئی کہہ دے کہ آج شام کو مرغی انڈا دے گی، اور وہ خسبِ معمول انڈا
دے دے تو کیا اس کو پیش گوئی کا پورا ہونا کہا جائے گا؟ کیا مرغی کے انڈے کی بھی
کوئی پیش گوئی ہوا کرتی ہے؟

رفع و نزول عیسیٰ کے مسئلہ پر مفید کتب:

آخر میں یہ عرض کروں گا کہ مسئلہ رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے درج
ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں تو انشاً اللہ آپ کو اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے آگاہی
ہوگی، اس عنوان پر میرے تین رسائل ہیں:
۱:.....نزول عیسیٰ علیہ السلام۔

۲:.....رفع و نزول مسح کا عقیدہ اکابر امت کی نظر میں۔ بلکہ تھفہ قادریانیت جلد سوم میں مستقل اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہے، اگر کوئی آدمی اس کو سمجھ کر پڑھ لے تو انشا اللہ اس مسئلہ کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہے گا۔

۳:.....شناخت۔

۴:.....شهادت القرآن فی حیات عیسیٰ علیہ السلام۔

۵:.....اسلام اور قادریانیت ایک تقابلی مطالعہ۔

۶:.....احصا ب قادریانیت جلد دوم مجموعہ رسائل مولانا محمد ادریس کاندھلوی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، رفع و نزول کے متعلق کمی ایک جاندار رسائل ہیں۔

کے:.....ترجمان النبیت میں بھی مولانا بدرا عالم میرٹھی نے اس پر بہت ہی فاضلانہ بحث کی ہے۔

وَأَغْرِي وَهُوَ لَنَا الْعَصْرَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مسئلہ ختم نبوت و صدق و کذب مرزا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ) عَلٰی جَمِيعِ النَّبِيِّینَ اصْطَفَیْنِ!

اب میں کوشش کروں گا کہ دو مسئللوں کے بارہ میں آپ کو سمجھاؤں، ایک
مسئلہ ہے ختم نبوت، اور دوسرا مسئلہ ہے مرزا غلام احمد کا کذب یعنی جھوٹا ہونا۔

مسئلہ ختم نبوت:

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ بند کر دیا۔ ہمارے یہاں درسِ نظای کے نصاب کی کتاب کی ایک کتاب ہے: ”شرح عقائد“، مجھے یاد ہے کہ جب ہمیں یہ کتاب پڑھنے کو ملی تو میں نے کہا کہ: اگر اس میں ختم نبوت کا مسئلہ ہوگا تو پڑھوں گا، چنانچہ کتاب کی ورق گردانی کرتے کرتے یہ عبارت نکل آئی: ”اول الانبیاء آدم و آخرهم محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ یعنی سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک پوری امتِ اسلامیہ کا یہ متواتر عقیدہ چلا آرہا ہے، اور کمزور سے کمزور ایمان والا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہوا

جو یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہے اور... نعوذ باللہ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں۔

مسئلہ ختم نبوت اور ”ختم نبوت کامل“:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”ختم نبوت کامل“ میں اس مسئلہ کو ایک سو سے زیادہ آیات، دو سو دس کے قریب احادیث، کتب سابقہ تورات و انجیل، صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ حدیث و مجتهدین کی تحقیق و تشریحات سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔

اس کے علاوہ قادریانی اس سلسلہ میں جتنے شبہات پیش کرتے ہیں، حضرت مفتی صاحب نے ایک ایک کر کے ان سب کا جواب دیا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت متواتراتِ دین میں سے ہے:

اسی طرح میں نے بھی ”عقیدہ ختم نبوت“ کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا ہے جو میری کتاب ”تحفہ قادریانیت“ جلد اول میں شامل ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میں نے ”تحفہ قادریانیت“ کی بضم اللہ ہی اس رسالہ سے کی ہے، اس رسالہ میں میں نے ایک خاص کام یہ کیا ہے کہ ہر حدیث نقل کرنے کے بعد اس کے دس دس طرق بھی جمع کر دیئے ہیں، مثلاً: اگر وہ حدیث دس بیس صحابہ کرام سے مروی تھی تو ان میں سے صحابہ کرام کے نام بھی دے دیئے ہیں، جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قارئین کو اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ ختم نبوت کی ایک ایک حدیث کتنے صحابہ کرام سے؟ اور کہاں حدیث دس یا دس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہو، وہ متواتر ہوتی ہے، جس سے بسہولت یہ معلوم ہو جائے گا کہ عقیدہ ختم نبوت متواتراتِ دین، یعنی متواتر عقائد میں

سے ہے، اس کے علاوہ میں نے اس رسالہ میں جہاں اکابر امت کے حوالے نقل کے ہیں وہاں چاروں فقہ یعنی فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے حوالہ جات بھی درج کئے ہیں۔

قرآن و سنت، اجماع امت اور چودہ صدیوں کے اکابر علمائے امت کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کے بعد کسی کون نبوت نہیں ملے گی۔

پہلے مرزا بھی ختم نبوت کا قائل تھا:

خود مرزا غلام احمد قادریانی بھی دعویٰ نبوت سے پہلے اس کا اقرار کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لانا فرض ہے، اس کا منکر کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور ملعون ہے۔ مگر جیسے ہی اس نے دعویٰ نبوت کیا تو گرگٹ کی طرح اس نے اس چودہ سو سالہ منصوص و متواتر عقیدہ کا یکسر انکار کر دیا، چنانچہ اس نے اپنے جھوٹے دعویٰ نبوت کو ثابت کرنے اور قادریانی امت کو دھوکا دینے کے لئے نبوت کی خود ساختہ قسمیں بناؤ لیں۔

قادیانیوں کے نزدیک نبوت کی قسمیں:

چنانچہ قادریانی کہتے ہیں کہ نبوت کی تین قسمیں ہیں:

۱:... ایک وہ نبوت ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے، براہ راست ملنے والی نبوت کو وہ مستقل نبوت سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲:... دوسری وہ نبوت جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملتی ہے،

اس نبوت کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملتی ہے ظلی نبوت کا نام دیتے ہیں۔

۳:... ان کے ہاں تیسری تشریعی اور غیر تشریعی نبوت ہے، جس کو وہ شرعی اور غیر شرعی بھی کہتے ہیں۔ وراسل ان بے دقوفون نے اپنی خود ساختہ اصطلاحات بنارکی

ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مستقل نبوت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور جو پہلے ملا کرتی تھی وہ بند ہے، اسی طرح تشریعی نبوت، یعنی جس میں نبی نئی شریعت لے کر آئے، وہ بھی ختم ہو چکی ہے، البتہ تیری یعنی ظلیٰ و بروزی نبوت اب بھی جاری ہے، چنانچہ قادیانی جماعت کا دوسرا سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کہتا ہے کہ: ”میں نبوت کی تین قسمیں مانتا ہوں:

(۱) جو شریعت والے۔

(۲) جو شریعت نہیں لاتے، لیکن ان کو نبوت بلا واسطے ملتی ہے، اور کام وہ پہلی ہی امت کا کرتے ہیں، جیسے سلیمان، ذکریا، یحییٰ علیہم السلام۔

(۳) اور ایک وہ جو نہ شریعت لائے اور بلا واسطے نبوت ملتی ہے وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں۔“

(قول فیصل مرزا بشیر الدین ص: ۱۳)

مگر ان قادیانیوں کی اس خود ساختہ تقسیم نبوت کا گورکھ دھندا صرف قادیانیوں کی مخالفت آمیزی کی حد تک ہے، مسلمانوں کے سامنے ان کی یہ چال بازی نہیں چلتی، بلکہ وہ ”بہت الذی کفر“ کے مصدق ہرمیدان میں بغاییں جھاٹکتے نظر آتے ہیں۔

مولانا حیات کا مرزاًی مبلغ کو لا جواب کرنا:

چنانچہ ہمارے حضرت مولانا محمد حیات رحمہ اللہ تعالیٰ کا، مرزاًی مبلغ اللہ دستہ جالندھری سے مناظرہ ہوا تھا، مولانا محمد حیات فرمانے لگے: ”اللہ دیتا! نبوت دیاں کتنی قسمیں ہوندیاں نے؟ کہہدا: جی تتن (اللہ دیتا! نبوت کی کتنی قسمیں ہیں؟ اس نے کہا: تین قسمیں ہیں:) مستقل تشریعی نبوت، غیر مستقل تشریعی نبوت، غیر مستقل

غیر تشریعی نبوت۔

مولانا فرمائے گئے کہ: اللہ دوست! مناظرے کا اصول یہ ہے کہ اگر دلیل عام اور دعویٰ خاص ہو تو یہ صحیح نہیں، مثلاً اگر تمہارا دعویٰ ہو کہ زید آیا، مگر تم کسی دلیل سے یہ ثابت کرو کہ انسان آیا ہے، تو کیا اس سے تمہارا دعویٰ ثابت ہو جائے گا؟ ظاہر ہے کہ زید کی آمد کے دعویٰ کے لئے انسان کی آمد کی دلیل سے زید کی آمد تو ثابت نہیں ہوگی نا! کیونکہ انسان تو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو، بھائی تمہارا یہ دعویٰ تھا کہ زید آیا تو میرے یا تمہارے آنے سے زید کا آنا تو ثابت نہ ہوانا! اس کو کہتے ہیں دلیل عام اور دعویٰ خاص۔

پھر فرمایا: اللہ دوست! تم ایسا کرو کہ قرآن کریم کی کوئی آیت یا ذخیرہ احادیث سے کوئی حدیث پڑھو، یا بزرگوں کے اقوال میں سے کوئی ایسا قول پیش کر دو، جس سے یہ ثابت ہو کہ غیر تشریعی، غیر مستقل نبوت جاری ہے۔ ظاہر ہے اسکی کوئی آیت، حدیث یا اکابر علمائے امت کے اقوال سے کوئی قول تودہ پیش کرنے سے رہا۔

”یَا بَنِي آدَمَ“ سے قادیانیوں کا اجرائے نبوت پر استدلال:

اس موقع پر مرزاٹی اپنے دعویٰ کی تائید میں یہ آیت پڑھتے ہیں: ”یَا بَنِي آدَمَ إِنَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ“ تو اللہ دوست نے بھی حسب عادت یہ آیت پڑھ دی، مولانا محمد حیات نے فرمایا: اللہ دوست! تم انصاف کرو، تمہارا یہ آیت پڑھنا صحیح ہے؟ کیونکہ اس میں تو ”رُسُلٌ“ عام ہے، یہ تو صاحب شریعت، صاحب کتاب، تشریعی، غیر تشریعی، مستقل اور غیر مستقل سب کو شامل ہے، میں تمہیں کہتا ہوں کہ دلیل میں وہ بات پیش کرو جو تمہارے اس دعویٰ کو ثابت کرے، حضرت مولانا مرحوم نے جب یہ کہا تو اللہ دوست بیچارہ پوری طرح پھنس گیا، کیونکہ اس دعویٰ پر کوئی آیت ہوتی تو پڑھتا۔

اجرائے نبوت کا ڈھونگ صرف مرزا کے لئے:

خیر یہ تو مولانا محمد حیات صاحب[ؒ] نے فرمایا تھا، البتہ میں اس پر کچھ اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ قادیانیوں نے اجرائے نبوت کے فلفہ کا ڈھونگ صرف اور صرف مرزا قادیانی کے لئے رچایا ہے، ورنہ وہ بھی یہ مانتے ہیں کہ امت کی تیرہ صدیوں میں کوئی نبی نہیں آیا، اور جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ خود مرزا قادیانی اپنی کتاب **حقیقتِ الوجی** کے ص: ۳۹۱ پر لکھتا ہے کہ:

”غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں، اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ اکثر اس نعمت کا نہیں دیا گیا، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔“

(**حقیقتِ الوجی** ص: ۳۹۱)

اس لئے میں کہتا ہوں کہ مرزا یو! تم اس پر دلیل نہ دو کہ اب تمہارے پاس رسول آئیں گے، تم اس پر دلیل دو کہ غیر تشریعی اور غیر مستقل نبی آئیں گے، کیونکہ تمہارا دعویٰ خاص مرزا غلام احمد کے لئے ہے، لہذا تم اس کی دلیل پیش کرو۔ اگر تم میرا یہ نکتہ سمجھ لو اور سمجھا بھی سکو تو تمہیں مناظرہ کرنا آجائے گا کیونکہ یہ بہت موٹی سی بات ہے، معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی اس کو سمجھ سکتا ہے، تم مرزا غلام احمد کی کتاب **حقیقتِ الوجی** کا صفحہ یہاں سے لے جاؤ اور پیش کر کے کہو کہ تمہارے مرزا کے **حقیقتِ الوجی** ص: ۳۹۱ پر یہ دعویٰ ہے کہ نبی کا نام پانے کے لئے صرف میں ہی مخصوص کیا گیا۔

گویا تم نے نبوت کے جعلی ہونے کا سارا ڈھونگ مرزا کے لئے رچایا ہے، ہاں یہی مطلب ہوانا! نہیں تو تم ازراہ کرم قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھو

جس میں لکھا ہو کہ ”غلام احمد نبی بن کے آیا“۔ رہی یہ بات کہ: ”رسول آئیں گے یا نبی آئیں گے، اس کا تمہیں کیا فائدہ؟ تم تو خود منکر ہو، جیسا کہ مرزا نے لکھا ہے کہ: ”اس امت میں بڑے بڑے آدمی آئے، لیکن نبی کا نام پانے کے لئے صرف مخصوص کیا گیا۔“

تو مرزا یوں سے بات کرنے کے لئے ایک نکتہ تو یہ ہے، کیونکہ مرزا خود کہتا ہے کہ: ”نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا“، لہذا جب بھی کوئی مرزا تی ایسی کوئی بات کہے تو تم کہو کہ تم تو مرزا کی نبوت کا دعویٰ پیش کرتے ہو، لہذا مرزا کی نبوت کی دلیل لاو!

ایک شبہ کا جواب:

سوال:....قادیانی یہاں اشکال کرتے ہیں کہ یہ پہلے کا عقیدہ ہے؟

جواب:....ان سے کہو کہ ہم حوالہ پیش کر رہے ہیں حقیقت الوجی کا اور حقیقت الوجی مرزا غلام احمد نے ۱۹۰۷ء میں لکھی اور ۱۹۰۸ء میں وہ مرگیا، دراصل یہ ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے، جو اس نے ۱۹۰۵ء میں لکھنا شروع کی تھی، بلاشبہ یہ ۱۹۰۷ء کی تحریر ہے، اور فهرست میں بھی لکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب ۱۹۰۷ء کی تحریر ہے اور ۱۹۰۸ء میں وہ مرگیا تو اس کا عقیدہ کب بدلا تھا؟ اگر ایسا ہے تو پھر پہلے اس کا عقیدہ کیا تھا؟ کیا اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا عقیدہ تھا؟ جب تم ۱۹۰۸ء کی بات کر رہے ہو تو اس کی کیا دلیل ہے؟ ٹھیک ہے نا؟

”اَهِدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ سے استدلال:

اب ایک اور بات اور ایک دوسرا نکتہ بتانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ مرزا تی کہتے ہیں کہ:

”اَهِدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (اے اللہ! ہم کو سیدھا

راستہ دکھا، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نعمت نازل کی۔ گویا
ہم کو بھی وہ نعمتیں عطا فرمائے جو پہلے لوگوں کو عطا کی گئیں، اب
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں کیا تھیں؟ قرآن مجید میں ہے:
يَا قَوْمٍ اذْ كَرُوا نِعْمَةً اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اذْ جَعَلْتُ فِيْكُمْ انبِيَاءً
وَجَعَلْتُكُمْ مُلُوكًا۔ (ماکدہ: ۲۰) مویٰ علیہ السلام نے اپنی قوم
سے کہا کہ اے قوم تم اپنے خدا کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم
میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا، تو ثابت ہوا کہ نبوت اور
بادشاہی دونوں نعمتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کسی قوم کو دیا کرتا ہے، خدا
تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں دعا سکھائی ہے اور خود ہی نبوت کو نعمت
قرار دیا ہے، اور دعا کا سکھانا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی قبولیت
کا فیصلہ فرمائچا ہے لہذا امت محمدیہ میں نبوت ثابت ہوئی۔“

(احمدیہ پاکٹ بک ص: ۳۶۶، ۳۶۷ آخري ايديشن)

جواب:... جو لوگ مرزے کے دعویٰ نبوت سے پہلے پیدا ہوئے ہیں،
سوال یہ ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر تھے یا نہیں؟ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ“ کے کیا یہ معنی ہیں کہ ہر آدمی نبی بن جایا کرے؟ صراطِ مستقیم پر چلنے کی تو
ہر ایک کو ضرورت ہے، پھر مرزا کہتا ہے کہ نبوت ملنا یہ بھی دعا ہے، سوال یہ ہے کہ
نبوت دعاوں سے ملا کرتی ہے؟

نبوت رحمت ہے اور رحمت جاری رہنی چاہئے!
قادیانی کہتے ہیں کہ: نبوت ایک رحمت ہے، جیسا کہ تم درود شریف میں

پڑھتے ہو:

”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى الٰٓ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلٰى الٰٓ إِبْرَاهِيمَ“

اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔

ترجمہ:...”اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمد پر جیسا کہ آپ نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔“

یہ درود شریف سننا کر قادیانی سادہ لوح مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ: تم بتاؤ نبوت رحمت ہے یا لعنت؟ آپ کیا کہیں گے؟ ظاہر ہے ہر مسلمان یہی کہے گا کہ نبوت رحمت ہے لعنت نہیں، جب مسلمان کہتے ہیں کہ نبوت رحمت ہے تو قادیانی فوراً کہتے ہیں کہ جب نبوت رحمت ہے اور جب یہ آل ابراہیم میں جاری تھی تو آل محمد میں کیوں بند ہو گئی؟

شریعت کیوں بند ہے؟

جواب:...اس کے دو جواب ہیں:

الزامی جواب:...تو یہ ہے کہ تم فوراً پلٹ کر ان سے کہو کہ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ شریعت رحمت ہے یا لعنت؟ یقیناً وہ کہیں گے کہ شریعت رحمت ہے، آپ ان سے کہئے کہ یہ بتائیے کہ وہ کیوں بند ہو گئی؟ آپ اس کا جو جواب دیں گے وہی جواب ہم آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ یہ تو ہوا الزامی جواب کہ قادیانی بول ہی نہ سکیں۔ اس پہلے جواب سے اپنے مقابل کو باندھ لو، پھر ڈنڈے سے اس کی مرمت کرو، تاکہ ہاتھ پاؤں نہ ہلا کے، گویا اس کے ہاتھ پاؤں پہلے باندھ کر اس کو لا جواب کر دو، پھر مسلکہ سمجھاؤ، اب سنو!

نہ حضورؐ کی نبوت کا زمانہ ختم ہوا، نہ نبی کی ضرورت!

تحقیقی جواب:...حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا جاری ہوتا رحمت نہیں، لعنت ہے، اس لئے کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں نبوت جاری ہونے

کا مطلب یہ تھا کہ ایک نبی کی نبوت کا زمانہ ختم ہوا تو دوسرے کی نبوت کا زمانہ شروع ہو گیا، لگاتار نبی آرہے تھے، ایک نبی چلا جاتا اور اس کی نبوت کا زمانہ بھی چلا جاتا تو نیا نبی آجاتا اور اس کی نئی نبوت کا زمانہ شروع ہو جاتا، چونکہ وہ زمانہ، زمانہ نبوت تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ ان میں لگاتار نبی بھیجے جائیں، کوئی وقت بھی نبیوں سے خالی نہ ہو، لیکن جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دور آیا تو آپ کو نبوت دے دی گئی اور آپ کی نبوت کا زمانہ چونکہ قیامت تک ہے، اس لئے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت ختم ہوتا تو نیا نبی آتا، نہ زمانہ نبوت ختم ہوا اور نہ نئے نبی کی ضرورت پیش آئی اور نہ نیا نبی آیا۔

قادیانی، حضورؐ کی نبوت کا زمانہ ختم کرنا چاہتے ہیں:

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنوا کہ قادیانی گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جیسے نبی اسرائیل میں پہلے نبی کا زمانہ ختم ہو جاتا تھا، اس کی نبوت بھی ختم ہو جاتی تھی، ثمیک اسی طرح... تَعُوذ باللّٰه... وَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نیا نبی پیش کر کے حضور کی نبوت کا زمانہ بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ختم کرنا اور نئے نبی کو پیش کرنا لعنت ہے کہ نہیں؟ یقیناً لعنت ہے! اس لئے ہمارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کا آنا رحمت نہیں لعنت ہے۔

حضورؐ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ہے:

اگر چاہو تو اس کو دوسرے عنوان سے یوں بھی بیان کر سکتے ہیں، وہ یہ کہ قادیانی جو اجرائے نبوت کے قائل ہیں، یا یوں کہو ہم جو نبوت کے بند ہونے کے اور ختم نبوت کے قائل ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ موجودہ زمانہ نبوت سے خالی ہے، بلکہ ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ نبوت کا ملنا ختم ہو گیا ہے، اور اب کوئی نئی نبوت نہیں ملے گی، مگر مرزاؑ ختم نبوت کا یہ معنی لیتے ہیں کہ اس زمانہ میں کوئی نبوت باقی نہیں، گویا وہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی ختم سمجھتے ہیں، حالانکہ ہم قطعاً یہ معنی مراد نہیں لیتے، بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک باقی ہے، لہذا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ختم ہوا اور نہ کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت ہے۔ جبکہ قادریانی نبتوں کے آنے کا نظریہ پیش کر کے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا ہے، لہذا نئے نبی کی ضرورت ہے، گویا یہ نظریہ دے کر وہ امت کو اسی عقیدے سے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت سے کاثر دینا چاہتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باقی ہے، تو امت قیامت تک دامنِ نبوت سے وابستہ رہے گی، نہ نیا نبی آئے گا اور نہ اس امت کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹے گا۔ یہ بات خود بھی سمجھو اور ہر قادریانی کو بھی سمجھاؤ، خدا کرے یہ بات ان کو سمجھ آجائے۔

قادیانی مہدی و مسح ہے اور نہ نبی:

سوال:....مرزاںی کہتے ہیں کہ ہم مرزا غلام احمد قادریانی کو نبی نہیں بلکہ مہدی، امام، مصلح، مسح موعود اور غیر تشریعی نبی مانتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:....قادیانی جھوٹے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، اللہ کا شکر ہے کروہ خود، ہی اپنے موقف سے پھر گئے، مگر الحمد للہ ہم آج تک اپنے موقف سے ایک اخنچ بھی پیچھے نہیں ہے، ایک اخنچ کیا، ایک بال برابر بھی نہیں ہے، ہمیں جو عقیدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے کر گئے تھے الحمد للہ! اس سے ایک بال برابر بھی نہیں ہے، ہم ہر حال میں حق کا اظہار کریں گے: ہم ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے، منبر نہیں ہو گا تو سردار کریں گے، نہ ہم کبھی بدلتے ہیں اور نہ بدلتے کا ارادہ کیا ہے، الحمد للہ!

قادیانی گرگٹ کی طرح عقیدہ بدلتے ہیں:

ہاں! قادیانی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں، چنانچہ مرزا محمود یہاں ربود، حال چناب نگر کے ایوانِ محمود میں پیش کر کچھ کہتا، اور جب عدالت میں پیش ہوتا تو وہاں کچھ اور کہتا تھا، یہ گرگٹ کی طرح عقیدے بدلتے ہیں، کبھی مرزا کو امام کہتے ہیں، کبھی نبی کہتے ہیں، کبھی مسح کہتے ہیں، کبھی مہدی کہتے ہیں، اور کبھی چوں چوں کا مردہ کہتے ہیں، سچ ہے کہ واقعی مرزا چوں چوں کا مردہ ہی تھا، یعنی کچھ بھی نہیں تھا بلکہ فراز ہی فراز تھا، میرے بھائی! ان کا عقیدے بدلتا، ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے، الحمد للہ! ہم نے اپنا موقف اور عقیدہ کبھی نہیں بدلا، ہماری تاریخ کو پورے چودہ سو سال گزر چکے ہیں، اور اب پندرہویں صدی شروع ہو گئی ہے اور اس کے بھی کئی سال گزر چکے ہیں، گویا ہم چودہ سو سال پورے کر چکے ہیں، مگر الحمد للہ! جو پہلے دن ہمارا عقیدہ تھا وہی آج بھی ہے اور آپ مجھ سے وہی چودہ سو سال پرانا عقیدہ سن رہے ہیں، اس میں ہم نے کوئی اونی سے اونی ترمیم کی ہے اور نہ کریں گے۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور انشا اللہ قیامت تک یہی رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر قادیانی مرزا کو نبی نہیں مانتے تو ان سے کہو کہ پھر یہ نبوت کے جاری ہونے کا عقیدہ کیوں مانتے ہو؟

جس طرح نئی شریعت آنا بند ہے، نئی نبوت کا

دروازہ بھی بند ہے:

ہاں! تو میں عرض کر رہا تھا کہ مرزا یوں سے پوچھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت آسکتی ہے؟ یعنی شریعت محمد یہ کے بعد نئی شریعت آسکتی ہے؟ اس پر مرزا کہیں گے: نہیں! نئی شریعت نہیں آسکتی، تو پھر ان سے پوچھو کہ کیوں نہیں

آسکتی؟ ہمیں بھی تو سمجھا دنا! آخر کچھ ہمارے پلے بھی تو پڑے! تمہارے بقول اگر نیا نبی آسکتا ہے تو نبی شریعت کیوں نہیں آسکتی؟ اس پر قادیانی یہی کہیں گے کہ ابھی یہ شریعت تو قیامت تک کے لئے بھی گئی ہے، جب وہ یہ کہیں تو ان سے کہو کہ جس طرح آپ کی شریعت قیامت تک کے لئے ہے، اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی قیامت تک کے لئے ہے، اس پر قادیانی کہیں گے کہ چونکہ آپ کی شریعت کامل و مکمل ہے اس لئے اس میں کسی قسم کی ترمیم و تفسیخ کی ضرورت نہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ جس طرح آپ کی شریعت کامل و مکمل ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی کامل و مکمل ہے، اس میں بھی کسی ترمیم و تفسیخ کی ضرورت نہیں، شریعتِ محمدیہ کے آخری اور ختم نہ ہونے کی وجہ تم بیان کرو گے وہی وجہ ہم بیان کریں گے، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ختم نہ ہونے اور آپ کے بعد دوسرے نبی کے نہ آنے کی۔ اور یہی معنی ہیں ختم نبوت کے، قادیانی کہتے ہیں کہ امت نبوت سے محروم ہو گئی ہے اور نبوت رحمت ہے، اور امت اس رحمت سے محروم ہو گئی اور امت کو محروم کیوں رکھا گیا؟ ہم کہتے ہیں اللہ کے فضل سے امت محروم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک کے لئے امت سب سے اعلیٰ ترین اور افضل ترین نبوت سے مستفید ہو رہی ہے، اور اس کے زیر سایہ ہے، جب سید الادلین والآلرین کی نبوت باقی ہے تو امت محروم کیسے ہو گئی؟ ہاں! البتہ تم اجرائے نبوت کے ملعون فلفہ کے ذریعہ ایک ایک بالشت کے نبی کھڑے کر کے امت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ رحمت و عاطفت سے محروم کرنا چاہتے ہو۔

یہ میں نے قادیانیوں کے چند مغالطے ذکر کر دیئے ہیں، میرا بھائی! اس کو سمجھو اور ٹھیک سے سمجھو اور یہ بھی یاد رکھو کہ قادیانیوں کا کوئی ایسا مغالطہ نہیں جس کو آپ عقل اور دانتی کے ساتھ نہ سمجھ سکیں۔

اتباع سے نبوت ملنے کا قائل کافر ہے:

سوال:... کیا اکابرین امت نے یہ لکھا ہے کہ نبی کی کامل اتباع سے بھی

آدمی نبی بن جاتا ہے؟

جواب:... اس مسئلہ کو بھی میں بعد میں بتا دوں گا البتہ جو ایسا کہے یا لکھے وہ

کافر ہے۔

علامہ زرقانی اور اجرائے نبوت:

سوال:... قادیانی کہتے ہیں کہ علامہ زرقانی رحمہ اللہ اجرائے نبوت کے قائل

ہیں، ان کے اس دعویٰ کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:... بالکل جھوٹ اور کذب و افتراء ہے، میں تمہیں خود علامہ زرقانی

رحمہ اللہ کی عبارت پڑھ کر سنادیتا ہوں، اس سے خود ہمی اندازہ لگالو، چنانچہ علامہ
زرقانی شرح مواہب میں امام ابن حبانؓ سے نقل کرتے ہیں:

”من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا تنقطع او

الى ان الولى افضل من النبي، فهو زنديق، يحب قتله

لتکذیب القرآن: وخاتم النبیین.“

(مواہب لدنیہ ج: ۲، ص: ۱۸۸، مطبوعہ دارالعرفہ بیروت)

ترجمہ:... ”جس شخص کا یہ مذهب ہو کہ نبوت حاصل کی

جا سکتی ہے، کبھی بند نہیں ہوگی، یا کہے کہ ولی نبی سے افضل ہوتا

ہے، وہ زنديق و بے ایمان ہے، اس کا قتل کر دینا واجب ہے

کیونکہ وہ قرآن کو جھوٹا کہتا ہے، اس لئے کہ اللہ کہتا ہے کہ محمد صلی

اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، مگر یہ کہتا ہے کہ حضور خاتم النبیین

نہیں ہیں۔“

صدق و کذب مرزا کی بحث:

اب تیرا عنوان ہے کہ مرزا غلام احمد سچا تھا یا جھوٹا؟ اس کو کہتے ہیں صدق و کذب مرزا کی بحث، یعنی اس بحث کا نام ہے صدق و کذب مرزا، یہ بھی قادیانی ذوق کا شاہکار ہے کہ انہوں نے ایسے آدمی کو اپنا نبی مان رکھا ہے جس کے صدق و کذب پر بحث ہوتی ہے اور یہ مرزا کی بڑے مزے لے کر کہتے ہیں حضرت مسیح کے صدق و کذب کی بحث۔ نعوذ باللہ! کوئی مسلمان اپنے نبی کے بارے میں کبھی بھی ایسا کوئی لفظ اپنی زبان پر لانا گوارا نہیں کرے گا، کیا... نعوذ باللہ... ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و کذب کی بحث کرنا چاہیں گے؟ نہیں! قطعاً نہیں! نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! کیا آپ نے کبھی کسی مسلمان عالم کی زبان سے یہ بحث سنی؟ ہم عیسائیوں سے بھی بحث کرتے ہیں، پادریوں سے بھی بھیش کرتے رہے ہیں، دہریوں سے بھی بحث کرتے رہے، مگر کبھی کسی مسلمان کی زبان سے آپ نے یہ نہیں سنا ہو گا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و کذب کی بحث کی ہو، اس لئے میں قادیانیوں سے کہتا ہوں کہ تمہارا اس عنوان کو قائم کرنا ہی تمہارے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے، تم بھی جھوٹے اور تمہارا نبی بھی جھوٹا، ٹھیک ہے نا!

قادیانیوں سے مناظرہ، اور دلچسپ اطیفہ:

اس پر ایک اطیفہ سنو، بعد میں، میں تمہیں دو تین باتیں تمہارے مطلب کی بھی سناؤں گا، ہاں یہ بھی تمہارے مطلب کی بات ہے، ہمارے مولانا علامہ خالد محمود صاحب نے مجھے ایک اطیفہ سنایا کہ ایک دفعہ وہاں لندن یعنی انگلینڈ میں مرزا یوں کے ساتھ مناظرہ ٹھن گیا، اور یہ بھی بتاتا چلوں کہ مرزا یوں کو مناظرے کا بہت شوق رہتا ہے، مرزا کی ہر جگہ کہے گا کہ مجھ سے مناظرہ کرو، مگر مرزا کی مناظرے کا چیلنج اسی وقت دیتے ہیں جب ان کو پڑتے ہو کہ سامنے والا مرزا بیت نہیں جانتا، اگر ان کو پڑتے چل جائے

کہ فریقِ مختلف میں کوئی مولوی یا عالم ہے تو پھر وہ وہاں سے اس طرح دم دبا کر بھاگتے ہیں جس طرح قرآن کریم میں ہے:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

(بُنی اسرائیل: ۸۱) **زَهُوقًا.**

ترجمہ:...”فرمایے حق آگیا اور باطل دم دبا کر بھاگ

گیا، بے شک باطل ہے ہی دم دبا کر بھاگنے کے لئے۔“

تو وہاں انہوں نے مناظرہ ٹھان لیا، اور مرزا نیوں نے کہا کہ جی ہم تو دو مسئللوں پر بحث کریں گے، ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کی بحث، اور ایک اجرائی نبوت کی بحث، اس لئے ”انہاں نوں جریان ہی رہندا اے“ (یعنی ان کو جریان کی بیماری لگی ہوئی ہے) اور جریان کی بڑی سخت بیماری لگی ہوئی ہے۔

مناظرہ کا اصول:

علامہ صاحب نے فرمایا: اچھا تم جو چاہو عنوان رکھو، کیونکہ مناظرہ کا اصول ہے کہ اگر فریقین مناظرہ نے چار عنوانوں پر گفتگو کرنی ہو تو دو عنوان ایک فریق متعین کرے گا اور دوسرے دو دوسرافریق مقرر کرے گا۔ اور اگر دو عنوانوں پر گفتگو کرنی ہو تو ایک عنوان ایک فریق مقرر کرے گا اور ایک، دوسرافریق طے کرے گا۔ اور جو فریق جو عنوان تجویز کرے گا وہ اس میں مدعا اور مدعا کو وقت پہلے ملتا ہے، اور مدعا علیہ کو بعد میں وقت ملتا ہے، اس لئے مناظرہ میں جو بے چارہ مدعا علیہ ہوتا ہے، وہ گھائٹے میں رہتا ہے، کیونکہ مدعا سب سے پہلے اپنا دعویٰ پیش کرے گا اس کے بعد مدعا علیہ اس کا توڑ کرے گا، اس کے بعد مدعا پھر مدعا علیہ کے توڑ کا جواب دے گا، یوں اول و آخر مدعا ہی ہوتا ہے، اس لئے مرزا تی ہمیشہ کوشش کریں گے کہ وہ مدعا بنیں، یعنی ان کو ہمیشہ اقدام کا شوق رہتا ہے، وہ دفاع کی قوت ہی نہیں رکھتے۔

چنانچہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں اور یہ منکر ہیں، اور یاد رکھو ہمیشہ منکر مدعایلیہ ہوتا ہے، مگر یہ چال بازی کرتے ہیں کہ یہ دونوں بحثیں خود لے لیتے ہیں، تاکہ مسلمانوں نے جو دلائل پیش کئے ہوں، اپنی آخری تقریر میں وہ اس کے اثرات اڑاسکیں، یہ عموماً ایسی تسلیمات کیا کرتے ہیں، چونکہ مسلمان مناظر اخلاق سے ان کو بات سمجھانے کا جذبہ رکھتا ہے تو وہ بے چارہ بول نہیں پاتا۔

تو خیر علامہ خالد محمود کہنے لگے کہ بھائی مناظرہ میں بحث کے چار نکات ہوں گے، دو تمہاری طرف سے، اور دو ہماری طرف سے، قادریانی کہنے لگے ہماری طرف سے تو یہ دو ہوں گے: حیات و وفات تک، اور دوسرا اجرائے نبوت۔ علامہ خالد محمود صاحب کہنے لگے: ہم نے کہہ دیا ٹھیک ہے! مگر دو عنوان ہماری طرف سے ہوں گے، ہمارا ایک عنوان یہ ہوگا کہ مرزا غلام احمد "گو" کھاتا تھا کہ نہیں؟ قادریانی کہنے لگے: یہ کیا عنوان ہوا؟ علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں: میں نے کہا تمہیں اس سے کیا بحث؟ چونکہ ہمیں ایک عنوان تجویز کرنے کا تم نے حق دیا ہے، اور اس عنوان میں ہم مدعی ہیں، ہم ثابت کر دیں گے کہ مرزا غلام احمد قادریانی "گو" کھاتا تھا، اور تم ثابت کرو کہ نہیں کھاتا تھا، بس یہ عنوان سن کر ہی قادریانی بھاگ گئے۔

قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ہوشیاری و کھائی جائے ورنہ ہمارے جیسا بھولا آدمی ان سے مناظرہ نہیں کرسکتا۔

آج کل مناظرہ چال بازی کا نام ہے، علمی بحث و مباحثہ کا نام مناظرہ نہیں رہا۔

قادیانیوں سے مناظرہ کا طرز:

میرے ایک عزیز اور رشتہ دار ہیں جو گلشنِ حدید کراچی میں رہتے ہیں، اور وہ تبلیغ میں تین مرتبہ بیرون ملک بھی جا چکے ہیں، اب چوتھی مرتبہ بھی تیار ہیں، مگر ہیں ماشاء اللہ بڑے ذہین، پچھلے سال جماعت لے کر افریقہ گئے تھے، ان کا کہنا تھا کہ وہاں

بہت سے قادریانی پہنچے ہوئے ہیں، گویا وہ خاص ان کا ملک ہے، اس وقت اس ملک کا نام ذہن میں نہیں رہا، بہر حال وہ افریقہ کا کوئی چھوٹا سا ملک ہے، خیر جو بھی ہو، وہاں تو وہ کہنے لگا کہ ہم ایک دن سڑک کے کنارے پیدل جا رہے تھے، چونکہ وہاں کوئی سیکورٹی وغیرہ نہیں ہوتی بلکہ ملک کا صدر وغیرہ بھی یوں ہی عام آدمیوں کی طرح پھرتا رہتا ہے، تو ایک آدمی ہمارے قریب آیا، یعنی اس نے ہمارے قریب آ کر اپنی گاڑی کھڑی کی اور کہنے لگا: السلام علیکم! میں نے کہا: علیکم السلام! اسلام و کلام کے بعد وہ ہم سے کہنے لگا کہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟ چونکہ ہم تو ہر ایک کو دعوت ہی پیش کرتے ہیں، اس لئے ہم نے کہا: جی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بنا کر بھیج گئے ہیں اور حضور کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا اس لئے دعوت کا کام امت نے کرنا ہے، اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی ہمارے ساتھ اس دعوت کے کام میں شریک ہو جائیں۔ جب اس نے یہ سنا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور کسی نئے نبی نے آنا نہیں تو اس کے تو تیور بدلتے گئے، مگر اس وقت وہ وہاں سے چپ کر کے چلا گیا، دراصل وہ وہاں کا صدرِ مملکت تھا، اس نے وہاں سے جاتے ہی اپنے ملک کے تمام مکملوں کو احکامات جاری کر دیئے کہ اس جماعت کے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا جائے، بلکہ اس جماعت کو ملک سے نکال جائے، لیکن اگر نکال نہیں سکتے تو کم از کم ان سے تعاون نہ کریں۔

خیر قادریانیوں نے یہ سوچ کر کہ چونکہ تبلیغی جماعت کے لوگ ہیں، ان کا کام تو صرف تبلیغ کرنا ہے، اس لئے ان کو کیا پتہ کہ قادریانیت کیا ہوتی ہے؟ یہ تو صرف دعوت کا کام جانتے ہیں، مرزا یت کا ان کو کوئی پتہ نہیں ہوگا، کیوں نہ ہم ان کو مناظرہ کا چیلنج دے کر ذلیل کریں؟ چنانچہ قادریانیوں نے ہم کو مناظرے کا چیلنج دے دیا، اور کہا کہ اگر تم کسی نئے نبی کے آنے کو نہیں مانتے تو ہم سے مناظرہ کرو، حسن اتفاق کہ سفر پر جاتے ہوئے میں نے ان کو یہ اپنی کتاب میں یعنی تحفہ قادریانیت کے

رسائل دے دیئے تھے، وہ چونکہ جاتے ہوئے مجھ سے مل کر گئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ بھائی! جس افریقی ملک میں تم جا رہے ہو وہاں قادیانی جراثیم بہت ہیں، اس لئے ہو سکتا ہے کہ تمہیں کہیں قادیانیوں سے گفتگو کی نوبت آجائے، تو یہ رسالے تم ساتھ لے لو، اور راستہ میں کچھ ان کا مطالعہ بھی کر لینا، اگر کبھی ایسا مرحلہ پیش آگیا تو انشا اللہ ان رسائل سے تمہارا کام چل جائے گا، بہر حال انہوں نے رسائل لے لئے، یقیناً انہوں نے کچھ نہ کچھ تو پڑھا بھی ہو گا، خلاصہ یہ کہ میری کتاب ان کے ساتھ تھی اور بس۔

اب اللہ تعالیٰ کی مدد کیجئے کہ یہ سارے تبلیغی جماعت کے لوگ ہیں، بس ایک آدی ہے جس نے ہمارے رسائل کا سیٹ اٹھایا ہوا ہے، عجیب اتفاق کہ وہ بے چارا بھی کوئی خاص پڑھا لکھا نہیں تھا، یعنی دین دار اور تبلیغی ذہن کا ضرور تھا، مگر کوئی باقاعدہ عالم یادیں علوم سے بہرہ ورنہیں تھا، پھر اتفاق سے وہی امیر جماعت بھی تھا، اس لئے مناظرہ کا چیلنج بھی اُسے تھا، وہ کہتا ہے کہ میں نے آپ کی کتاب کے مطالعہ کی برکت سے قادیانیوں کی کتابوں کے نام یاد کرنے تھے، اس لئے جب انہوں نے مجھے مناظرہ کا چیلنج دیا تو میں نے وہ بارہ قادیانی کتب کے نام لکھ کر ان کو دے دیئے اور کہا چونکہ ہم تو یہاں پر دیکھی ہیں، اور دعوت کے کام کے لئے آئے ہوئے ہیں، اور قادیانیوں کی کتابیں تو ہم اٹھائے نہیں پھر رہے ہیں، اس لئے ہمیں قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کی تو بہت خوشی ہے، مگر اتنی درخواست ہے کہ جب آپ حضرات مناظرہ کرنے کے لئے تشریف لا کیں تو ازالہ اوہاں اور یہ یہ قادیانی کتابیں بھی ساتھ لے آئیں، تاکہ حوالہ دیکھنے اور دکھانے میں سہولت رہے۔

اللہ کی شان دیکھو! جب قادیانیوں نے میرا یہ پرچہ پڑھا اور جب ان کو اس کا پتہ چلا کہ اس کو تو ہماری کتابوں کے نام بھی معلوم ہیں تو وہ مناظرہ سے بھاگ گئے، ہمارا وہ دوست تبلیغی سفر سے ابھی واپس آیا ہے، اور کہتا ہے کہ الحمد للہ! ہم دوسو

چالیس آدمیوں کو مسلمان کر کے آئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان ہوتا تھا تو میری یہ شرط ہوتی تھی کہ بھائی! تمہیں ہمارے ساتھ دس دن لگانے ہوں گے، تاکہ اس کے دل میں ایمان ذرا تھوڑا راخ ہو جائے۔

ایک بستی کا واقعہ:

ہمارا وہ عزیز کہتا ہے کہ ہم ایک بستی میں گئے، پھر اس نے بڑا المباقصہ سنایا، خیر وہ کہتا ہے کہ ہم نے بستی والوں سے پوچھا تم کون ہو؟ انگریزی میں گفتگو کی، تو وہ کہنے لگے کہ: ”ہم حمادی مسلمان ہیں“، یعنی احمد نہیں حمادی، یا تو ان بے چاروں کو نام ہی نہیں آتا ہوگا یا پھر ویسے ہی بگاڑ دیا ہوگا۔ تو یوں کہا کہ ہم حمادی مسلمان ہیں، یا ہماری جماعت حمادی ہے، تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہ قادیانی ہیں، ہم نے ان کو سمجھایا کہ یہ تو بہت بڑے لوگ ہیں، اور تم لوگ ان قادیانیوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئے؟ انہوں نے بہت توجہ سے ہماری باتیں سینیں، ہماری ساری باتیں سن کر وہ کہنے لگے کہ: تم یہ بتاؤ کہ انہوں نے جب ہمیں اپنے نہ بہ میں داخل کیا تھا تو انہوں نے ہم سے اتنی فیس وصول کی تھی، اب تم بتاؤ کہ تم ہم سے کتنی فیس وصول کرو گے؟ پھر یہ بھی کہا کہ ہم آج تک ان کو اتنا انگلیکس دے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قادیانی ہونے کے معنی ہیں انگلیکس گزار جماعت پیدا ہو جانا، ہاں تو انہوں نے یہ بھی کہا کہ تم ہم سے کتنا انگلیکس لو گے؟ اس پر ہم نے کہا کہ: بھائی! اسلام میں داخل ہونے کی نہ کوئی فیس ہے اور نہ انگلیکس، ہاں! البتہ ہم آپ سے ایک گزارش ضرور کریں گے کہ تم مسلمان ہونے کے بعد ہمارے ساتھ دس دن لگاؤ، یعنی ہر آدمی جو مسلمان ہو، وہ دس دن لگائے تاکہ ہم اس کو اسلامی آداب اور احکام پر عمل کا طریقہ سکھا دیں، اور وہ دین کو خود سیکھ کر دوسروں کو سکھانے والا بن جائے اور اس دعوت کی محنت کو اس طرح اپناۓ کہ دوسروں کو اس میں جوڑنے والا بن جائے، اس پر وہ کہنے لگے کہ: ابھی یہ ہمیں منظور ہے!

چنانچہ نیکس سے ان کی جان چھوٹی اور وہ مسلمان ہو کر ہمارے ساتھ ہو لئے، پتہ نہیں کتنے آدمی تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہمارے ساتھ دس دن لگائے، ممکن ہے کچھ آدمی پچھے رہ گئے ہوں گے، جب پہلے والوں کے دس دن پورے ہوتے تو دوسرے ساتھ ہو لیتے اور کچھ ایسے بھی تھے کہ جب ان کے دس دن پورے ہوتے تو مزید دنوں کے لئے وہ آگے چلے جاتے اور جو گھر واپس چلے جاتے تھے وہ بھی راشن لے کر دوبارہ ہمارے پاس آ جاتے۔

تو خیر میں نے تمہیں یہ واقعہ بتایا، بلکہ قادیانیوں سے مناظرہ کے دو واقعے میں نے تمہیں بتا دیئے، ایک علامہ خالد محمود کا، اور دوسرا اس تبلیغی ساتھی کا۔

اگر قادیانیوں کو بھگانا ہو تو یوں کہو آؤ، ہم سے مناظرہ کرو اور بلا لو اپنے مولوی اور مربی کو، میں اس سے مناظرہ کروں گا، اور یاد رکھو قادیانیوں سے مناظرہ کرنے کے لئے کسی لائق فائق اور قابل ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، بس یہ کہہ دو کہ یہ مرزا کی کتاب تخفہ گواڑو یہ بھی ساتھ لے آؤ، لہذا تمہیں قادیانی کتب ساتھ رکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

دوم یہ کہ جب کوئی قادیانی کہے کہ میں تم سے مناظرہ کرتا ہوں تو اُسے کہو کہ موضوع مناظرہ کا ایک نکتہ تم مقرر کرو اور ایک نکتہ میں مقرر کروں گا، لہذا ایک نکتہ وہ رکھ لے، اور ایک نکتہ تم رکھو، وہ جو بھی چاہیں رکھیں، مگر تم کہو کہ میرا دعویٰ ہے دنیا میں سب سے بڑا ملعون ترین آدمی غلام احمد قادیانی ہے، بڑا تاجر، یہی لفظ جتنے بول سکتے ہو بولو، اور پھر کہو یہ میرا دعویٰ ہے اور میں اس کا ثبوت پیش کروں گا، تم اس کا رد کرنا۔

میں تمہیں اس کا ثبوت دوں گا کہ تمہارا یہ دعویٰ کرنا صحیح ہے کہ مرزا سے بڑا کوئی تاجر تھا اور نہ کوئی ہے، بلاشبہ دنیا کا سب سے بڑا تاجر، بدمعاش اور بکثر غلام احمد قادیانی تھا۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں، اگر آپ نے موضوع مناظرہ یہ رکھ لیا تو مناظرہ نہیں ہو گا، اور اگر مرزا نیوں کو یہ پتہ چل گیا کہ یہ ہماری کتابوں کو جانتا ہے اور اس

نے ہماری کتابیں پڑھی ہوئی ہیں، اور اس کے پاس ہماری کتابیں موجود ہیں، تو یقین کرو قادیانی مرتبی بھی تم سے مناظرہ نہیں کرے گا، بلکہ قادیانی ایسے بھاگیں گے جیسے کو اغیل سے بھاگتا ہے۔

مناظرہ میں علم سے زیادہ عقل کی ضرورت:

بھائی! مناظرہ میں علم سے زیادہ عقل اور ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ قادیانی تو لوگوں کو محض اپنی عیاری سے آتو بناتے ہیں، ورنہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔

صدق و کذب مرزا کے فیصلہ کے لئے!

اب آئیے مرزے کے صدق و کذب کی بحث کی طرف، تو اس کے لئے میں نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہوا ہے، اور اس کا نام ہے ”قادیانی فیصلہ“، یہ رسالہ میری کتاب ”تحفہ قادیانیت“ میں موجود ہے، تمہیں الگ بھی بھجوادیں گے، یہاں میں نے مولانا اللہ وسايا صاحب سے پوچھا تو کہنے لگے کہ: یہ کتاب ہمارے پاس ختم ہو چکی ہے، لہذا اس سال ہم آپ کو اس کتاب کی جگہ دوسری کتاب دیں گے، گزشتہ سال یہی کتاب دی تھی، بھائی ہم کتاب دینے میں بخل نہیں کرتے لیکن افسوس کہ وہ اس وقت ختم ہو چکی ہے، خیر دوسری کتاب دے دیں گے۔

ہاں بھائی! مرزا کے صدق و کذب کے فیصلہ کے لئے ہم نے جو رسالہ لکھا ہے اس کا نام ہے: ”قادیانی فیصلہ“ اور ”قادیانی فیصلہ“ کا معنی یہ ہے کہ میں مرزا غلام احمد کی کتاب سے ثابت کر دوں کہ مرزا جھوٹا تھا، دوسری جانب قادیانی کوئی تاویل کریں گے اور کہیں گے نہیں وہ سچا تھا، گویا یہ ہماری قادیانیوں سے کشتی ہو گی، اب اس کا فیصلہ کون کرے کہ کس کا موقف صحیح اور حق ہے اور کون جھوٹا اور کذاب ہے؟ اس کے لئے کسی ایسے فیصل کی ضرورت ہے جو فریقِ مخالف کے لئے قابلِ اعتماد ہو اور اس

کے فیصلہ پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو، اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں یہ ثابت کروں کہ خدا نے کہا ہے کہ مرزا جھوٹا ہے پھر تو کسی کو اعتراض نہیں رہے گا، نان! الغرض یہ سولہ صفحہ کا رسالہ ہے جس میں بیس نکات اور چار ابواب ہیں اور اس میں جتنے حوالے آئے ہیں اس کے لئے اصل قادیانی کتب کے صفات کے فوٹو لگائے گئے ہیں۔

اس کے اندر پہلا نکتہ ہے مرزا قادیانی کا مقدمہ اللہ کی عدالت میں، چونکہ جتنی قادیانی کتابوں کے حوالے اس میں آئے ہیں، وہ ساتھ کے ساتھ لگادیئے گئے ہیں، یعنی ان کے اصل فوٹو لگادیئے گئے ہیں، یوں گویا قادیانیوں کی اپنی کتابیں بھی ساتھ موجود ہیں، جب قادیانی کتابوں کا اصل فوٹو شامل اشاعت ہے تو گویا ان کتابوں کی اصل عبارت ہمارے سامنے آجائے گی، یہ ہے ”قادیانی فیصلہ“ اس میں میں نے ہر مقدمہ کے نمبر دیئے ہوئے ہیں، مثلاً پہلا مقدمہ، دوسرا مقدمہ، تیسرا مقدمہ، چوتھا مقدمہ، اور پانچواں مقدمہ، یہ پانچ مقدمے میں نے دیئے ہوئے ہیں، مگر یہاں میں تمہیں ان میں سے صرف تین بتلوں گا:

اول:... یہ کہ مرزا غلام احمد نے مبایلہ کیا تھا۔

مبابلہ کا معنی؟

مبابلہ کا معنی جانتے ہو؟ بھائی! مبابلہ اس کو کہتے ہیں کہ دو فریق جن کا آپس میں مقابلہ ہو، مثلاً: میں اور مرزا طاہر، وہ دونوں ایک میدان میں جمع ہو کر دعا کریں کہ یا اللہ ان دونوں میں سے جو حق پر ہے اس کو عزت عطا فرمایا! اور جو جھوٹا ہے اس پر اسی آفت نازل فرمائیں تو نے مرزا غلام احمد قادیانی پر فرمائی تھی، لفظی اور معنوی قسمیں کھانا، ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا، یعنی دونوں کامل کر لعنت کرنا وغیرہ، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

”ثُمَّ نَبْتَهِلُ فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ.“

(آل عمران: ۶۱)

اس کو مبایلہ کہتے ہیں۔ یعنی دونوں فریق اللہ کے سامنے گزگڑائیں اور گزگڑا کر دعا کریں یا اللہ! جھوٹوں پر لعنت کر! اس کا نام ہے مبایلہ۔

مولانا عبدالحق غزنوی سے مرزا کا مقابلہ:

اب دیکھو سب سے پہلی بات یہ کہ مرزا غلام احمد نے مولوی عبدالحق کے ساتھ مقابلہ کیا۔

دوم:...مرزے نے لکھا کہ مقابلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ پچ کی زندگی میں مرتا ہے۔

سوم:...مرزا غلام احمد، مولانا عبدالحق کی زندگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر، اور مولانا عبدالحق اس کے نواسال بعد فوت ہوئے، کیوں بھائی؟ ان مقدمات کی روشنی میں بتاؤ کہ جب مقابلہ کے بعد مرزا غلام احمد، مولانا عبدالحق کی زندگی میں مر گیا تو کون سچا نکلا اور کون جھوٹا؟ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ مرزا جھوٹا بھی نکلا تو اللہ کے فیصلہ سے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے موت دے کر فیصلہ دے دیا کہ تو جھوٹا ہے اور مولانا عبدالحق پچ، کیونکہ جھوٹا پچ کی زندگی میں مر جاتا ہے، میں نے تمہیں منحصر بات اس لئے بتائی ہے کہ اگر میں بات لمبی کروں گا تو تمہیں یاد نہیں رہے گی۔

مرتد و زندیق کا فرق:

سوال:...زندیق اور مرتد میں کیا فرق ہے؟

جواب:...جو اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لے وہ مرتد ہے، اور جو اپنے کفر کو اسلام باور کرائے وہ زندیق ہے، تم چاہو تو مرتد کو زندیق کہہ سکتے ہو، بہر حال مرزا کی زندیق و مرتد ہیں، زندیق ہیں بوجہ اپنے کفر کو اسلام کہنے کے، اور مرتد ہیں بوجہ حکم کے کیونکہ زندیق و مرتد کا حکم ایک ہی ہے، سوائے چند ایک معاملات کے۔

مولانا عبدالحق سے مرزا کے مبایلہ کا اشتہار:

چنانچہ مجموعہ اشتہارات جلد اول میں اس مبایلہ سے متعلق خود مرزا غلام احمد کی تحریر موجود ہے، ملاحظہ ہوا شمارہ نمبر: ۱۱۲:

”اعلان عام:“

”بسم الله الرحمن الرحيم،“

”نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم“

”ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنوون.“ (اتحل: ۱۲۹)

”اس مبایلہ کی اہل اسلام کو اطلاع“

”جوہم ذیقعدہ روز شنبہ بمقام امرتسر عیدگاہ متصل

مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم، ہوگا۔

اے برادران اہل اسلام کل وہم ذیقعدہ روز شنبہ کو
بمقام مندرجہ عنوان میں عبدالحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ
انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مبایلہ کریں
گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر اور دجال اور بے دین اور دشمن
الله جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھتے ہیں، اور اس
عاجز کی کتابوں کو مجموعہ کفریات خیال کرتے ہیں، اور اس طرف
یہ عاجز نہ صرف اپنے تین مسلمان جانتا ہے بلکہ اپنے وجود کو اللہ
اور رسول کی راہ میں فدا کئے بیٹھا ہے، لہذا ان لوگوں کی
درخواست پر یہ مبایلہ تاریخ مذکورہ بالا میں قرار پایا ہے، مگر میں
چاہتا ہوں کہ مبایلہ کی بدوعا کرنے کے وقت بعض اور مسلمان
بھی حاضر ہو جائیں کیونکہ میں یہ دعا کروں گا کہ جس قدر میری

تالیفات ہیں ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہیں اور نہ میں کافر ہوں اور اگر میری کتابیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مخالف اور کفر سے بھری ہوئی ہیں تو خدا تعالیٰ وہ لعنت اور عذاب میرے پر نازل کرے جوابت دنیا سے آج تک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو، اور آپ لوگ آمین کہیں، کیونکہ اگر میں کافر ہوں اور نعوذ باللہ دین اسلام سے مرد اور بے ایمان، تو نہایت بزرے عذاب سے میرا مرتنا ہی بہتر ہے، اور میں ایسی زندگی سے بہنوار دل پیزار ہوں، اور اگر ایسا نہیں تو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے سچا فیصلہ کر دے گا، وہ میرے دل کو بھی دیکھ رہا ہے اور میرے مخالفوں کے دل کو بھی، بڑے ثواب کی بات ہوگی اگر آپ صاحبانِ کل و ہم ذیقعدہ کو دو بچے کے وقت عیدگاہ میں مبارکہ کرنے تشریف لا میں، والسلام خاکسار غلام احمد قادریانی عفی اللہ عنہ

۹ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ۔“

(بحوالہ مجموع اشتہارات جلد اول ص: ۲۷)

یہ اشتہار مرزا نے ۹ ذیقعدہ کو لکھا، جیسا کہ نیچے تاریخ درج ہے، اور اس کی اشاعت کی تاریخ ہے ۱۰ ارڈ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ اب یوں آپ کو مبارکہ کی تاریخ یاد کرنا آسان ہو جائے گا، اس لئے کہ شوال عربی مہینوں کے اعتبار سے دسوال مہینہ ہوتا ہے، مگر یہ ذیقعدہ اس سے ذرا آگے گیا رہا اس مہینہ ہے، ہاں تو اگر اشتہار کا مہینہ بھی دسوال ہوتا تو ہم کہتے دس، دس، دس، بہر حال اب کہو دس، گیارہ، دس، بڑا آسان ہندسہ ہے، انشا اللہ اب تو آپ کو یاد رہے گا کہ ۱۰ ارڈ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ جبڑی بروز شنبہ (ہفتہ کے دن) گویا جمعہ کے بڑے پاک اور مبارک دن میں اس نے اشتہار لکھا ہے، مبارکہ کی جگہ عیدگاہ

امترس، اور مبایلہ میاں عبد الحق غزنوی اور بعض دیگر علماء کے ساتھ ہوا۔

بعی یہ بات کہ یہ مبایلہ کس بات پر ہوا؟ تو سنو! خود مرزا کی عبارت ہے، خود بھی پڑھو اور قاریانوں کو بھی پڑھو اکیونکہ ان کو بڑا مزہ آتا ہے، چنانچہ وہ خود کہتا ہے: اس عاجز سے اس بات پر مبایلہ کریں گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر، دجال اور بے دین اور دشمن اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، سمجھتے ہیں۔ یعنی مسلمان علماء مرزا کو کہتے ہیں کافر ہے، دجال ہے، بے دین ہے، اللہ اور اللہ کے رسول کا دشمن ہے۔ اور اس عاجز کی کتابوں کو مجموعہ کفریات خیال کرتے ہیں۔ گویا میری کتابوں میں میرا کفر بھرا پڑا ہے۔ کیوں بھائی! مرزا کے الفاظ کا ترجمہ ہے ناں؟ اور اس طرف یہ عاجز نہ صرف اپنے تین مسلمان جانتا ہے، بلکہ اپنے وجود کو اللہ اور اللہ کے رسول کے دربار میں فدا کئے بیٹھا ہے۔ گویا غلام احمد کا دعویٰ ہے کہ میں مسلمان ہوں، بلکہ اللہ اور رسول پر فدا ہوں، اور ان کے مقابل کا دعویٰ ہے کہ وہ دجال ہے، کافر ہے، بے دین ہے، زندیق ہے، مرتد ہے، خبیث ہے، اللہ اور رسول کا دشمن ہے، اور اس کی کتابیں مجموعہ کفریات ہیں، اب آگے خود کہتا ہے کہ: مسلمان بھائیو! کل کو ضرور آنا۔

مبایلہ کا دوسرا فریق:

مبایلہ کے سلسلہ میں ایک فریق کی گواہی تو آگئی لیکن دوسرے کی نہیں آئی، سوال یہ ہے کہ دوسرا کون ہے؟ لو جی! اللہ کی شان کہ مرزا نے اپنی کتاب مجموعہ اشتہارات میں مولانا کا اشتہار بھی ساتھ ہی دیا ہوا ہے، یہ اشتہار شروع ہوتا ہے ص: ۳۲۰ سے اور ختم ہوتا ہے ص: ۳۲۵ پر۔ چنانچہ مولانا عبد الحق غزنوی کے اشتہار کا عنوان ہے: ”استدعا مبایلہ از مرزا قادری بذریعہ اشتہار“ مرزا کا اللہ بھلا کرے اور اس کو جہنم میں جانے ڈھیر دے کہ اس نے مولانا ”بد الحق غزنوی“ کا اشتہار دے

دیا، اب آگے مولانا کے اشتہار کے ضروری حصے ملاحظہ ہوں، مولانا عبدالحق غزنویؒ لکھتے ہیں:

”ایک اشتہار مطبوعہ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء از جانب مرزا بتارنخ ۱۹ رشوال ۱۳۱۰ھ میری نظر سے گزرا، جس میں اس مقابلہ کا ذکر تھا جو بتارنخ ۲ رشوال ۱۳۱۰ھ میرے اور حافظ محمد یوسف کے درمیان مرزا اور اس کے چیلوں کے ارتداد کی بابت ہوا تھا، نیز اس میں استدعا مقابلہ علامے اسلام سے تھی..... اب بذریعہ اشتہار ہذا بدستخط خود مطلع کرتا ہوں اور سب جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر صریح طور پر جو عموماً سمجھا جاوے کہ بے شک یہ مقابلہ کا اثر ہوا ہے تو میں فوراً تمہارے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا، اب حسب اشتہار خود مقابلہ کے واسطے بمقام امر تسر آؤ، مقابلہ اس بات پر ہو گا کہ:

”تم اور تمہارے سب اتباع کذائیں، ملاجده اور زناوقد باطنیہ ہیں۔“

اور میدان مقابلہ عیدگاہ ہو گا تارنخ جو تم مقرر کرو، اب بھی تم بہوجب اشتہار خود میرے ساتھ مقابلہ کے واسطے بمقام امر تسر نہ آئے تو پھر اور علماؤں سے درخواست مقابلہ، اول درجہ کی بے شری اور پر لے سرے کی بے حیائی ہے..... الشہر عبدالحق غزنوی از امر تسر پنجاب ۲۶ رشوال ۱۳۱۰ھ۔“

(مجموعہ اشتہارات ج: ۱ ص: ۳۲۰ سے ۳۲۵)

یعنی مولانا عبدالحق غزنویؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقابلہ کے بعد خدا نخواستہ میں

جوہنا نکلا اور مجھ پر مبارے کی لعنت کا اثر ہو گیا کہ خود میں اور عام لوگ سمجھنے لگیں کہ میں نے مرزا سے جو مقابلہ کیا تھا یہ اس کا اثر ہے تو میں تیرے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا، یہ نہیں لکھا کہ... نعوذ باللہ... میں مرزا تی ہو جاؤں گا۔

دیکھئے! مولانا نے کس قدر جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور اپنے آپ کو کس آزمائش میں ڈالا اور کس زور سے مرزا، اس کی ذریت و اتباع یعنی ماننے والوں کے کفر کا اعلان کیا اور ان کے الفاظ سے کس قدر نفرت برس رہی ہے، چنانچہ خود مرزا نے بھی مولانا کے الفاظ کو یوں نقل کیا ہے:

”ان کے خیال میں یہ عاجز کافر و دجال، بے دین
اور اللہ جل شانہ کا دشمن ہے۔“

کیوں بھائی؟ اب آپ کو دونوں طرف سے گواہی مل گئی کہ مقابلہ اس بات پر تھا کہ مرزا مسلمان ہے یا دجال، کذاب اور بے ایمان؟ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ صرف اس نکتہ پر مقابلہ تھا، اب اگر بالفرض مقابلہ مرزا غلام احمد کے حق میں ثابت ہو جاتا تو زیادہ اس سے اتنا ہی ثابت ہوتا کہ مرزا دجال و کذاب اور کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے، اس سے یہ تو ثابت نہ ہوتا کہ مرزا خداخواستہ تکمیل موعود ہے۔ میری بات کو سمجھ لو، گویا مقابلہ اس پر تھا کہ وہ اللہ کا بدترین دشمن، خزیروں سے بھی بدتر ہے، تو گویا دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ مرزا اور مرزا کے ماننے والے دجال و کذاب ہیں، اب جبکہ ۰ ارذی یقudedہ ۱۳۱۰ھ کو عیدگاہ امرتسر کے میدان میں مولانا عبدالحق غزنویؒ کا خود مرزا غلام احمد قادریانی سے رو درو مقابلہ ہوا اور دونوں فریقوں نے مل کر دعا کی کہ یا اللہ! پچ اور جھوٹے کے درمیان فیصلہ فرماء، اور مرزا نے خود یہ اصول بیان کیا کہ مقابلہ کے بعد خدائی فیصلہ کی شکل یہ ہے کہ ”مقابلہ کرنے والوں میں جو فریق جھوٹا ہو، پچ کی زندگی میں مر جاتا ہے۔“ (ملفوظات ج: ۹ ص: ۲۲۰، ۲۲۱)

مبالغہ کا خدائی فیصلہ!

چنانچہ مرزا غلام احمد قادریانی اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۰۸ء کو مولانا عبدالحق غزنویؒ کی زندگی میں ہلاک ہو گیا، اور مولانا عبدالحق غزنویؒ مرزا کے بعد ۱۶ اگسٹ ۱۹۱۷ء یعنی ۹ سال تک زندہ سلامت رہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت نے فیصلہ دے دیا کہ مرزا غلام احمد قادریانی جھوٹا تھا اور واقعی دجال و کذاب و مرتد تھا۔

اگر تم نے میری اس بات کو سمجھ لیا ہے تو اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ کسی بھی قادریانی کے سامنے یہ تفصیلات رکھو اور اس سے کہو کہ اگر یہ سب کچھ جھوٹ ہے تو اس کی تردید کر دکھاؤ۔

اس کے ساتھ ہی میں مرزا طاہر سے لے کر قادریانیوں کے ایک ایک مولوی اور مرتبی تک بلکہ ان کے ایک ایک مرزا تک کو دعوت دیتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو جھوٹ ثابت کر دو! آج میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ اگر تم اس کو جھوٹ ثابت کر دو گئے تو حضرت مولانا عبدالحق غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول میں تمہیں کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا، ٹھیک ہے نا! قادریانیوں سے کہو کہ اس کو جھوٹا ثابت کر دو!

تمام مرزا یوں کو چیلنج!

مرزا غلام احمد قادریانی اور مولانا عبدالحق غزنویؒ کے درمیان ۱۳۱۰ھ کو مبالغہ ہوا تھا، اور آج ۱۳۱۲ھ ہے، اس مبالغہ کو پورے ایک سو چھ سال ہو گئے کیوں ٹھیک ہے نا! بھائی؟ گویا ایک سو چھ سال سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے کفر پر مہر لگائی ہوئی ہے، آج میں چیلنج کرتا ہوں کہ تم اس مہر کو توڑ کر دکھادو، ہم تمہیں کافر کہنا چھوڑ دیں گے، بات ختم ہو گئی، میں نے راستہ شارٹ کٹ کر دیا ٹھیک ہے نا!

اسی طرح میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کہوں گا کہ اس وقت قادیانی کتابوں کے سارے صفحات اور جتنے حوالے ہیں فی الحال ان سب کو کچھ دیر کے لئے پیٹ کر رکھ دو، اور تمہارا ایک آدمی، ایک ایک قادیانی اور مرزاں کو چیلنج دے اور یہ کہے: قادیانیو! اس مولوی محمد یوسف لدھیانوی نے جو یہ اشتہار دیا ہے، اس کو غلط ثابت کر دو، تو مولوی کہتا ہے کہ میں تمہیں کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا۔

قادیانیوں کے خط کا قلم توڑ جواب:

یہ دیکھو قادیانیوں نے میرے نام بھی خط لکھا ہے، اور محمد اللہ میں نے قادیانیوں کے خط کا جواب لکھا ہے، اور اللہ کے فضل سے قلم توڑ جواب لکھا ہے، اور میں نے ان کو مبالغہ کا چیلنج دیا ہے اور میں نے اس میں بھی چیلنج کیا ہے کہ انشا اللہ آپ اس فقیر کے دعویٰ کو چیلنج نہیں کریں گے، آپ کو اتنی جرأت ہی نہیں ہو گی کہ آپ مجھے جواب دیں۔

مرزا طاہر کو مبالغہ کا چیلنج!

میں مرزا طاہر کو کہتا ہوں کہ آپ کے سیکریٹری رشید چوہدری کا الزام مجھ پر یہ ہے کہ میں مبالغہ سے راہ فرار اختیار کرتا ہوں، میں کہتا ہوں رشید چوہدری کا الزام ”کھسیانی ملی کھما نوچے“ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ جس شخص کی نظر سے میرے وہ الفاظ گزرے ہوں گے جو میں نے اپنے رسالہ میں جلی قلم سے لکھوائے تھے، وہ قادیانیوں کی ”راست بازی“ کو داد دیئے بغیر نہیں رہے گا، یہ دیکھو، میں نے وہاں بھی موئے قلم سے لکھوایا تھا، اور یہاں اب پھر دوبارہ ذہراتا ہوں کہ:

”آئے! اس فقیر کے مقابلے میں میدان

مبالغہ میں قدم رکھئے! اور پھر میرے مولاۓ کریم کی
غیرت و جلال، اور قہری تجلی کا کھلی آنکھوں تماشا دیکھئے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصارائے نجران کے بارے میں فرمایا تھا: اگر وہ مبایلہ کے لئے نکل آتے تو ان کے درختوں پر ایک پرندہ بھی زندہ نہ بچتا۔ آئیے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ امتی کے مقابلے میں میدانِ مبایلہ میں نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعجاز ایک بار پھر دیکھئے...!

مرزا طاہر کے مبایلہ سے فرار کی پیش گوئی:

اس کے بعد میں نے آپ کے فرار کی پیش گوئی کرتے ہوئے لکھا تھا:

”اس ناکارہ کا خیال ہے کہ آپ آگ کے سمندر میں کو دنا کسی حال میں قبول نہیں کریں گے (اس سمندر میں جانا کسی حال میں قبول نہیں کریں گے) اپنے باپ دادا کی طرح ذلت کی سوت مرتا تو پسند کریں گے (میں نے کہا: ان سب کو مبایلہ کا چیلنج دے دیتا ہوں لیکن کسی نے قبول نہیں کیا) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نالائق امتی کے مقابلے میں میدانِ مبایلہ میں اترنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری پیش گوئی کو خود اپنے ہاتھ سے پورا کر دکھایا، اگر آپ میں ذرا بھی غیرت ہوتی تو کم سے کم میری پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے مبایلہ کے میدان میں کو د جاتے، لیکن مجھ کذاب کی ذریت میں شہ صداقت یا ذرہ غیرت کہاں؟ اس کی توقع ہی عبث ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے مبایلے کی لکار سے مجھ کذاب کی ذریت پر ایسا

لرزہ طاری ہوا کہ میری پیش گوئی کو غلط ثابت کرنے کے لئے بھی ان کی غیرت کو جنبش نہ ہوئی، یہ اس ناکارہ اور نالائق امتی کا کمال نہیں بلکہ میرے نبی صادق و مصطفیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان!) کی صداقت کا اعجاز ہے۔“

آگے چل کر میں نے مرزا طاہر کو لکھا اور پھر اس کو دھرا یا کہ:

”چونکہ آپ پاکستان سے مفروض ہیں اور بہت ممکن ہے کہ آپ کو پاکستان آنے سے کوئی جلی یا خفی عذر منع ہو، (کیونکہ وہ یہاں پکڑ اور دھر لیا جائے گا) لہذا میں پاکستان آنے کی آپ کو زحمت نہیں دوں گا، آپ لندن ہی میں مبلاہہ کی جگہ اور تاریخ کا اعلان کر دیجئے، یہ فقیر اپنے رفقاً سمیت وہاں حاضر ہو جائے گا، اگر ”قصرِ خلافت“ فی باہر قدم رکھنے میں خوف منع ہے تو چلئے اپنے لندنی اسلام آباد کو میداں مبلاہہ قرار دے کر تاریخ کا اعلان کر دیجئے، یہ فقیر آپ کے مستقر پر حاضر ہو جائے گا، اور جتنے رفقاً آپ فرمائیں گے لاکھ دولاکھ، دس میں لاکھ اپنے ساتھ لے آئے گا۔ حفظ امن کی ذمہ داری آپ کو اٹھانی پڑے گی۔“

میں آپ کے گھر آجائوں گا، اگر آپ دس آدمی کہیں تو دس لے آؤں گا، دس لاکھ کہیں تو دس لاکھ لے آؤں گا، میں جنگ لندن میں اعلان کر دوں گا، اور میں بھی جنگ سے مسلک ہوں، اس لئے اعلان کر دوں گا کہ میں فلاں تاریخ کو مرزا طاہر کے ساتھ مبلاہہ کر رہا ہوں، مجھے سارے انگلینڈ والے جانتے ہیں بلکہ ایک ایک بچہ جانتا ہے، کیونکہ میں وہاں گھر، گھر پھرا ہوں، اور ہر سال جاتا ہوں، بس یہ ایک اعلان

کرا دوں گا کہ:

محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اعلان کرتا ہے کہ فلاں تاریخ کی صبح یا شام مرزا طاہر سے مبالغہ کے لئے اس کے مکان پر جائے گا، امید ہے مرزا طاہر کی کوئی پر دس لاکھ آدمی جمع ہو جائے گا، اللہ کے فضل سے اس سے کم نہیں ہوں گے، زیادہ ہی ہوں گے، کیونکہ مسلمان وہاں لندن میں پچاس لاکھ ہیں، دس لاکھ تو انشا اللہ یہاں سے ہی لے جاؤں گا۔ کیونکہ ابھی مسلمان اتنا غیرت مند ہیں لیکن جھوٹوں میں صداقت کہاں؟ ہاں جھوٹوں میں صداقت آبھی نہیں سکتی۔

قادیانی ایک طرف تو ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ ہمیں چیلنج کرتے ہیں اور اپنی اکثریت کا گھمنڈ دکھاتے ہیں، لیکن دوسری طرف جب یہ بات کرتے ہیں کہ دیکھو، ہم اتنی اتنی تبلیغ کر رہے ہیں، گویا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یعنی اُنثی بات کرتے ہیں، ہاں بھائی! بے شک ہم مالی اعتبار سے اور فنڈ کے لحاظ سے کمزور ہیں، کیونکہ ان کا بجٹ اربوں میں چلتا ہے، جبکہ ختم نبوت کا بجٹ لاکھوں میں ہے، لاکھ اور ارب کا جو فرق ہے وہی ہمارے اور قادیانیوں کے بجٹ کا فرق ہے، اور پھر یہ بھی دیکھو کہ سو کروڑ کا ایک ارب ہوتا ہے، اور سو لاکھ کا ایک کروڑ ہوتا ہے، ہمارے خرچ کا میزانیہ بیس سے تیس لاکھ کا ہے، چلو چالیس لاکھ ہی رکھ لو، خود ہی اندازہ لگالو کہ ہمارا چالیس لاکھ ہے، اور ان کا چالیس ارب سے بھی زیادہ ہے، بلکہ ان کا اربوں سے گزر کر کھربوں تک پہنچ گیا ہے، کیونکہ ان کی ڈشیں لگ رہی ہیں، اٹینے لگ رہے ہیں، اور قادیانی ٹی وی چینل چل رہے ہیں، ان تمام کا مجموعہ ملا و اور جو کچھ اس پر خرچ ہو رہا ہے اس کا بھی مجموعہ ملا و تو ان کے بجٹ کا اندازہ ہو جائے گا۔

اپنے مشن کی تبلیغ تو شیطان کی طرح اتنی کر رہا ہے لیکن ایمان و ہدایت نام کی کوئی چیز نہیں، ان کی صداقت کا یہ حال ہے کہ محمد یوسف لدھیانوی جیسے کمزور آدمی کی ایک لکار سے قادیانیوں پر لرزہ ہے بلکہ خود مرزا طاہر پر بھی لرزہ طاری ہے۔

وہاں میں نے مرزا طاہر کو ایک اور لفظ بھی لکھا تھا وہ بھی تمہیں سنادوں، سنو! میں نے لکھا تھا کہ:

”میں یہ تاریخ مقرر کرتا ہوں ۲۳ رمادی ۱۹۸۹ء دن
جمعرات وقت دو بجے بعد از نمازِ ظہر اور جگہ بینار پاکستان،
لاہور۔“

”میں نے اس کو بہترین تاریخ، جگہ اور وقت اس لئے
کہا کہ ان کو یاد ہوگا کہ ان کے دادا سیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد
قادیانی نے ۲۳ رمادی ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں اپنی دجالی بیعت کا
سلسلہ شروع کیا تھا، لہذا ۲۳ رمادی ۱۹۸۹ء آپ کے مسیح دجال
کی صد سالہ تقریب بھی ہے، پھر چونکہ اس نے لدھیانہ ہی سے
سلسلہ بیعت کا آغاز کیا تھا اس لئے میدانِ مقابلہ میں بھی آپ کا
مقابلہ لدھیانوی سے ہوگا۔

ظہر کے بعد کا وقت میں نے اس لئے تجویز کیا کہ
حدیثِ نبوی کے مطابق اس وقت فتح و نصرت کی ہوا میں چلتی ہیں۔
اور جگہ کے لئے بینار پاکستان کا تعین اس لئے کیا کہ
پاکستان میں اجتماع کے لئے اس سے بہتر جگہ شاید کوئی اور نہ ہوگی۔
علاوہ ازیں ۲۳ رمادی کی تاریخ یوم پاکستان بھی ہے،
یوم پاکستان کو بینار پاکستان پر اجتماع نہایت مناسب ہے، تاہم
مجھے اس تاریخ، وقت اور جگہ پر اصرار نہیں، اور جو تاریخ جو وقت
اور پاکستان میں جو ملائے مقامِ مقابلہ تجویز کریں گے، مجھے
اطلاع دے دیں۔“

اس کے آگے میں نے مرزا طاہر کو لکھا کہ:

”یہ فقیر امتِ محمد یہ علیٰ صاحبِها الصلوٰۃ والسلام کا ادنیٰ ترین خادم ہے، اور آپ چشمِ بد دور امام جماعتِ احمد یہ ہیں، اس فقیر کو اپنے ضعف و قصور کا اعتراف اور آپ کو اپنی امامت و ذہانت اور تقدس پر ناز، لیکن الحمد للہ! ثم الحمد للہ! یہ فقیر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا ادنیٰ غلام اور آپ جھوٹے مسح کے جائشیں، یہ فقیر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمۃ للعلائیں سے وابستہ ہے، اور آپ دوڑی حاضر کے مسیلمہ کے دم چھلہ ہیں، یہ فقیر اپنی نالائقی کا اعتراف فقیر لے کر میدانِ مبارکہ میں قدم رکھے گا، آپ اپنی امامت و زعامت اور تقدس پر ناز کرتے ہوئے آئیے، میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا علم اٹھائے ہوئے آؤں گا، آپ مرزا غلام احمد قادریانی کی جھوٹی مسیحیت اور نبوت کا سیاہ جھنڈا لے کر آئیے، اور آئیے! اس فقیر کے مقابلے میں میدانِ مبارکہ میں قدم رکھئے۔“
آگے پھر وہی عبارت ہے جو میں پہلے سن چکا ہوں۔

پھر آخر میں میں نے لکھا: ”نبیس! آپ نبیس آئیں گے! آپ آئیں گے ہی نبیس، پیش گوئی کرتا ہوں۔“ چنانچہ میرے اصل الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:
”اس ناکارہ کا خیال ہے کہ آپ آگ کے اس سمندر میں کو دنا کسی حال میں قبول نہیں کریں گے، اپنے باپ دادا کی طرح ذلت کی موت مرتا پسند کریں گے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نالائق انتی کے مقابلہ میں میدانِ مبارکہ میں اترنے کی جرأت نہیں کریں گے۔“

اور آگے پھر میں نے وہ دوسرے رسائلے میں لکھا تھا کہ اب تو میں نے اس

کا اصرار بھی چھوڑ دیا۔

آپ گھر بیٹھے رہیں، تاریخ مقرر کر کے بتلا دو، صرف اتنا ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے میں آپ کو کیا تکلیف ہوتی ہے؟ کیوں بھائی! کہیں آنا جانا نہیں، تم اُسے کہہ دو کہ اتنی تو ہمیں شرف باریابی بخشوا! کہ ہم آپ کے ”درِ دولت“ پر حاضری دیں اور آپ کے ”دربار“ میں حاضر ہو کر ہاتھ اٹھالیں، تم بھی ہاتھ اٹھالیں اور ہم دونوں کہہ دیں کہ یا اللہ! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔ ادھر وہ بیٹھا ہوا اور ادھر میں کھڑا ہوں، تم ہمیں کرسی بھی نہ دینا، تم اپنی کرسی پر بیٹھے رہنا اور ہم سائنکوں کی طرح کھڑے ہو کر اللہ سے سوال کریں گے۔

لیکن جھوٹے مسح کی ذرتیت کہاں آسکتی ہے؟ جس کو خدا تعالیٰ ۱۳۱۰ھ میں مبلہ میں ذلیل کر چکا ہے، اس کو پتہ ہے، اس کو اب بھی ذلت و رسولی ہی ہو گی۔

مرزا طاہر کو اپنے جھوٹا ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں:

میں نے مرزا طاہر سے یہ بھی کہا تھا اور اپنے رسالہ میں بھی لکھا بلکہ وہاں لندن میں اعلان بھی کیا تھا کہ: مرزا طاہر! کسی اور کو تو تیرے بارے میں شک ہو سکتا ہے، لیکن واللہ العظیم! میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تجھے اپنے جھوٹے ہونے میں ذرہ بھر شک نہیں، کیونکہ چوری کرنے والے چور کو جبکہ وہ چوری کر رہا ہوا پنے چور ہونے میں شک نہیں ہوتا، یعنی اگر ایک آدمی چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو تو میرے تیرے جیسے آدمی اس میں شک کر سکتے ہیں کہ یہ بے چارہ معصوم و بے گناہ ہے، اس کو چھوڑ دو، لیکن جس نے چوری کی ہو، اس کو تو پتہ ہوتا ہے ناں کہ میں چور ہوں! مرزا طاہر کو اپنی چوری کا یقین ہے، بلکہ علم الیقین ہے، مرزا طاہر کو اپنے باپ، دادا اور خود اپنے جھوٹے ہونے کا علم الیقین ہے۔

میں نے وہاں بھی مرزا طاہر کو یہ چیلنج کیا تھا کہ اگر تمہیں میری بات میں

شک ہے، تو میرا فقرہ اپنے اخباروں میں چھاپ کر اس پر لکھ دو: ”لعنة الله على الكاذبين۔“

مرزا یوں سے نفرت ہونی چاہئے!

مرزا غلام احمد قادریانی کے الحاد و زندقہ، کذب و افتراء اور پورے دین اسلام کی عمارت کو ڈھادینے کے مکروہ عزائم کے معلوم ہوجانے کے بعد ہم آپ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ آپ کے دل میں مرزا غلام احمد قادریانی کے مذهب کی طرف سے نفرت کا شعلہ بھڑک رہا ہے، اور اس سے ایسی نفرت ہونی چاہئے جیسے کہ چوڑھوں سے ہوتی ہے، یعنی جو گندگی اور پاخانہ اٹھاتے اور کماتے ہیں، اسی طرح جب آپ قادریانیوں کو دیکھیں تو ان سے بھی ایسی ہی نفرت ہو، ان سے اتنی نفرت ہو، اس سے کم نہیں ہونی چاہئے، بلکہ یوں سمجھ لو، اللہ معاف کرے، یا اللہ میری توبہ! استغفار اللہ! جیسے اگر کسی آدمی کے ہاتھ میں خداخواستہ کوڑھ ہوجاتا ہے، کوڑھ کیا ہوتا ہے؟ وہ یہ کہ ہاتھ کی ساری کی ساری انگلیاں رُخی رہتی ہیں، اور ان سے مواد پنکتا رہتا ہے، میرا بھائی! کیا ان کو اپنے ساتھ روٹی کھلانے کے لئے مالو گے؟ بلکہ کراہت طبعی آئے گی، یہ بات دوسری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کو بھی اپنے ساتھ مالیا تھا، لیکن ایک کمزور مسلمان تو اس کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا، تو جتنی طبعی نفرت آپ کو اس سے ہو سکتی ہے، قادریانی مذهب و عقائد سے اس سے بھی زیادہ نفرت ہونی چاہئے۔

نفرت کے ساتھ حسرت بھی!

لیکن ایک بات اور بھی قابل توجہ ہے کہ اگر خداخواستہ اپنا کوئی بھائی، بیٹا، باپ یا عزیز اس بیماری میں مبتلا ہو جائے تو جیسے اس سے نفرت کے ساتھ ساتھ حسرت بھی ہوتی ہے، تمہیک اسی طرح قادریانیوں سے نفرت بھی ہو اور ان پر حسرت بھی، یعنی بنامِ محبت افسوس کیا کریں۔ اور تمہیں مرزا یوں کے ایک ایک فرد سے اتنی

محبت ہونی چاہئے کہ گویا میرے بھائی کو جذام ہو گیا ہے، نعمہ باللہ! اور تم اس کا علاج کرانے کی کوشش کرو، تمہارے دل میں ہر قادیانی سے اس کے مذہب کی وجہ سے ایسی نفرت ہو جیسے کوڑھ کے مرض سے اس کے مرض کی وجہ سے نفرت ہوتی ہے، اور اس پر حسرت بھی ہو کہ یہ بے چارہ دوزخ میں جائے گا، انا اللہ وانا الیہ راجعون! اس لئے اس کے مرض کا علاج کرنے اور اس کو قادیانیت سے نکال کر اسلام کی طرف لانے کی کوشش کرو۔

قادیانی دجل کا کرشمہ:

دیکھا قادیانی دجل! کہ ایک انسان جو ہمارے جیسا مسلمان تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا تھا، اور اب بھی لیتا ہے، بلکہ اپنے آپ کو حضور کا امتی کہتا ہے، لیکن اس طعون نے اس کی ایسی راہ ماری کہ اس سب کے باوجود وہ دامنِ نبوت سے کٹ گیا اور دوزخ میں جائے گا، کیونکہ قادیانی عقائد اپنانے کی وجہ سے اب وہ کافر ہے۔ کیوں بھائی؟ اب تو مرزا غلام احمد کے دشمن خدا و رسول ہونے میں کوئی شک نہیں رہانا!

یہ جذبہ لے کر جاؤ!

تو بھائی! ایک تو یہاں سے یہ جذبہ لے کر جاؤ، اور ہر آدمی کے دل میں یہ جذبہ ہو کہ زیادہ سے زیادہ اور جس ترکیب سے بھی آپ اس کو سمجھا سکیں سمجھائیں، اور اس کے دل میں قادیانیت کا جو کوڑھ ہے اس کے علاج کی اپنی طرف سے بھرپور کوشش کریں۔

علمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے رابطہ رکھیں:

دوسرے یہ کہ میں آپ کا خادم ہوں محمد یوسف لدھیانوی میرا نام ہے، اور ختم نبوت کراچی میں میرا دفتر ہے، میں وہاں بیٹھتا ہوں، کراچی کے مرکز اور وسط پرانی

نمائش میں ہمارا دفتر ہے، ملٹان میں بھی ہمارا مرکزی دفتر ہے، اسی طرح ملک بھر کے بڑے بڑے شہروں میں ہمارے دفاتر ہیں، لہذا آپ جب، چہاں اور جس دفتر سے بھی رابطہ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، آپ جب چاہیں مجھ سے رابطہ قائم کریں، استفادہ کریں خط کے ذریعہ سے کر لیں یا کوئی بات کرنی ہو تو آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں، اس کا مشورہ کر لیں، ہمارے کارکنان اور دوستوں سے مشورہ کر لیں، مگر رابطہ نہ چھوڑیں، رابطہ نہ چھوڑیں، کوشش کریں کہ آپ کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کا رابطہ دفتر سے ہو، آج اگر آپ تقریباً ایک سو آدمی ہیں تو آئندہ کم از کم پانچ سو آدمی آئیں۔

میں رمضان المبارک میں اعتکاف میں بیٹھتا ہوں، تو پہلے سال پچاس آدمی بیٹھے تھے، دوسرے سال اتنی، تیسرا سال ڈیڑھ سو، اور چوتھے سال پانچ سو آدمی بیٹھا، پوری مسجد ہی بھری ہوئی تھی اللہ کے فضل سے، پچھلے سال میں نے پھر ویسے ہی چکر دے دیا، حرمن شریفین میں رہا، آیا ہی نہیں، ناغہ پڑ گیا، اس دفعہ انشا اللہ بیٹھنا ہے، تو میرا مطلب یہ ہے کہ گھنٹے نہیں چاہیں بلکہ افراد بڑھنے چاہیں۔

کی کوتا ہی پر معدرت!

میرے بھائیو! ممکن ہے آپ حضرات کو یہاں رہنے میں کچھ تکلیف بھی ہوئی ہوگی، کھانے میں، پینے میں اور رہنے وغیرہ میں، میں آپ تمام حضرات سے بھیتی جماعت کے ذمہ دار کے اس پر معدرت چاہتا ہوں، جو ہم سے آپ حضرات کی خدمت اور اکرام میں کوتا ہی ہوئی، ایک بار پھر اس کی معدرت چاہتا ہوں۔

اپنے گھروں پر ختم نبوت کا جھنڈا گاڑو!

آپ حضرات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ختم نبوت کا جھنڈا ساتھ لے کر جائیں، اور اپنے اپنے گھروں میں گاڑ دیں، اپنے اپنے محلوں میں گاڑ دیں، اور مبلغ بن جائیں، میئے میں ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات سے یا

روزانہ ایک دوآدمیوں سے ملیں، اس پر کوئی پابندی نہیں، اس میں تمہاری خواہش ہے جو طے کر لیں، البتہ یہ طے کر لیں کہ مہینے میں ایک قادریانی سے مجھے ضرور ملنا ہے، اور بہت ہی مطالعہ کے ساتھ، اس کے لئے ان کو اپنے گھر میں بلاو، ان کی دعوت کرو، ان کو چائے پلاو، ان کے ساتھ رابطہ قائم کرو اور دیکھو مقصد کے لئے تو کتے کو بھی روٹی کھلانا جائز ہے، تھیک ہے نا! اسی طرح اگر وہ تمہیں دعوت دیں تو تم مجھے ساتھ لے کر جایا کرو، یا کسی اور مبلغ کو ساتھ لے جاؤ، جب کوئی قادریانی تم کو دعوت دے تو اسے کہو تھیک ہے، اچھا کام ہے، مگر میں کچھ اپنے دوستوں کو ساتھ لے لے آؤں گا، چنانچہ مجھے یا مبلغین ختم نبوت میں سے کسی کو ساتھ لے کر جاؤ، اور پھر تم خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔

وَأَنْزَلْنَا لَهُ الْعِزْمَرَبِ الْعَالَمِينَ

سچے نبی کی سچی پیش گوئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحُسْنَ لِلّٰہِ وَالْمُسْلِمِ حَلْمٰی جَمَاوِدُ النَّبِیِّ (صَلَّیَ اللّٰہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہِ وَسَلَّمَ)!

میں نے آپ حضرات کی خدمت میں دو چار باتیں عرض کرنی ہیں، ویسے اس وقت میرا کوئی خاص موضوع نہیں ہے، البتہ چونکہ عام طور پر جو حضرات اس جلسے میں آئے ہوئے ہیں، جس طرح ان کا موضوع ”رذ قادیانیت“ ہے، اسی طرح میرا بھی یہی موضوع سمجھ لیں، لیکن پہلے میں قادیانیت سے ہٹ کر تمہیں اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چند باتیں سناتا ہوں، اس کے بعد تم خود ہی اندازہ کرو گے کہ چاک کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟

ذکرِ حسین:

میرے وہ تمام بھائی جو مرتضیٰ غلام احمد قادیانی کو مانتے ہیں، میں ان کو کوئی گالی نہیں نکالتا، دوسرا کسی قسم کی فحش کلامی بھی نہیں کرتا، صرف اتنی گزارش کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ حسین نہیں اور مرتضیٰ غلام احمد قادیانی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ کر کے کھرے اور کھوٹے کو پرکھیں اور جھوٹ اور حق میں امتیاز کریں۔

میری اور تمام حاضرین کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ہدایت کے

دروازے کھول دے، آمین!

قادیانیوں کو مہلت!

قادیانیو! تمہیں اللہ تعالیٰ نے بہت مہلت دی ہے، تمہیں مہلت ملے ہوئے پورے سو سال ہو گئے ہیں، تمہارا خیال تھا کہ پوری دنیا میں تمہاری حکومت ہو گی اور مسلمانوں کی حیثیت چوڑھے چماروں کی سی ہو گی، یہ میں غلط نہیں کہہ رہا، بلکہ یہ مرزا محمود کے الفاظ ہیں۔ تم نے سو سال میں دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ اب آگے آخرت اور قبر کا مرحلہ پیش آنے والا ہے، وہ بھی تم دیکھ ہی لو گے! دنیا دار الجزا نہیں ہے، یہاں تو کافر بھی کھاتے ہیں اور مومن بھی، بلکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو زیادہ دیتے ہیں اور مومنوں کو کم دیتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”وَلَوْ لَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ لَجَعَلْنَا لِمَنْ يُكْفِرُ بِالرَّحْمَنِ لِيُبُوْتُهُمْ سُقْفًا مِنْ فِضْلَةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ. وَلِيُبُوْتُهُمْ أَبْوَابًا وَسُرُّاً عَلَيْهَا يَتَكَبُّرُونَ. وَزُخْرُفًا، وَإِنْ كُلُّ ذَالِكَ لَمَّا مَتَّاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ.“ (الزخرف: ۳۳-۳۵)

ترجمہ:... ”اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں ایک دین پر، تو ہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں رحمٰن سے، ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیرھیاں جن پر چڑھیں اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت جن پر نکلیں لگا کر بیٹھیں سونے کے، اور یہ سب کچھ نہیں ہے بلکہ برتنا دنیا کی زندگی کا اور آخرت تیرے رتب کے یہاں انہی کے

لئے ہے جوڑتے ہیں۔” (ترجمہ حضرت شیخ البند)

یعنی اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ سارے لوگ کافروں کی ایک ہی جماعت بن جائیں گے تو جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہیں اور اللہ کے مکر ہیں، ہم ان کے مکانوں کی چھٹیں سونے کی بنا دیتے اور ان کی سیڑھیاں سونے کی ہوتیں، دیواریں سونے کی ہوتیں، اور یہ ساری چیزیں چاندی کی ہوتیں اور ”ذالک متع الحجۃ الدنیا“ یہ تو بالکل معمولی برتنے کی چیزیں ہیں۔

میں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ تو آگے آ رہی ہے، لیکن درمیان میں ایک ضروری بات کرنے لگا ہوں، وہ یہ کہ:

رُوئے زمین کی بادشاہت چار آدمیوں کے پاس:

میرے قادیانی بھائیو! ذرا غور کرو! ساری روئے زمین کی بادشاہت چار آدمیوں کو دی گئی ہے، دو مسلمانوں کو، اور دو کافروں کو، فرض کرو کہ اگر پوری دنیا کی بادشاہت مجھے عطا کر دی جائے تو میرا کیا حال ہوگا؟ یا بالفرض اگر تمہیں مل جائے تو کیا کسی کو زندہ رہنے دو گے؟ پھر اگر وہ بادشاہت بھی آج کل کی بادشاہت کی سی نہ ہو۔

آج کل کے حکمران بادشاہ نہیں:

کیونکہ بیچارے آج کل کے بادشاہ اور حکمران تو ایسے بے بس اور مجبور ہیں کہ اپنی عوام کے چہروں کی طرف دیکھتے ہیں کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے، اس لئے کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ: ہم عورتوں کو کچھ نہیں کہیں گے، کبھی کہتے ہیں کہ: حدود نافذ نہیں کریں گے، اور فلاں، فلاں کام نہیں کریں گے، گوان کو ظاہری طور پر حکومت و اقتدار اور نام کی سرداری کا اعزاز حاصل ہے، مگر ان کی حکومت اسی نہیں جس کو بادشاہت کہا جائے، یعنی کامل اور مکمل حکومت اور عقیدت کے ساتھ اقتدار کا اعزاز

انہیں حاصل نہیں۔

حکومت تو امریکہ اور انگلینڈ والے بھی کرتے ہیں مگر....:

حکومت تو امریکا اور انگلینڈ والے بھی کرتے ہیں، اور حکومت حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ حیدر کار رضی اللہ عنہما نے بھی کی تھی، لیکن ان کے منہ سے جو لفظ نکل جاتا تھا یا وہ جو حکم بھی فرماتے تھے، لوگ اس کی تعییل کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے، کیونکہ وہ اپنے منہ سے ایسی کوئی بات ہی نہیں نکالتے تھے جس میں کسی کا نفع نہ ہو، بلکہ وہ ایسی بات کہتے تھے جس میں لوگوں کا دنیاوی اور آخری نفع ہوتا تھا، ایسی حکومت صحیح معنی میں حکومت کہلاتی ہے، اسی طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی حکومتیں کی ہیں، مثلاً: حضرت داؤد علیہ السلام نے حکومت کی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکومت کی، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے بھی حکومت کی، جن کو ”خلفائے راشدین“ کہتے ہیں، ان کی حکومت میں کسی قسم کا کوئی جھوٹ نظر نہیں آئے گا۔

قصاص کے سلسلہ میں حضور کا اسوہ حسنة:

حکومت تو میرے آقا نے بھی کی ہے، مگر کیسی؟ اس کی ایک جملہ عرض کرنا

چاہتا ہوں:

میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فرمانے لگے کہ: بھائیو! جس کا میرے ذمہ کوئی حق نکلتا ہے وہ مجھ سے آج وصول کر لے، قیامت پر معاملہ نہ رکھے، ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ: آپ نے مجھے ایک دن چھڑی ماری تھی! فرمایا: حاضر ہوں، تم اس کے بدله میں مجھے چھڑی مارلو! عرض کیا: یا رسول اللہ! جب آپ نے میرے چھڑی ماری تھی اس وقت میرے بدن پر کرتا نہیں تھا، بدن ننگا تھا، آپ نے تو لباس پہنا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا

أُتار دیا اور فرمایا: اب مارلو! وہ دوڑ کر آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشہ مبارک کا بوسہ لینے لگے اور کہنے لگے کہ: یا رسول اللہ! میں یہی چاہتا تھا۔

دنیا مثال پیش کرنے سے قاصر ہے:

دنیا میں کوئی تاریخ ایسی تو بتائیے کہ حق مانگنے والا اپنا حق نہ مانگ رہا ہو، مگر حق دینے والا خود حق دے رہا ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حالت میں تشریف لے جاتے ہیں کسی اللہ کے بندے کا کوئی حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نہیں ہے، اور یہی حال حضراتِ خلفاء راشدینؓ کا تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمين!

وہ دنیا میں ہدایت پھیلانے کے لئے آئے تھے، شر پھیلانے کے لئے نہیں آئے تھے، اور میرے قادیانی بھائیو! میں تم سے کہتا ہوں کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لو، غلام احمد کو چھوڑ دو، تمہارا بھلا ہو جائے گا، تمہاری بھلائی کی خاطر کہہ رہا ہوں، اپنے نفع کے لئے نہیں، مجھے تو ثواب مل ہی جائے گا۔

املٹی منطق:

ایک بات اور کہتا ہوں اور یہ بھی تہجیدی بات ہے، وہ یہ ہے کہ ابھی ہمارے مولانا خیا الدین آزاد صاحب نے قصہ سنایا کہ ختم نبوت کے دونوں جوان رضا کاروں کو لاہور میں مخفی اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے کہ وہ چاکنگ کے ذریعہ ختم نبوت کا نفرس چتاب نگر کا اشتہار لکھ رہے تھے، تم یہاں آگئے ہو اور وہ جیل میں چلے گئے ہیں، میرے بھائی! ان کا جرم کیا تھا؟ یہی ناں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بیانات پر مشتمل ایک جلسہ کا اعلان کر رہے تھے؟ میں انتظامیہ سے پوچھتا ہوں کتنے بڑے بڑے پوٹر سینماؤں کے لگے ہوئے ہیں، فاٹشہ عورتوں کی تصویریں جگہ

جگہ گئی ہوئی ہیں، کیا قانون کے اعتبار سے یہ جائز ہے؟ اور ان نوجوانوں کا اشتہار لکھنا ناجائز ہے؟

شاہ جی کا نعروہ متنانہ:

تمہیں اس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اول، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں... سب کہو اللہ ان کی قبر کو منور کرے... اسی طرح میرے وہ تمام بھائی جو پوری دنیا میں ختم نبوت کا کام کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کی قبروں کو بھی منور کرے، اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارشیں برسائے، آمین!

ہوا یہ کہ جب منیر انگوڑی کمیشن کے سامنے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنا بیان قلمبند کر رہے تھے تو انہوں نے منیر انگوڑی افسر کی عدالت میں فرمایا کہ: مرتضیٰ کافر ہے! اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ: فلاں فلاں آدمی کو دعوائے نبوت کے جرم میں قتل کیا گیا، اس پر جشن منیر پوچھنے لگا کہ: اگر غلام قادریانی تمہارے سامنے یہ دعویٰ کرتا تو کیا تم اسے قتل کرو یتے؟ حضرت شاہ جی نے جواب فرمایا کہ: میرے سامنے اب کوئی دعویٰ کر کے دیکھ لے! جب شاہ جی نے یہ کہا تو پوری عدالت نعروہ عکنیر سے گونج آٹھی۔ جشن منیر کہنے لگا: ”تو ہیں عدالت!“ یعنی اس سے عدالت کی تو ہیں ہوتی ہے، اس پر شاہ جی فرمانے لگے: ”تو ہیں رسالت!“ یعنی جس طرح تم عدالت کی تو ہیں قبول نہیں کر سکتے، اسی طرح عطاء اللہ شاہ بخاری رسالت کی تو ہیں کو قبول نہیں کر سکتا۔ اس پر جشن چپ ہو گیا اور آگے جواب نہیں دے سکا۔

شاہ جی پر مقدمہ:

کسی جلسے میں شاہ جی نے کہہ دیا تھا کہ: مرتضیٰ کافر ہے! حضرت پر مقدمہ بن گیا، مولانا محمد شریف جالندھری فرماتے تھے کہ: جس عدالت میں مقدمہ تھا اس کا

نج کوئی مرزاگی تھا، جب تاریخ پر حضرت شاہ جی جاتے تو وہ کوئی دوسری تاریخ دے دیتا، حضرت شاہ صاحب تاریخ بھگتی کے لئے تشریف لے جاتے، میں ساتھ ہوتا، میں پیشی پر جاتے ہوئے ایک چھوٹی سی چٹائی ساتھ لے جاتا، عدالت کے باہر سایہ کی جگہ میں وہ چٹائی بچھا کر ہم بیٹھے جاتے، جس طرف دھوپ آتی تھی اس طرف سے ہٹا کر دوسری طرف ہو جاتے، سارا دن اسی طرح بیٹھے رہتے، عدالت کا وقت ختم ہو جاتا تو نج اگلے دن کی تاریخ دے دیتا اور ہم آجاتے، اس طرح اس نے بہت پریشان کیا۔ لیکن آپ نے اس کا نتیجہ دیکھ لیا کہ شاہ جی تو اللہ کے پاس چلے گئے، مگر ان کے اخلاق کی برکت سے اسی عدالت نے ان کے بعد مرزا غلام احمد قادریانی کو کافر قرار دیا، صرف یہی نہیں کہ اسی عدالت نے کہا بلکہ چھوٹی ہداتوں نے کہا، اعلیٰ عدالت پریم کورٹ نے کہا اور پوری دنیا کے مسلمانوں نے کہا کہ غلام احمد کافر ہے، میں ان نوجوان دوستوں کو، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے جلسے کے اشتہار لکھنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے، مبارک باد دیتا ہوں کہ ان کو حضرت امیر شریعت کے ساتھ تھوڑی سی نسبت حاصل ہو گئی ہے۔

بس یہ تمہیدی باتیں میری ختم ہو گئیں، اب میں اصل بات شروع کرتا ہوں:

حضرت سعد بن معاذؓ کا واقعہ:

مکہ کا ایک کافر تھا، اس کا نام ابوصفوان (امیہ بن خلف)، اور مدینہ شریف کے ایک سردار تھے ان کا نام تھا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے بھرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے جا پکے تھے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ مکرہ عمرہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے، ان کی جاہلیت کے زمانے میں عادت تھی کہ وہ اپنے دوست ابوصفوان (امیہ بن خلف) کے پاس ظہرتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری جلد کے پہلے صفحہ پر یہ حدیث ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ: زمانہ جالمیت میں میری اور امیہ بن خلف کی دوستی تھی، امیہ جب کبھی مدینہ منورہ سے گزرتا تو وہ میرے ہاں قیام کرتا تھا، اسی طرح میں جب کبھی مکہ مکرمہ جاتا تو امیہ کے ہاں قیام کرتا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرمائے تشریف لے آئے تو ایک بار میں عمرہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ گیا، اور حسبِ معمول امیہ کے ہاں قیام کیا، میں نے امیہ سے کہا کہ: میرے لئے تہائی کا وقت بتاؤ کہ میں بیت اللہ کا طواف کروں، چنانچہ امیہ مجھے دوپھر کے وقت طواف کے لئے ساتھ لے کر نکلا تو اتفاق سے ابو جہل سے ملاقات ہو گئی، ابو جہل نے پوچھا: صفوان یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے بتالیا کہ یہ (میرا دوست) سعد بن معاذ ہے! اس پر ابو جہل نے کہا کہ: میں تمہیں مکہ مکرمہ میں مامون و محفوظ طواف کرتا دیکھتا ہوں، حالانکہ تم لوگوں نے بے دینوں کو پناہ دے رکھی ہے اور اپنے زعم میں تم ان کی مد بھی کر رہے ہو، خدا کی قسم! اگر اس وقت تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر صحیح سالم واپس نہیں جاسکتے تھے! اس پر میں نے نہایت اونچی آواز سے کہا کہ: خدا کی قسم! اگر تم نے آج مجھے طواف سے روک دیا تو میں بھی مدینہ کی طرف سے تمہارا گزرنا بند کر دوں گا اور یہ تمہارے لئے زیادہ مشکلات کا باعث بن

جائے گا، (اس لئے کہ مکہ کے لوگ شام تجارت کے لئے جاتے تھے اور اس کا راستہ مدینہ سے ہو کر گزرتا تھا، اور مکہ کی معاش کا دار و مدار شام سے تجارت پر تھا، اس لئے راستہ کی بندش ان کی موت و زندگی کا سوال بن جاتی)۔ اس پر امیہ نے کہا: سعد! ابوالحکم (یعنی ابو جہل) کے سامنے اونچی آواز سے بتیں نہ کرو! یہ وادیٰ مکہ کا سردار ہے۔ اس پر میں نے کہا: امیہ! اس قسم کی بتیں نہ کر! خدا گواہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں کہ وہ تمہیں قتل کریں گے۔ امیہ نے کہا: کیا مکہ میں مجھے قتل کریں گے؟ میں نے کہا: اس کا مجھے علم نہیں! امیہ اس بات سے بہت گھبرا گیا اور جب اپنے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا: ام صفوان! دیکھا سعد میرے متعلق کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے کہا: کیا کہہ رہے تھے؟ امیہ نے کہا: وہ یہ بتا رہے تھے کہ محمد نے انہیں خبر دی ہے کہ مسلمان مجھے قتل کریں گے، میں نے پوچھا: کیا مکہ میں مجھے قتل کریں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ: اس کا مجھے علم نہیں! امیہ کہنے لگا: خدا کی قسم! اب مکہ سے کبھی باہر نہیں جاؤں گا! پھر بدر کی لڑائی کے موقع پر جب ابو جہل نے قریش سے لڑائی کی تیاری کے لئے کہا اور کہا کہ اپنے قافلہ کی مدد کو پہنچو تو امیہ نے لڑائی میں شرکت کو ناپسند کیا اور مذمت کر لی، لیکن جب ابو جہل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو صفوان! تم وادی کے سردار ہو، جب لوگ دیکھیں گے کہ تم ہی لڑائی سے گریز کر رہے ہو تو دوسرے لوگ بھی تمہاری اتباع کریں گے۔ ابو جہل جب اس پر برابر اصرار کرتا رہا تو بالآخر

أمیہ نے کہا: جب تمہارا اصرار ہی ہے تو خدا کی قسم! میں (اس لڑائی کے لئے) مکہ کا سب سے عمدہ اونٹ خریدوں گا (تاکہ زیادہ بہتر طریقہ سے اپنی حفاظت کر سکوں)۔ پھرأمیہ نے (اپنی بیوی سے) کہا: ابوصفوان! میرا ساز و سامان تیار کر دو! اس نے کہا: ابوصفوان! اپنے شربی بھائی کی بات بھول گئے؟؟أمیہ بولا: نہیں بھولا! ان (کفار مکہ) کے ساتھ تھوڑی دور تک جاؤں گا۔

جبأمیہ (اس جنگ کے لئے) نکلا تو راستہ میں جس منزل پر بھی قیام ہوتا، یہ اپنا اونٹ (اپنے قریب ہی) باندھتا، اس طرح سارے سفر میں اس نے اہتمام کیا، لیکن اللہ کی تقدیر کے مطابق بدر میں قتل ہو کر ہی رہا۔^(صحیح بخاری ج: ۲: ص: ۱)

یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ،أمیہ بن خلف سے کہنے لگے کہ: یا رکوئی ایسا وقت تلاش کرو جس میں بیت اللہ شریف میں کوئی اور نہ ہو، اس وقت کوئی نہ جاتا ہو تاکہ میں تھائی میں اپنے رب سے باتیں کر سکوں۔ وہ کہنے لگا: بہت اچھا! دونوں دوپہر کے وقت چلے گئے، دوپہر اور وہ بھی مکہ مکرمہ کی دوپہر! اب تو محنڈی ایشیں لگی ہوئی ہیں، یعنی سفید محنڈے پھر لگے ہوئے ہیں، جو گرم ہی نہیں ہوتے، اب نے بطورِ نہ لکھا ہے کہ: ایک دفعہ دوپہر کو میں بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے چلا گیا، چلا تو گیا، جب میں نے مطاف میں قدم رکھا تو میرا پاؤں وہیں چپک گیا، بڑی مشکل سے میں نے پاؤں چھڑایا اور پیچھے لوٹ آیا، تو یہ اس وقت کی بات ہے۔ بہر حال ابوصفوانأمیہ بن خلف نے دن کے باہر بجے ان کے طواف کے لئے وقت تجویز کیا، کیونکہ اس وقت کوئی نہیں ہوگا، تو بیت اللہ جاتے ہوئے راستہ میں ابو جہل مل گیا، ابو جہل کہنے لگا: یہ کون ہے؟ ابوصفوانأمیہ بن خلف کہنے لگا: یہ میرے دوست شرب کے رہنے والے سعد بن معاذ ہیں، اس پر ابو جہل نے کہا کہ تم نے ہمارے

باغیوں کو پناہ دے رکھی ہے اور آرام سے بیت اللہ کا طواف بھی کر رہے ہو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مدینے کے سردار تھے اور یہ مکہ کا سردار تھا، وسرداروں کی جنگ تھی، حضرت سعد بن معاذ نے ذات کر فرمایا کہ: زیادہ باتیں نہ کرو، تمہارا غلہ ملک شام سے آتا ہے، میں اس کا ایک دانہ بھی مکہ نہیں پہنچنے دوں گا! اس پر خیر ابو جہل تو چپ ہو گیا مگر ابو صفوان امیہ بن خلف، سعد بن معاذ سے کہنے لگا کہ: تم اس وادی کے چوہدری کو اس طرح جھٹکتے ہو، چونکہ لوہا گرم تھا، اس لئے حضرت سعدؓ سے بھی فرمائے گئے کہ: زیادہ باتیں نہ کرو! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ وہ تجھے قتل کریں گے! کفر و ایمان کا مسئلہ اپنی جگہ، مگر چونکہ ان دونوں کی دوستی عہد جاہلیت سے چلی آرہی تھی، وہ ایک دوسرے کے گھر رہتے تھے، لیکن جب حضرت سعدؓ نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بتلائی تو مسلمانوں کے ہاتھوں اسے اپنے مارے جانے کا یقین ہو گیا، اور گھبرا کر قسم اٹھائی کہ اب مکہ سے باہر نہیں جاؤں گا۔

چے نبی کی سچی اور جھوٹے کی جھوٹی پیش گوئی کا فرق:

ایک طرف چے نبی کی سچی پیش گوئی ہے کہ اس پر کافروں کو بھی یقین ہے، اور دوسری طرف جھوٹے کی جھوٹی پیش گوئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ پوری نہ ہوئی بلکہ مرزا قادیانی بیع اپنی پوری امت کے آخرتم کے لئے بد دعا کرتا رہا کہ یا اللہ، آخرتم مرجائے! یا اللہ، آخرتم مرجائے! مگر وہ نہیں مرا۔ حتیٰ کہ قادیانی نبی نے اندھے کنوں میں پختے پڑھوا کر پھینکوائے، لیکن وہ ظالم پھر بھی نہیں مرا۔ مرزا محمود کہتا ہے کہ میں نے کبھی محرم کا ماتم بھی نہیں ایسا دیکھا جیسا کہ اس رات قادیان میں برپا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد کا اللہ پر اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یقین نہیں تھا۔ دیکھو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے کافروں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی بات پر یقین تھا، یہ ان کی بد قسمتی تھی کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے، کوئی کافر ایسا نہیں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھتا ہو۔

ابوجہل کی گواہی:

ایک دفعہ یہی ابوصفوان امیر بن خلف اور ابوجہل تہائی میں جمع تھے کہ ابوصفوان، ابوجہل سے کہنے لگا کہ: بھائی! ایک دل کی بات بتاؤ! یہاں کوئی سن رہا ہے اور نہ کوئی دیکھ رہا ہے، صرف میں ہوں اور تم ہو، حق بتاؤ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیسے ہیں یا جھوٹے؟ ابوجہل مسکرا یا اور مسکرا کے کہنے لگا: کیا تو نے کبھی ان کو (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ بچپن سے لے کر اب تک تریپن سال ہو گئے، کیا کبھی تو نے ان کے منہ سے غلط بات سنی ہے؟ اگر وہ ہمارے سامنے جھوٹ نہیں بولتے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے حوالہ سے جھوٹ بولیں؟

اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ مکہ کا کوئی کافر ایسا نہیں تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نہ سمجھتا ہو، لیکن افسوس کہ ان کی بد قسمتی ان کے آڑے آئی اور وہ ایمان نہ لائے، یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے مرزا نیوں کا ایک فرد بھی ایسا نہیں جو مرزا طاہر اور اس کے باپ مرزا بشیر الدین محمود اور اس کے دادا مرزا غلام احمد قادریانی کو سچا نہ سمجھتا ہو، لیکن ان کی بھی بد قسمتی آڑے آگئی کہ وہ ان کے دجل سے نہیں نکل سکے۔

مرزا طاہر کو اپنے باپ دادا کے جھوٹے ہونے کا

حق الیقین ہے:

میں نے لندن کے جلسہ میں بھی کہا تھا، اور اب یہاں بھی کہتا ہوں، اور یہ چونکہ چنانچہ اس لئے امید کرتا ہوں کہ مرزا طاہر اور اس کی ذریت کو میری یہ رپورٹ پہنچ جائے گی، چنانچہ میں نے وہاں کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ دوسرے لوگ تو دلائل، قرآن اور قیاسات کے ذریعہ غلام احمد کو، اس کے بیٹے مرزا محمود کو، اور

مرزا طاہر! تجھے جھوٹا سمجھتے ہوں گے، لیکن میں قسم کھا کر اور منبرِ رسول پر بیٹھ کر کہتا ہوں کہ مرزا طاہر! تو حق الحقین کے ساتھ جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے، تیرا باب جھوٹا تھا، تیرا دادا بھی جھوٹا تھا، کیونکہ یہ تو بھی جانتا ہے کہ پھوٹ کی علامتیں اور ہوتی ہیں۔

قادیانیو! جس طرح کفارِ مکہ کی بد قسمتی ان کے آڑے آگئی تھی اور اس نے ان کو ایمان لانے سے روک دیا تھا، تمہاری بھی بد قسمی آڑے آرہی ہے، ورنہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے دیں تو تم سب ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ اور غلامِ احمد پر لعنت بھیجو!

دوسری بات:

ہمارے حضرت مولانا محمد علی جalandhri رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: جب میں تقریر کرنے بیٹھتا ہوں تو گھڑی چھلانگیں لگاتی نظر آتی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: جب میری تقریر (کی تاریخ) رکھنی ہو تو کسی اور کسی نہ رکھا کرو، تاکہ میں اپنی بات کھل کر تفصیل سے کہہ سکوں۔ یہی معاملہ میرا بھی ہے۔

نبی عربی نے اپنی کسی پیش گوئی کا اشتہار و اعلان نہیں کیا:

تم نے میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال بھی دیکھا، تم نے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال بھی دیکھا، اور یہ بھی دیکھ لیا کہ آپ نے کبھی اپنی کسی پیش گوئی پر کوئی اشتہار نہیں دیا، کبھی ڈھنڈوار نہیں پیٹا، اور کبھی نہیں فرمایا کہ: ”اے امیہ! (ابوصفوان، امیہ بن خلف) میں تجھ کو قتل کروں گا!“ ہاں سرسری ایک بات تھی ہو گئی، مگر میرے اللہ نے اسے حرف بہ حرف پورا کر دیا۔ دوسری طرف غلامِ احمد قادیانی نے ساری عمر ڈھنڈوار اپینا، اشتہار چھاپے، مگر بات ایک بھی سچی نہیں نکلی۔

قادیانیو! مرزا کی کوئی ایک بات سچی کر کے دکھادو!

قادیانیو! میں یہاں منبر پر بیٹھا ہوں اور ذمہ داری کے ساتھ بیٹھا ہوں، تم مرزا کی کتابیں لے آؤ اور مرزا غلام احمد کی ایک بات بھی سچی ثابت کر کے دکھادو! میں دعویٰ سے کہتا ہوں تم مرزا کی ایک بات بھی سچی ثابت نہیں کر سکتے، اس لئے تم بھی جھوٹے، تمہارا اپیر بھی جھوٹا!

ہم گالیاں نہیں نکالتے، تمہاری ہدایت کے لئے کہتے ہیں، اور یہ بھی مجبوراً کہتے ہیں، ہمارے منہ سے مجبوراً نکلتا ہے کہ غلام احمد قادیانی سچا نہیں تھا، جھوٹا تھا، جھوٹوں کا پیر تھا، مرزا غلام احمد نے ۸۰/۸۲ کتابیں لکھی ہیں، اور تم نے اس کی کتابوں کے مجموعہ کا نام رکھا ”روحانی خزانہ“، لا حول ولا قوّة الا باللہ! میں جب حوالہ لکھتا ہوں اور ”روحانی خزانہ“ لکھتا ہوں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، بہر حال تیس جلدوں میں ”روحانی خزانہ“ کے نام سے مرزا غلام احمد کی کتابیں ہیں، اور دن جلدوں میں اس کے ”ملفوظات“ کا مجموعہ ہے، ان میں سے کوئی ایک بات ایسی دکھادو جو سچی ہوا

مرزا قادیانی کا ”ملفوظ“:

اس کے ”ملفوظات“ میں سے ایک ”ملفوظ“ سنادیتا ہوں، تم بھی سنو اور سر دھنو! کہتا ہے کہ:

”ہمارا وجود دو باتوں کے لئے ہے، ایک شیطان کو مارنے کے لئے، اور ایک نبی کو مارنے کے لئے۔“ (نَعُوذُ بِاللَّهِ! ثُمَّ نَعُوذُ بِاللَّهِ!) یہ کون سا نبی ہے؟ یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں یہودی آج تک کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا۔ ایک طرف یہودیوں کا دعویٰ ہے، اور دوسری طرف قادیانیوں کا دعویٰ ہے، لیکن یہ دونوں دعاویٰ جھوٹے ہیں، نہ یہودیوں کے ہاتھوں یہ واقعہ ہوا، اور نہ عیسائیوں کے ہاتھوں، چنانچہ قرآن کریم ان کے جھوٹ کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

..... الخ۔“

ان کے کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے، یہودی کافر ہو گئے، ہاں سنو! انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ جھوٹ بولتے ہیں، لیکن اپنے اس قول کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے۔ اسی طرح غلام احمد نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل نہیں کیا، لیکن اس کا بھی یہودیوں کی طرح دعویٰ ہے کہ ہم نے قتل کر دیا، وہ بھی اس وجہ سے کافر ہو گیا، اب مرزا قادریٰ تو قبر میں چلا گیا اور وہاں وہ اپنا انجام بھگت رہا ہو گا، مگر اس کے پیچے جو چیلے چانتے ہیں، جب دجال نکلے گا وہ سب کے ساتھ ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد دجال کو قتل کریں گے تو انشا اللہ مسلمان دجال کے چیلوں کو قتل کریں گے، عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد تمام کی تمام تلتیں اور تمام کے تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے سوائے اسلام کے، یہ برطانیہ والے بھی نہیں رہیں گے، امریکہ والے بھی نہیں رہیں گے؛ یہ چوتیوں والے ہندو بھی نہیں رہیں گے، ایک مسلمان رہیں گے اور باقی تمام کے تمام کافر ختم ہو جائیں گے، یہ عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف کی برکت ہو گی۔

وَأَخْرُجُونَا لَهُ الْحُسْنَةِ الْمُأْتَيَةِ (العاشر)

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمْرَ حَمْرَةَ مُحَسَّنَةِ وَلَلَّهِ وَاصْحَابِهِ (الحادي عشر)

ارتداد کا مقابلہ اور اس دور میں اس کا مصدق

۷ مئی ۱۹۹۶ء کو حضرت شہیدؒ نے ایک آباد ختم نبوت کانفرنس سے درج ذیل خطاب کیا، جسے کیٹ سے نقل کر کے پیش کیا جا رہا ہے..... سعید احمد جلال پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(الْحُسْنَ لِلّٰهِ وَسُلْطَنٌ عَلٰى جَاهٰوِهِ الْذِينَ أَصْطَفَنِي)

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يُرِتَدُ مِنْكُمْ عَنِ دِيْنِهِ فَسَوْقُ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذْلَلُهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعْزَزُهُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَا إِيمَانٍ، ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلَيْهِ“ (الماکہ: ۵۳)

ترجمہ:... ”اے ایمان والا! جو کوئی تم میں سے پھرے گا اپنے دین سے، تو اللہ تعالیٰ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو کہ اللہ تعالیٰ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں، نرم دل ہیں مسلمانوں پر، زبردست ہیں کافروں پر، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتتے نہیں کسی کے الزام سے، یہ فضل ہے اللہ کا دے گا

جس کو چاہے اور اللہ کشاکش والا ہے خبردار۔“

(ترجمہ حضرت شیخ البند)

پیش گوئی اور وعدہ:

یہ آیت شریفہ سورہ المائدہ کی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک پیش گوئی فرمائی ہے اس امت میں فتنہ ارتاد کے ظاہر ہونے کی۔ صرف پیش گوئی ہی نہیں فرمائی بلکہ حق تعالیٰ شانہ نے ان مرتدین کے مقابلہ میں ایک جماعت کو لانے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

گویا ایک پیش گوئی ہے کہ اس امت میں مرتدین ظاہر ہوں گے، اور دوسری پیش گوئی اور وعدہ ہے کہ ان مرتدین کی سرکوبی اور ان کے مقابلے کے لئے اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو کھڑا کرے گا۔ پھر مرتدین کا مقابلہ کرنے والی اس جماعت کے اوصاف بیان فرمائے، چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے اس جماعت کی چھ صفتیں ذکر فرمائی ہیں:

مرتدین کا مقابلہ کرنے والی جماعت کے اوصاف:

اول:... ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ: ”يُحِبُّهُمْ“ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے ہوں گے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہوں گے۔

دوم:... ان کی دوسری صفت یہ ذکر فرمائی کہ: ”وَيُحِبُّونَهُ“ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے محبت اور عاشق ہوں گے۔

سوم:... ان کی تیسرا صفت یہ ہوگی کہ: ”اَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ“، مومنوں کے مقابلے میں اپنا سر نیچا کر کے رہیں گے۔ یعنی مومنوں کے مقابلے میں ذلیل بن کر رہیں گے۔

چہارم:... ان کی چوتھی صفت یہ ہوگی کہ: ”اَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ“، کافروں کے مقابلے میں معزز اور سرپلند ہو کر رہیں گے۔ یعنی ان کا سر نیچے کریں گے۔

چشم:... ان کی پانچویں صفت یہ ہو گی کہ: "يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ"، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔

ششم:... ان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ: "وَلَا يَسْخَافُونَ لَوْمَةَ لَا إِيمَانَ" ، وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔

سب سے آخر میں فرمایا: "ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيهِمْ" ، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ یہ فضل عطا فرمادیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے کہ اس کے لئے عطا کرنا مشکل نہیں، اور ساتھ ہی ساتھ علیم ہے، وہ جانتا ہے کہ کس کو کون سی چیز دی جائے؟ یہ خلاصہ ہے اس آیت کا۔

حضرت علیؑ کی فضیلت:

یہاں پہلے ایک بات اور بھی سمجھ لیجئے! وہ یہ کہ جنگ خیر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

"لَا أَغْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّأْيَةَ غَدَارِ جُلُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى
يَدِيهِ، يُحِبُّ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ
النَّاسُ غَدُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ
يَرْجُونَ ... الْخَ."

(مکملۃ ص: ۵۶۳، باب مناقب علی بن ابی طالب)

یعنی میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہو گا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر قلعہ کو فتح کرے گا۔

صحابیؓ فرماتے ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی اور کل آئی تو اس موقع پر ہر شخص گردن اپنچی کر کے اپنے آپ کو نمایاں کر رہا تھا

کہ یہ فضیلت مجھے ملے۔ گویا صحابہ کرام میں سے ہر ایک اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا، اور امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”اللہ کی قسم! میں نے امیر بننے کو کبھی پسند نہیں کیا، سوائے اس دن کے۔“

امیر بننا مقصود نہیں تھا، بلکہ بارگاہِ نبوت سے جو خطاب ملا تھا، کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے، اس خطاب کو حاصل کرنا مقصود تھا۔

اب صحابہ کرام میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ آج یہ تاج کس کے سر پر سجا یا جائے گا؟ اور یہ تمغہ فضیلت کس کو عطا کیا جائے گا؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کا یک فرمایا: ”علیٰ کہاں ہیں؟“ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ اپنے ذیرے یعنی اپنے خیے میں ہیں، ان کی آنکھوں میں آشوب ہے، ان کی آنکھیں دھقی ہیں، پھولی ہوئی ہیں۔ گویا ان کی آنکھیں بند ہیں اور انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا۔ فرمایا کہ: ان کو بلا و! جس طرح نابینا کا ہاتھ پکڑ کر لا یا جاتا ہے، اس طرح حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر لا یا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بخادیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا العاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا، تو اسی وقت ان کی ساری تکلیف دور ہو گئی۔ چنانچہ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: اللہ کی قسم! اس کے بعد مجھے کبھی بھی آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔ جب ان کی آنکھوں کو لعاب لگادیا گیا اور وہ ٹھیک ہو گئیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: جاؤ اللہ کے نام سے جہاد کرو! اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے مقابلہ کرو! حضرت علیؑ تقلیل حکم میں چل پڑے، مگر جب انہیں ایک بات پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تو اُلئے پاؤں لوٹ آئے، یعنی اپنا رُخ نہیں بدلا، بلکہ منہ اسی طرف کو ہے جس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متوجہ کر دیا تھا، بہر حال اُلئے پاؤں پیچھے لوٹے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! ایک بات پوچھنا بھول گیا تھا کہ لڑائی سے پہلے دشمن سے کیا کہوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو پہلے اسلام کی دعوت دو۔ دیکھو! دشمن سے مقابلے کے لئے جا رہے ہیں، لڑائی کے لئے روائی ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہدایت فرماتے ہیں کہ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر وہ اسلام لے آئیں گے تو ان کے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں، اور ان کی وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو ہماری ہیں۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمادیں تو وہ تمہارے لئے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

دنیا و ما فیہا کی حیثیت:

یعنی اگر دنیا و ما فیہا کے خزانے تمہیں دے دیئے جائیں اور پوری دولت تمہارے تصرف میں دے دی جائے، اس سے یہ بہتر ہے کہ ایک آدمی کو تمہارے ذریعہ سے ہدایت نصیب ہو جائے۔

یہاں علاماً نے ایک عجیب نکتہ لکھا ہے کہ جہاں جہاں احادیث میں آیا ہے کہ یہ چیز دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے، سوال یہ ہے کہ دنیا کی قیمت تو مچھر کے برابر بھی نہیں ہے، پھر اس کا بہتر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ہاں سنو! یہ حقیقت ہے کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کسی کافر کو پانی کا گھونٹ بھی نہ دیتے، لہذا بلاشبہ دنیا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بے قیمت چیز ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو بعض اکابر نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ دنیادار کو پوری دنیا کی دولت ملنے سے جور احت اور سرست ہو سکتی ہے، یہ اس سے زیادہ خوشی اور سرست کا مقام ہے، گویا اگر ساری کی ساری دنیا بمعنی ساز و سامان کے ایک آدمی کے حوالے کر دی جائے کہ تم جو چاہو کرو، جس کو چاہو دو، جس کو پوری کی پوری دنیا تمہارے قبضے میں کر دی

گئی ہے، اگر فرض کرو کسی کے لئے ایسا ہو جائے تو وہ دنیا کا کتنا بڑا خوش قسم انسان کھلائے گا؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: اگر تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت ہو جائے تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے۔

بعض اکابر نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ساری دنیا اور دنیا کے خزانے تمہیں دے دیئے جائیں اور تم اس پوری دنیا اور اس کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دو، تو کتنا فضیلت کی چیز ہو گی؟ تو فرمایا کہ اس فضیلت سے بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت عطا کر دے۔

یہ بات اور یہ حدیث جو میں نے درمیان میں نقل کی ہے، اس سے میں یہ سمجھتا چاہتا ہوں کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جہنڈا نہیں دیا تھا، اس وقت تک کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ خطاب کس کو ملنے والا ہے؟ اور یہ سعادت کس کے حصے میں آنے والی ہے؟ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حیدر کراڑ کے ہاتھ میں جہنڈا دیا تو معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ کا مصدق یہ ہیں۔

حضرت علیؑ ہمارے ہیں:

یہاں ایک اور بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہوتا چاہئے کہ حضرت علیؑ، شیعوں کے نہیں وہ ہمارے ہیں، وہ ہمارے خلیفہ راشد ہیں، ہمارا اعتقاد ہے کہ: ”حُبُّ عَلَيٍّ مِّنَ الْإِيمَانِ“ علیؑ کی محبت ایمان ہے۔ اور: ”النُّظُرُ إِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ“ علیؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے، جس طرح بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے، اسی طرح علیؑ کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضرت علیؑ مقتدی اور اصحاب ثلاثہ امام:

حضرت علیؑ کی بہت اونچی شان ہے، بہت اونچی شان ہے، ان کی شان کو

کون پہنچ سکتا ہے؟ مگر وہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے مقتدا ہیں، یہ حضرات ان کے مقتدا ہیں، پھر حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ کے مقتدا ہیں، اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ وعلیؓ کے، اور حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے مقتدا ہیں، یہ سب حضرات امام ہیں، اور حضرت علیؓ ان کے پیچھے ہیں، جبکہ خلقانے خلاشان کے امام ہیں اور یہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے ہیں۔

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے: میں جب میدانِ جنگ میں مبارزت کے لئے جاتا اور نکلتا تھا، یعنی ادھر سے کافروں کا سوار نکلتا تھا، ادھر سے اسلام کا مجاہد میدان میں آتا اور مقابلہ ہوتا تھا، تو حضرت علیؓ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اَنَا الَّذِي سَمْتَنِي اَمِيْ حِيدَرَة!

یعنی میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے شیر رکھا ہے، کیونکہ حیدر شیر کو کہتے ہیں، جیسے شیر کو دیکھ کر جانوروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے، اس طرح مجھے دیکھ کر کافروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا اعزاز:

تو جس طرح حضرت علیؓ کے ہاتھوں میں جب تک جہنڈا نہیں دے دیا گیا، اس وقت تک کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس ارشادِ نبوی: "يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَيُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ" (وہ اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں) کے مصدقات کا اعزاز و فضیلت کس کے حصے میں آتی ہے؟ بلکہ ہر ایک منتظر تھا کہ شاید مجھے مل جائے، لیکن جب آپؐ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جہنڈا دے دیا تو معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ کا مصدقہ حضرت علیؓ ہیں۔ ثیک اسی طرح جس وقت آیتِ شریفہ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدِ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ" نازل ہوئی، تو اس وقت بھی کسی کو معلوم

نہیں تھا کہ یہ فضیلت اور یہ سعادت کس کے حصے میں آنے والی ہے؟ یہ تاج کس کے سر پر سجا یا جائے گا؟ اور محبت اور محبو بیت کا تمغہ کس کو عطا کیا جائے گا؟ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قتنہ ارتداء پھیلا، لوگ مرتد ہوئے اور انہی مرتدوں میں جھوٹے مدعیان نبوت بھی تھے، جن میں سرفہرست مسیلمہ کذاب تھا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خط لکھا تھا کہ:

”من مسلیمة رسول الله الى محمد رسول الله“

سلام عليك، اما بعد! فاني قد اشركت في الأمر وان
لنا نصف الأمر ولقريش نصف الأمر، لكن قريش قوم
يعتلدون.“ (دلائل النبوة ج: ۵ ص: ۲۳۱)

ترجمہ:... یہ خط ہے مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام، بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے تمہاری نبوت میں مجھے بھی شریک کر دیا، اس لئے آدمی زمین تمہاری آدمی میری (مل کر کھائیں گے)، لیکن قریش زیادتی کرتے ہیں (کہ مجھے اس میں شریک نہیں کرتے)۔“

مسیلمہ کے خط کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا:

”من محمد رسول الله الى مسلیمة الكذاب،
سلام على من اتبع الهدى، اما بعد! فان الأرض لله
يورثها من يشاء من عباده والعقابة للمتقين.“

(دلائل النبوة ج: ۵ ص: ۲۳۱، کنز

العمال ج: ۱۳ ص: ۲۰۱ حدیث: ۳۸۳۸۶)

ترجمہ:... ”محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام، اما بعد! زمین اللہ کی ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے، اس کا

وارث بنادیتا ہے، اور اچھا انعام متقیوں کے لئے ہے۔“

در اصل مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت تو کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، مگر اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، خبید اور یمامہ پورا علاقہ مسیلمہ کذاب کے قبضے میں تھا، اسی طرح سجاح نام کی ایک خاتون تھی، اس نے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا، جس نے بعد میں مسیلمہ کے ساتھ شادی کر لی تھی، مسیلمہ نے اس سے پوچھا کہ: تمہیں مہر کیا دیں؟ تو کہنے لگی: دونمازیں معاف کرو! چنانچہ مسیلمہ کذاب نے دونمازیں معاف کر دیں۔ بات لمبی نہیں محصر کروں گا، کیونکہ ابھی اصل مضمون بیان کرنا ہے۔

مسیلمہ کے مقابلہ میں لشکرِ اسلام:

مختصر یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سب سے پہلے جو لشکر بھیجا گیا، وہ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (اللہ کی تواروں میں سے ایک) اس لشکر کے پہ سالار تھے، جب مسیلمہ سے مقابلہ ہوا تو بڑے بڑے قرآن صحابہ کرام اُس جہاد میں شہید ہوئے، حضرت یُحْرَفَارُوق رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب بھی شہید ہوئے۔

مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم نے مسلمانوں کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ ایک دفعہ تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، حضرت خالد بن ولید نے صحابہ کرام کو پھر سے جمع اور مرتب کیا اور ان پر دوبارہ حملہ کیا، حضرت سالم، حضرت علی، حضرت خدیفہ اور ایک دوسرے صحابی نے لوگوں سے کہا کہ: لوگو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح نہیں رُڑا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو سنگلوں سے باندھ لیا تاکہ پیچھے نہ ہٹ پائیں، مختصر یہ کہ مسلمانوں کی فوج نے بے جگری سے ان کا مقابلہ کیا، چنانچہ مسلمان، مسیلمہ کذاب اور ان کے ایک لاکھ کے لشکر

کو پچھے دھکیلتے ہوئے ایک باغ میں لے گئے، تو مسیلمہ کذاب اور اس کی جماعت نے اپنے آپ کو ایک بہت بڑے باغ میں، جس کی چار دیواری اور دروازہ تھا، قلعہ بند کر لیا اور محفوظ ہو گئے۔

قلعہ حدیقة الموت کا دروازہ کھولنے کی انوکھی ترکیب!

ایک صحابیٰ نے کہا: اندر سے تو دروازہ اور کنڈا بند ہے، میں تمہیں اس کی تدبیر بتا دیتا ہوں، اگر تم اس پر عمل کرو تو یہ مشکل حل ہو سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ مجھے نیزوں پر اٹھا کر دیوار کے اوپر سے اندر پھینک دو تو میں کنڈا کھول دوں گا، اگر انہوں نے مجھے شہید بھی کر دیا تو کوئی بات نہیں، اور اگر میں شہید ہونے سے پہلے دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا تو تم اندر داخل ہو جانا، اور اگر میں شہید ہو جاؤں تو میری جگہ ایک اور آدمی کو اندر پھینک دو، ایک اور کو پھینک دو، ایک اور کو پھینک دو، یہاں تک کہ مسلمان اس قلعہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو جائیں۔

صحابہ کرام نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور ان کو اندر قلعہ میں پھینک دیا، چونکہ ان کا نیزہ اور تکوار ان کے ساتھ تھی اس لئے وہ ان سے لڑتے بھڑتے دروازہ تک پہنچ گئے اور دروازہ کھول دیا، تو مسلمان یلغار کر کے اس کے اندر داخل ہو گئے اور مسیلمہ کے لشکر کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو گئے، مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی بن حرب... جو حضرت حمزہؓ کے قاتل تھے... نے قتل کیا تھا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ ان کے پاس ایک حربہ چھوٹا سا نیزہ تھا، اس کو انہوں نے اس طرح پھینک کر مارا کہ مسیلمہ کذاب کے جا کر لگا اور وہ وہیں مردار ہو گیا، اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے بیس ہزار آدمی قتل ہوئے، تو بارہ سو کے قریب حضرات صحابہ کرام نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔

ایک صحابیٰ کا ایمان افروز واقعہ:

اس غزوہ کے واقعات تو بہت ہیں، لیکن میں تمہیں ان میں سے ایک واقعہ

سناے دیتا ہوں، اگرچہ یہ میرے موضوع میں داخل تو نہیں، تاہم چونکہ اچھی بات ہے، اور بھائی! حضرات صحابہ کرامؓ کی تو ساری باتیں ہی ایمان افروز ہوا کرتی ہیں، اور ان سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اس لئے ان کا سننا اور سنانا ایمان کی تازگی کا باعث ہے، اس لئے سنانا چاہتا ہوں:

ایک صحابی جن کا نام غالباً سہیلؓ ہے، وہ شہید ہو گئے، تو ان کی زردہ (یہ دراصل لو ہے کا کڑیوں والا گرتا ہوتا ہے جسے لٹائی کے وقت پہننا کرتے تھے) کسی نے اٹھائی اور اسے اٹھا کر اونٹ کے کجاوے کے نیچے رکھ دیا، تو وہ شہید صحابیؓ ایک دوسرے صحابی کے خواب میں آئے اور کہا کہ: امیر لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کو میرا یہ پیغام دے دو کہ میری زردہ فلاں آدی ہے اور فلاں جگہ ہندیا کے نیچے رکھی ہوئی ہے، اس کے اوپر کجاوہ رکھا ہوا ہے، اور کسی کو اس کا پتہ نہیں، اس لئے وہ اس سے وصول کر کے میرے وارثوں کو پہنچائیں، اور جب تم لوگ مدینہ طیبہ واپس جاؤ تو حضرت ابو بکرؓ کو میرا سلام کہو اور کہو کہ میرے غلاموں میں سے دو غلاموں کو آزاد کر دیا جائے، جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس صحابی کے خواب اور پیغام کا بتایا گیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ تحقیق و تفییش کے لئے اس مطلوبہ جگہ پہنچے تو واقعی ٹھیک جہاں زردہ رکھی تھی اس کی نشاندہی کی گئی تھی، کجاوہ اٹھایا تو نیچے زردہ پڑی ہوئی تھی، انہوں نے کہا کہ: یہ ان کی کرامت ہے کہ یہ خواب بالکل سچا ثابت ہوا۔

مرنے کے بعد وصیت اور اس پر عمل:

یہ لشکر جب واپس ہوا اور خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان صحابی کا قصہ اور ان کی وصیت ذکر کی گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کے دو غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ اسلام میں ایک واحد مثال ہے کہ مرنے کے بعد وصیت کی گئی اور اسے نافذ کیا گیا، ورنہ ایسا ہوتا نہیں ہے، کیونکہ وصیت تو زندگی میں ہوتی ہے، مرنے کے بعد تھوڑی وصیت ہوتی ہے؟

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بھیجے ہوئے لشکر نے ان مرتدین سے مقابلہ کیا تب پتہ چلا کہ یہ جنہاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا جانا تھا، اور ارشادِ الہی: ”يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَ أَذِلَّةَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ“ میں جو چھوٹے صفات ذکر کی گئی تھیں، اس کا مصدق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ اسی طرح یہ تمغہ جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا، یہ بھی انہیں کے حصہ میں آیا۔

ایک نکتہ:

یہاں ایک نکتہ ذکر کرتا ہوں، وہ یہ کہ میں نے حضرت علیؓ کے بارے میں غزوہ خیبر کی حدیث ذکر کی تھی، اس میں یہ فرمایا گیا تھا کہ: ”يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“ یعنی جس شخص کو میں جنہاً دوں گا، وہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ، اس سے محبت رکھتے ہوں گے۔ مگر یہاں مرتدین سے مقابلہ کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَ“ اللہ ان سے محبت رکھنے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے۔ کیا آپ حضرات کو ان دونوں کا فرق سمجھ میں آیا؟ اگر نہیں آیا تو میں سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ:

حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ: ”يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ“ کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ، اس سے محبت رکھتے ہوں گے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت:

دوسری طرف مرتدوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو لانے کا وعدہ

فرمایا، اس کے بارے میں فرمایا: "يَعِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" یعنی اللہ کو ان سے محبت ہے، اور ان کو اللہ سے محبت ہے۔ یہاں رسول اللہ کا ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی اللہ ہی کی محبت ہے، اور جس کو اللہ سے محبت ہوگی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہوگی، یہ لازم و ملزم ہیں، اور کبھی ایسا بھی کر دیا جاتا ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو ذکر کر دیا جاتا ہے۔

دوسرा فرق یہ ہے کہ حدیث میں حضرت علیؓ کی اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو پہلے ذکر فرمایا اور فرمایا کہ: وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا، اس کے بعد فرمایا گیا کہ: "وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ" لیکن یہاں ترتیب اتنی ہے، یہاں اللہ کا ان سے محبت رکھنا پہلے ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے، گویا یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں: "وَيُحِبُّونَهُ" اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عاشق اور محبت صادق بھی ہیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت صدیقؓ کے مقام کا فرق:

مطلوب یہ ہے کہ ایک ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب ہونا اور ایک ہے اللہ کا محبت ہونا، حضرت علیؓ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ محبت پہلے ہیں اور محبوب بعد میں ہیں، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ: وہ محبوب پہلے ہیں، اور محبت بعد میں ہیں، کیا خیال ہے؟ دونوں کے درمیان میں فرق سمجھ میں آیا؟

یہ تو ظاہر ہے جو اللہ کا محبت ہوگا وہ حق تعالیٰ کا محبوب بھی ہوگا، اور جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوگا وہ محبت بھی ہوگا، یہ دونوں باتیں لازم و ملزم ہیں لیکن زہے سعادت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوبیت کا تمغہ پہلے دیا اور محبت ہونے کا تمغہ بعد میں دیا، محبوب پہلے نمبر پر اور محبت بعد میں۔

عمر، مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ وہی بات ہے جو صحابہ کرام حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ ہم لوگ آئے تھے اور عمر لائے گئے ہیں، ہم مریدین بن کر آئے تھے اور وہ مراد بن کر لائے گئے ہیں۔ تو ایک تو یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبت بھی ہیں۔

ایک اور نکتہ:

مرتدین کے مقابلہ میں آنے والی جماعت کی تیرسی اور چوتھی صفت یہ ذکر فرمائی گئی تھی کہ: "اَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ" اہل علم اور ارباب مدارس علمًا جانتے ہیں کہ "عزیز" کا لفظ اور پر کے لئے آتا ہے اور "ذلیل" کا لفظ نیچے کے لئے آتا ہے، چنانچہ ان کی صفت یہ ہو گی کہ "وہ مؤمنوں کے لئے ذلیل ہوں گے" ظاہر ہے کہ ذلیل اور پر تو نہیں ہوتا نیچے ہی ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اور پر ہونے کے باوجود مؤمنوں کے سامنے سر جھکا کر رہیں گے، یعنی ان کی تواضع کا یہ عالم ہو گا کہ سب کچھ ہونے کے باوجود، علم و فضل کے باوجود، اپنی محبوسیت اور محبت کے باوجود وہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے ساتھ بھی نیچا ہو کر یعنی تواضع کر کے رہیں گے اور اپنے آپ کو اونچا نہیں کہیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ:

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے خلیفہ رسولؐ بننے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا تھا، اس میں انہوں نے فرمایا تھا: لوگو! مجھے تمہارے معاملات کا والی بنا دیا گیا ہے، میں تم سے اچھا نہیں ہوں، میں تم سے اچھا نہیں ہوں، اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرو اور اگر میں ثیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کرو۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تواضع:

حضرت صدیقؓ اکبرؓ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بعض بڑی بوڑھیوں کا پانی بھر کے دیا کرتے تھے، جب حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنادیئے گئے تو انہوں نے کہا کہ اب ہمارا پانی کون بھرا کرے گا؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا: میں بھر دیا کروں گا، اب بھی بھر دوں گا! یہ تھی آپؓ کی تواضع، اگساری، عاجزی، نیازمندی اور مسلمانوں کے سامنے اپنے آپ کو نیچا کرنا۔ ٹھیک اسی طرح سیدنا عمر فاروقؓ کا حال تھا،... لوگوں کو دبدبہ فاروقؓ تیار ہے لیکن انہیں حضرت فاروقؓ اعظمؓ کی تواضع یاد نہیں ہے... ان کو فاروقؓ ذرہ تیار ہے کہ ہر وقت کندھے پر رہتا تھا، چنانچہ ان کے دبدبہ سے بڑے بڑے بھی تحریر کا پہنچتے تھے، مگر ان کا خوف و خشیت یاد نہیں....

انہوں نے بھی پہلے خطبے میں فرمایا تھا: سنو! تم میں سے جو زیادہ طاقت و رہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، جب تک کہ میں اس سے کمزور کا حق دصول نہ کرلوں، اور جو تم میں سے کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتوں ہے جب تک کہ اس کا حق ادا نہ کردوں۔

بلاشبہ یہ حضرات مؤمنوں کے سامنے اپنے آپ کو اتنا نیچا کرنے والے اور اتنا پست کرنے والے تھے، ایسا لگتا تھا کہ ان کا اپنا کوئی وجود ہی نہیں ہے، ان کی پوری زندگیوں میں ایسا کوئی ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا کہ کبھی حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ یا سیدنا امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے کسی مسلمان کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار کیا ہو، اور اپنے آپ کو بڑا ظاہر کیا ہو، مؤمنوں کے لئے تو اتنا متواضع تھے، لیکن: ”أَعْزَّةُ عَلَى الْكَافِرِينَ“ کافروں کے مقابلہ میں عزیز و سر بلند ہو کر کے رہے، کبھی سر نیچا نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ کا دبدبہ اور رومی قاصد:

حضرت رومیؓ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطابؓ کی خدمت میں شاہِ روم کا قاصد اور سفیر آیا، مدینے میں آکر پوچھنے لگا کہ مسلمانوں کے ظیفہ کا محل کونسا ہے؟ یعنی ”قریخلافت“ کون سا ہے؟

ایک بات درمیان میں کہہ دوں، مجھے معاف کرنا صرف ایک ہی فقرہ کہتا ہوں وہ یہ کہ ہم لوگ یہ بھول گئے کہ ہماری شان و شوکت ان ماڈی ترقیات میں نہیں ہے، مگر افسوس کہ ہم نے کافروں کی طرح محلاں میں، بلندگوں میں اور نمائشی چیزوں میں شان و شوکت ڈھونڈنا شروع کر دی، بھائی! ہماری شان و شوکت ان چیزوں میں نہیں ہے۔

خیر تو جب رومی قاصد نے پوچھا کہ قریخلافت کون سا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ: امیر المؤمنین کا کوئی محل نہیں، آپ مسجد میں رہتے ہیں، وہیں جا کر دیکھ لو، وہ مسجد میں گیا وہاں نہیں ملے، وہاں کوئی آدمی موجود تھا اس سے پوچھا کہ: امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ کہنے لگا کہ: صدقے کا اونٹ گم ہو گیا ہے، اس کو جلاش کرنے کے لئے جنگل کی طرف گئے ہیں۔

ہبیت فاروقیؓ:

حضرت عمرؓ صدقہ کا اونٹ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے، مگر اونٹ نہیں ملا، دوپھر کا وقت ہو گیا، تو ایک درخت کے سامنے میں پتھر سر کے نیچے رکھ کر سو گئے، رومی سفیر بھی انہیں ڈھونڈتا ڈھونڈتا وہاں پہنچا، دیکھا تو امیر المؤمنین اس وقت سور ہے ہیں، نہ کوئی ہتھیار پاس ہے اور نہ کوئی پہرے دار! مگر جیسے ہی سفیر وہاں پہنچا اور آپ پر نظر پڑی تو تھرھر کا پیٹنے لگا، مولا نا رومیؓ اس مقام پر فرماتے ہیں:

ہبیت حق است ایں از خلق نیست

یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، بندہ مخلوق کی طرف سے نہیں، گودڑی پہنا فقیر جو ایک درخت کے نیچے بغیر کسی چادر کے لیٹا ہوا ہے، یہ اس کی بیت نہیں بلکہ یہ بیت رب انبیاء ہے!

کافروں کے مقابلے میں ایسے سخت اور ایسے سر بلند کہ کبھی کسی کافر کے مقابلے میں سرنچا کرنا سیکھا ہی نہیں، سر کٹ سکتا ہے مگر جھک نہیں سکتا۔

کفر کے وار کا انداز!

یہاں مجھے ایک لطیفہ یاد آیا وہ یہ کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی آپس میں لڑائیاں ہوئیں، اس وقت کے شاہِ روم کو پتہ چلا تو اس نے سوچا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کا یہ بہترین موقع ہے۔ یاد رکھو! کفر ہم پر سیدھا وار کر کے کبھی بھی غالب نہیں آیا، جب بھی کفر نے ہم پر حملہ کیا ہے، ہمارے درمیان پھوٹ ڈال کر ہی کیا ہے، یعنی مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا کر کے، ان کو آپس میں لڑا کر وہ ہمارے مقابلے میں آیا ہے، اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آج بھی اگر مسلمان تحد ہو جائیں، چاہے ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو، ان کا کوئی کچھ نہیں بجا سکتا، حتیٰ کہ اگر امریکہ بہادر بھی ان پر حملہ کرے گا تو کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ کفر نے جب بھی ہم پر حملہ کیا ہے، یا جب بھی وہ ہمارے خلاف میدان میں آیا ہے، ہمیں لڑا کر آیا ہے، جیسا کہ اب افغانستان میں مجاہدین کو (آپس میں) لڑا رہا ہے۔

حضرت معاویہؓ کا شاہِ روم کو جواب:

حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ شاہِ روم کے ارادے بد ہیں، اور ہمارے اختلافات سے فائدہ اٹھا کر حضرت علیؓ کے کمپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو حضرت معاویہؓ نے اس کو خط لکھا جس کو سان العرب میں نقل کیا گیا ہے، اسی طرح

ہمارے مفتی شفیع صاحبؒ نے ”مقام صحابہ کرام“، میں بھی اس کو نقل کیا ہے،۔ اس خط کا یہ مضمون تھا کہ: ”اُن نصرانی (کتے)! مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ تم میرے اور میرے بھائی علیؑ کے درمیان اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کرنا چاہتے ہو، تمہیں یہ یاد رہنا چاہئے کہ اگر تم نے ایسا کرنے کا سوچا تو میں اپنے ابنِ عم (چچازاد بھائی) سے صحیح کروں گا اور ان کی فوج میں شامل ہو کر تمہارے مقابلے میں آؤں گا، اور علیؑ کی فوج کے پہلے سپاہی کا نام معاویہ ہو گا جو تم پر حملہ کرے گا۔ تو یہ معنی ہے: ”اعزَةُ عَلَى الْكَافِرِينَ“ کا کہ کافروں کے مقابلے میں سر بلند رہیں گے، کبھی سر نیچا نہیں کریں گے۔

سازشی مسلمان نہیں کافر ہوتے ہیں:

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمان سازشیں نہیں کیا کرتے، اور ہمارے اندر وہی طور پر خفیہ منصوبے نہیں ہوتے، ہم سازش کے ذریعہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کرتے، ہاں! باطل ہمیشہ سازش کے ذریعہ کامیاب ہوتا ہے، مسلمان کبھی سازشیں نہیں کرتے بلکہ کھلے عام ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتے ہیں اور: ”يَجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللہِ“ (جہاد کریں گے اللہ کے راستے میں) کے مصدق مسلمان مجاہد ہوں گے۔ اور مجاہد بھی ”المجاهد فی سبیل اللہ!“ یعنی اللہ کی راہ کے مجاہد۔

”کارِ مُلَّا فِي سَبِيلِ اللہِ فَسَادٌ“ کہنے والے:

مجھے ذرا سی گستاخی کی اجازت دیجئے تو عرض کروں کہ آج کل تم لوگوں نے ایک نعرہ بلند کیا ہے کہ: ”کارِ مُلَّا فِي سَبِيلِ اللہِ فَسَادٌ!“ لیکن قرآن کہتا ہے: ”فِي سَبِيلِ اللہِ جَهَادٌ“ اگر یہ چیز، جس کو اللہ تعالیٰ: ”يَجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللہِ“ فرمारہے ہیں، اگر .. نعروز باللہ ثم نعروز باللہ... فساد ہے، تو مجھے یہ بتاؤ پھر اصلاح کس چیز کا نام ہے؟ ایسا نعرہ لگانے والوں سے کہوں گا کہ تم نے مُلَّا کا نہیں اللہ کے قرآن کا مذاق اُڑایا ہے، تم اپنے ایمان کی فکر کرو...!

ہر آدمی اپنی ذہنی سطح پر:

بھی پرسوں کی بات ہے، میں صحیح کے وقت خطوں کے جواب لکھ رہا تھا، ان میں سے ایک خط ایسا بھی تھا جس میں اس نے کچھ الٹی سیدھی باتیں لکھیں، اور اسی میں ایک یہ بات بھی لکھی کہ:

”مجھے میرے دوستوں نے بتایا ہے کہ جب تک
بڑے بڑے سرمایہ داروں سے سفارش نہیں کراوے گے اس وقت
تک تمہیں تمہارے خط کا جواب نہیں ملے گا۔“

افسوس! کہ دنیا میں ایسے ایسے سمجھ دار لوگ بھی موجود ہیں؟ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ:

”آپ کے دوستوں نے صحیح کہا ہے، اس لئے کہ ہر آدمی اپنی ذہنی سطح پر سوچنے پر مجبور ہوتا ہے، وہ کیڑا جو غلافت کے اندر رہتا ہے، اس کا زمین و آسمان وہی ہے، وہ اس سے زیادہ سوچ ہی نہیں سکتا، وہ کیڑا جو پتھر کے اندر رہتا ہے وہ نہیں سوچ سکتا کہ دنیا اس سے زیادہ بھی وسیع ہو سکتی ہے، اس لئے کہ تم لوگ اپنی ذاتی منفعت، ذاتی ضروریات، وجہت، مال و جاہ یا اسی طرح کسی دوسرے دنیاوی مفاد سے ہٹ کر سوچ ہی نہیں سکتے، تمہاری سمجھ میں یہ آہی نہیں سکتا کہ کوئی آدمی خالص اللہ کی رضا کے لئے بھی اس زمانے میں کام کر سکتا ہے؟ یہ تمہاری عقل میں نہیں آ سکتا؟ میں تمہیں معدود سمجھتا ہوں، اللہ کا شکر ہے جو کچھ کرتا ہوں محض رضا الہی کے لئے کرتا ہوں، واللہ! کوئی مقصد نہیں، نہ کوئی سیاسی مقصد ہے، نہ کوئی عزت کا مقصد ہے، نہ کوئی

وجاہت کا مقصد ہے، نہ کوئی روٹی کا مقصد ہے، بلکہ اللہ کا شکر
ہے تم سے زیادہ اچھی مل رہی ہے اور اتنی آرام سے مل رہی ہے
کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔“
دنیا میں جنت کا مزہ:

میں تمہیں ایک لطیفہ سناتا ہوں کہ ایک بار میں بیٹھا تھا کہ ایک ساتھی کہنے
لگا: کیا حال ہے؟ میں نے کہا: ہمارا حال کیا پوچھتے ہو؟ چونکہ وہ میری بات کا مطلب نہ
سمجھ پایا تھا، اس لئے اس نے سمجھا کہ شاید اس کو کوئی تکلیف ہے یا یہ دلکشی ہے؟ اگرچہ
بظاہر اس کو کوئی تکلیف نظر نہ آئی تاہم مجھے کہنے لگا: کیا بات ہے؟ کیا بڑھا پا آگیا ہے؟
میں نے کہا: میرا بھائی! تم نے میرا مطلب ہی نہیں سمجھا، اس لئے کہ اگر جنت کے
اندر رہتے ہوئے آپ کسی جنتی سے پوچھیں: کیا حال ہے؟ تو اس کا جو جواب ہوگا وہی
میرا جواب ہے، یعنی جنتی سے جنت کے اندر رہتے ہوئے پوچھیں گے کہ: کیا حال
ہے؟ تو وہ بھی یہی کہے گا کہ ہمارا کیا حال پوچھتے ہو؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اللہ
تعالیٰ نے زندگی میں جنت کا مزہ عطا کر دیا ہے، مجھے کوئی تکلیف نہیں اور دنیا کی کوئی
فلک نہیں، کوئی فاقہ نہیں ہے، اب میں تمہیں کیا بتاؤں کہ کیا حال ہے؟ میں تو تمہیں جنتی
والا ہی جواب دے سکتا ہوں۔

تم لوگ تو جانتے ہی نہیں کہ زندگی کیا ہے؟ اور زندگی کا مزہ کیا ہے؟ زندگی
کی حقیقت کیا ہے؟ تم تو اپنی ذہنی سطح سے اوپر سوچنے سے ہی معدور ہو، اس لئے تم
کہتے ہو: ”کارِ مُلَّا فِي سَبِيلِ اللہِ فَسَادٌ“، ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ! ثُمَّ نَعُوذُ بِاللّٰهِ!
یہی وجہ ہے کہ جو کام بھی دین کے نام پر کیا جائے تم کہتے ہو، یہ اغراض و
مقاصد کے لئے ہے۔

تحریک ۱۹۵۳ء کے اغراض و مقاصد:

ابھی آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا، جسش جاوید اقبال، جو ہماری عدالت کا

معزز رکن بھی رہا ہے، اور اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ علامہ اقبال کا نظر ہے، مجھے معاف سمجھے میں یہی لفظ استعمال کرتا ہوں اور جان بوجھ کر استعمال کرتا ہوں، اس نے کہا کہ: ”۱۹۵۳ء کی تحریک سیاسی اغراض کے لئے چلائی گئی تھی؟“

حیف! صد حیف ہے! ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک سیاسی اغراض کے لئے چلائی گئی تھی، اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ تحریک ان لوگوں نے چلائی تھی جن کی شکل دیکھنا جنت میں داخل ہونے کی ہمانت تھی، یعنی جن کی شکل دیکھنے سے جنت ملتی تھی، ایسے اللہ کے مخلص بندوں نے یہ تحریک چلائی تھی۔ یہ اللہ کے وہ مخلص بندے تھے جنہوں نے اپنے نام، نمود، نمائش اور تمام چیزوں کا پتہ کاش دیا تھا، ان کے ہاں یہ چیزوں تھیں ہی نہیں، تم جانتے ہو! امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری اور اس سطح کے دوسرے ان اکابرؒ نے یہ تحریک چلائی تھی کہ خدا کی قسم! اگر ان کی جوتیاں سر پر رکھ لیں تو ہمیں جنت نصیب ہو جائے۔ تم کہتے ہو کہ یہ سیاسی اغراض کے لئے تھی، میں واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ مرزا یوں نے تمہیں لقہ دیا ہے، اور تم نے ان کی بولنا شروع کر دی ہے، عقل و دماغ اللہ نے تمہیں بھی دیا ہے، ذرا بتاؤ کون سا سیاسی مقصد تھا؟ جس کے لئے یہ تحریک چلائی گئی تھی؟ مجھے ذرا بتاؤ تو سہی؟ میرے سوال کا جواب دو! سیاسی تجزیہ کر کے بتاؤ کہ کیا اغراض تھیں؟ جانتے بھی ہو کہ سیاست کیا ہوتی ہے؟ ہاں! میں جانتا ہوں، اگرچہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں، میں تو شروع سے ملاں ہوں، مسجد میں بیٹھتا ہوں، باہر پنڈالوں، میدانوں اور باغوں با غچوں میں جو جلے کرتے ہیں، میری طبیعت وہاں نہیں چلتی، مسجد میں چلتی ہے، ملاں ہوں، خاص خدا کے گھر میں بیٹھ کر مجھے بات کرنا آتی ہے، لیکن الحمد للہ! تم سے سیاست زیادہ جانتا ہوں، تمہیں یہی معلوم نہیں کہ سیاست کس چیز کا نام ہے؟ تم نے ذاتی مفادات اور اغراض و مقاصد کے حصول کا نام سیاست رکھ لیا ہے، یہ سیاست نہیں ہے، یہ قوم کو دھوکا دینا ہے، تم قوم کو کھلوانا بناتے

ہو، اس سے کھلیتے ہو، تم نے قوم کو بازیچہ اطفال اور فٹ بال بنایا ہوا ہے، کیا اس کا نام سیاست ہے...؟

میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یجاهدون فی سبیل اللہ" وہ جہاد کریں گے اللہ کے راستے میں: "ولَا يخافون لومة لائم" اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے، چاہے جاوید اقبال ہو یا کوئی اور، شوکت حیات ہو یا دولت آنہ، ناظم الدین ہو یا آج کا صدر محمد الحق خان، وزیر اعظم نواز شریف ہو یا بے نظیر، امریکہ بہادر ہو یا ملکہ برطانیہ، الحمد للہ! ہمیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں ہے، صرف ایک ذات پر نگاہ ہے، اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات! صرف اور صرف یہی غرض ہے کہ وہ راضی ہو جائے اور بس! مسجد اور خاتہ خدا میں بیٹھا ہوں اور حلقاً کہتا ہوں کہ ایک پیسے کا لاٹھ نہیں، اور ایک آدمی کو اپنے ساتھ ملانے کا لاٹھ نہیں، تم نے سمجھا ہی نہیں، تم نے جانا ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کیسے ہوتے ہیں؟ ارے تم نے اللہ کے بندے دیکھے ہی نہیں:

گل کو ناز ہے اپنی نزاکت پر چمن میں اے ذوق

اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے!

تم نے آدمی دیکھے ہی نہیں، تمہیں معلوم ہی نہیں کہ آدمی کون ہوتے ہیں؟ تم نے تو اس بھیڑ کو جو بازاروں میں پھر رہی ہے اور یہ جو اسے ملیوں میں بیٹھتی ہے، جو امریکہ اور برطانیہ کے طواف کرتی ہے، اس بھیڑ کو انسان سمجھ لیا ہے۔ میرے بھائی! یہ آدمی نہیں ہیں، یہ آدمیوں کی شکلیں ہیں بلکہ گستاخی معاف! یہ بھیڑیے ہیں جو انسانوں کے لباس میں ہیں۔

تم نے آدمی نہیں دیکھے، کبھی آؤ اور آ کر آدمیوں کے پاس بیٹھو، لیکن تمہیں اپنی انا چھوڑ کر مسجد کی چٹائی پر آنا ہوگا، چٹائی پر بیٹھنا ہوگا، پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ آدمی کون ہیں؟ اور سکون قلب کی دولت کس کے پاس سے ملتی ہے؟

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نبیس ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
جل سکتی ہے شمعِ کشۂ کو موچ نفس ان کی
الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
خیر بات دوسری طرف چلی گئی، میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے، مگر تم کہتے ہو: ”کارِ ملا فی سبیلِ اللہ فساد!“

جہاد کی فسمیں:

یاد رکھو! جہاد تین قسم کا ہوتا ہے:

اول:... مال کے ساتھ جہاد ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ”وَجَاهُدُوا
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسَكُمْ فِي سَبِيلِ اللہِ۔“ قرآن کریم میں بار بار آتا ہے کہ مال کے
ساتھ جہاد ہوتا ہے اور صحابہ کرام نے مالی قربانیوں کے ایسے ریکارڈ قائم کئے اور
ایسی مثالیں پیش کیں کہ کوئی ان کو نہیں دھرا سکتا، میں یہاں ان تفصیلات کو ذکر نہیں
کرتا چاہتا۔

دوم:... زبان و قلم سے جہاد ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے:

”يوزن يوم القيمة مداد العلماء بدم

الشهداء!“ (احیٰ العلوم ج: ۱، ص: ۶، طبع بیروت)

ترجمہ:... ”قيامت کے دن علماء کے قلم کی سیاہی شہدا
کے خون سے توں جائے گی۔“

یعنی علماء کے قلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے توں جائے گی، باطل کے
 مقابلہ میں قلم اور زبان کے ساتھ جہاد کرنا اور کبھی باطل کے ساتھ مصالحت نہ کرنا۔

سوم:... تیسرا درجہ یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو بارگاہِ الٰہی میں نذر آنہ سرپیش کر دینا اور جان کی قربانی پیش کر دینا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ کے بندے تینوں قسم کے جہاد کے لئے تیار ہیں، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگرچہ انہیں کوئی: سر پھرا کہے، کوئی نہ بھی جزوئی کہے، اور کوئی: سیاسی اغراض و مقاصد کا طعنہ دے، کوئی کچھ کہے، کوئی کچھ کہے، بلکہ جس کے منہ میں جو آئے کہے، مگر وہ: ”وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَا إِيمَنٍ“ کے مصدق اکسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، اور یہ ان کا کمال نہیں بلکہ: ”ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ“ یہ اللہ کا افضل ہے دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں۔ ہاں! یہ ہر ایک کو نہیں ملتا، یہ دولتِ عظیمی ہر ایک کو تھوڑی دیتے ہیں؟ ”وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلَيْهِمْ.“ اللہ بڑی وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے سب سے پہلے مصدق ابوبکر صدیقؓ اور ان کی جماعت کے حضرات تھے، اس لئے کہ جب پورے عرب میں ارتاداد کی آگ پھیل گئی تھی اور گیارہ قسم کے قبائل مرتد ہو گئے تھے تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فراست اور حضرت خالدؓ کی تکوار کے ذریعہ اس ارتاداد کا قلع قلع کیا گیا، دو سال بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملتے ہیں اور ان کی بارگاہ میں سلام کرتے ہیں، تو گویا دو سال کے بعد غلام اپنے آقا کی خدمت میں اس طرح سرخرو ہو کر حاضر ہوتا ہے کہ پورا عرب دوبارہ اسلام کے زیر نگرانی تھا اور صدیقؓ فوجیں فارس اور روم کا مقابلہ کر رہی تھیں۔

خلاصہ یہ کہ آپؐ ہی پہلے مصدق تھے اور وہ چھ کی چھ صفات اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذات میں جمع کر دی تھیں۔

اس کے بعد بھی مختلف زمانوں میں ارتاداد کے قتنے ظاہر ہوتے رہے، اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدے اور پیش گوئی کے مطابق ان مرتدین کے مقابلے میں بھی

ایک ایک قوم کو لاتا رہا، مگر ان سب کے پہلے قائد، پیشو اور امام حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے، بعد میں آنے والے سب کے سب ان کے پیچھے نیت پاندھ کر کے کھڑے نظر آتے ہیں۔

اس دور میں اس آیت کا مصدق:

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جلسہ تھا اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر تھی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے یہی آیت کریمہ پڑھی اور بھرے جلے میں اعلان کیا کہ: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آج اس آیت کا مصدق عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی جماعت ہے...!“

اس سلسلے میں مجھے مزید کچھ باتیں کہنا تھیں لیکن چونکہ وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے، اس لئے صرف ایک بات کہہ کر اپنی معروضات ختم کرتا ہوں، تفصیلات ہمارے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب اور دوسرے احباب آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

زندگی کے دو میدان:

ایک بات کہنا چاہتا ہوں توجہ سے سنو! وہ یہ کہ زندگی مگر دو میدان ہیں، یا یوں کہو کہ آدمی اپنی زندگی میں جو محنت کرتا ہے، اس کے دو میدان ہیں۔

اول: ... دنیا میں دنیا کے لئے محنت کرنا، مثلاً: کسی کی پچاس، سانچھ سال کی عمر تھی یا جتنی بھی مقدرت تھی، وہ اس پوری کی پوری عمر میں دنیا کے لئے محنت کرتا رہا، لیکن جب وہ اس دنیا سے گیا تو سب کچھ یہاں چھوڑ گیا، اور خود خالی ہاتھ چلا گیا، ملاز میں حاصل کیں، بڑے بڑے عہدے حاصل کئے، اونچے اونچے منصب حاصل کئے، اور اونچی اونچی پروازیں کیں، لیکن جاتے ہوئے کوئی چیز بھی ساتھ نہیں گئی، یہ ہے دنیا کی محنت دنیا کے لئے، جس کو قرآن کریم نے خسارہ کی محنت اور گھاٹے کا عمل

قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”قُلْ هَلْ أَنْتُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا“ (میں تمھیں بتاؤں کہ سب سے زیادہ خسارے کے عمل والے کون سے ہیں؟ ”الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا“، وہ لوگ جن کی ساری محنت دنیا میں برباد ہو گئی اور وہ شریف آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔ تو زندگی کا ایک رُخ تو یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں دنیا کے لئے محنت کی جائے، چونکہ یہ نفق ہے اور ادھار نہیں ہے، اور چونکہ یہ آنکھوں سے نظر آنے والی ہے کوئی غیب کی چیز نہیں، اس لئے میں اور آپ بلکہ ساری دنیا کا رُخ اس طرف ہے، اس لئے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

دوم: ... دوسری محنت اور محنت کا میدان یہ ہے کہ دنیا میں آخرت کے لئے محنت کی جائے، پھر آخرت میں بہت سی چیزوں ہیں، لیکن سب سے بڑی چیز یہی ہے کہ: ”يُحَجُّهُمْ وَيُرْجِحُونَة“ کا اعزاز ا حاصل ہو جائے، یعنی اللہ راضی ہو جائے اور ہم اللہ سے راضی ہو جائیں، جیسا کہ صحابہ کرامؐ کے بارہ میں فرمایا: ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“ اللہ ان سے راضی، اور وہ اللہ سے راضی، محنت کے لئے اللہ نے بہت سے راستے رکھے ہیں، یعنی دنیا کی محنت کے لئے بہت سے راستے ہیں، مثلاً: محنت کا راستہ تجارت بھی ہے، تعلیم بھی ہے، اور فلاں اور فلاں بھی ہے، حد تو یہ ہے کہ ہیر و ن کی خرید و فروخت بھی ایک راستہ ہے، چاہے کچڑے ہی کیوں نہ جائیں۔

اسی طرح آخرت کی محنت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سے شعبے رکھے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں اور میری بات کو یاد رکھو، دین کے جس شعبے میں جو آدمی کام کر رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لشکر کا سپاہی ہے اور قابلٰ احترام ہے۔ یہ معمولی سپاہی اور کاشیبل جو سرکاری وردی میں ہوتا ہے، اگر کوئی اس کی یا اس کی وردی کی تو چین کرے، اس وردی کی تو چین کرنے والا سرکاری مجرم کہلاتے گا۔ اس لئے جتنے بھی اہل ایمان ہیں اور دین کے کسی بھی شعبے میں کام کر رہے ہوں ان کو لا اقت احترام سمجھو۔ یہ بات دوسری ہے کہ جس طرح تجارت کے بعض شعبے زیادہ نفع بخش ہوتے ہیں اور بعض کم،

اسی طرح ان کے بعض شعبے بعض سے اہم ہوتے ہیں اور بعض میں دوسرے کی نسبت منفعت زیادہ ہوتی ہے۔

قادیانیوں سے مقابلہ کا اجر و ثواب:

قادیانیوں سے مقابلہ کرنا، قرآن کریم کی اس آیت کی رو سے ان چھ انعامات کے طلنے کی سند اور ضمانت ہے، جو شخص چاہے وہ سرکاری افسر ہو یا عام آدمی، تاجر ہو یا مزدور، وکیل ہو یا نجی، ملکی مولوی ہو یا مسٹر، غرض جو شخص بھی یہ چاہے کہ وہ اس آیت کا مصدقہ بن جائے یا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی معیت اور ان کی اقدامیں اس آیت شریفہ کی بشارت کا مستحق بن جائے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس زمانے میں غلام احمد قادری کی جھوٹی نبوت اور اس کی ذریت خبیثہ کا مقابلہ کرے، مقابلے کی کیا کیا شکلیں ہیں؟ اب میں ان شکلوں کو بھی پیش کرتا، مگر افسوس کہ وقت ختم ہو گیا ہے، اس لئے میں انہی الفاظ پر ختم کرتا ہوں اور ان چیزوں کو اپنے دوستوں پر چھوڑتا ہوں!

وَمَا عَلِمْنَا لِلَّهِ الْبَلَاغُ

(بیکریہ ماہنامہ لولاک ملکان)

عقیدہ ختم نبوت کا منکر

ملعون و مردود ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام) على خاتم النبیین (ص) ما بعد ا

سب سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اور ہمارے حضرت امیر دامت برکاتہم کی طرف سے میں آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، شکریہ تو ایک رسمی چیز ہے اور عموماً لوگ کیا ہی کرتے ہیں، مگر میرے شکریہ کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی نسبت سے حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں یہاں جمع ہونے کا موقع بخشنا اور توفیق عطا فرمائی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس پاک ذات کی برکت سے ہمیں اپنے فضل و کرم سے جنت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں جمع فرمائے۔ آپ سب حضرات کہئے: آمین! اور ان شا اللہ قبول ہو جائے تو میری اور آپ کی نجات کے لئے اتنا کافی ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مسلمانوں کے جلے کا اجتماع ہوا تھا اور فلاں اور فلاں اسی نسبت سے اس میں شریک ہوئے تھے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع ہوئے، حدیث توبی ہے، مگر یہاں میں صرف اس کا ایک جملہ نقل کرنا چاہتا ہوں کہ: حق تعالیٰ شانہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ: میں نے ان سب کی بخشش کر دی! فرشتوں

نے عرض کیا: یا اللہ! ایک بندہ چلتے چلتے سر راہ ان میں بیٹھ گیا، وہ تو ان میں سے نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان سب کے ساتھ اس کی بھی بخشش کرو، اس لئے کہ ”اُولِئِکَ قَوْمٌ لَا يَشْفَعُونَ جَلِيلُهُمْ“ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی محروم نہیں رکھا جاسکتا۔

یہ میرے ان اکابر کا قافلہ ہے جنہوں نے مشکل وقت میں ختم نبوت کا جھنڈا بلند کیا ہے، یہ میرے ان بزرگوں کا قافلہ ہے جن کے ہاتھ میں امام اعصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کا جھنڈا دے کر ان کو ”امیر شریعت“ کا خطاب دیا، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کو صرف یہ خطاب ہی نہیں دیا بلکہ انہوں نے خود ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔

میرے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ فرماتے تھے: ”بیعت کرنے والوں میں سے پانچوں آدمی میں تھا۔“

اس بیعت کی محفل میں پانچ سو علمائے کرام موجود تھے، پانچ سو کے پانچ سو علمائے کرام نے حضرت امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کی، تو یہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا قافلہ ہے۔ اگر چلتے چلتے ہمیں بھی ان کے ساتھ بیٹھنے کی توفیق ہو جائے اور اللہ تعالیٰ حض اپنے فضل و کرم سے ہماری بھی بخشش فرمادیں، تو کیا مफالقة ہے؟

حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے نبی اُنہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی نسبت سے یہاں جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے، اس طرح کیا ہی اچھا ہو کہ حق تعالیٰ شانہ کل قیامت کے دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں بھی پناہ عطا فرمادے! اور انشا اللہ ملے گی! انشا اللہ ملے گی! میرے آقا بہت بارج زکھنے والے ہیں، ہم بہت کمزور ہیں، بہت گناہ گار ہیں، بہت ہی زیادہ پست ہمت ہیں، نہ عقل، نہ خرد، نہ زبان، نہ بیان، کچھ بھی تو پاس نہیں،

صرف اتنا ہے کہ آقا کی امانت ختم نبوت کا جھنڈا انٹھائے پھر رہے ہیں، انشا اللہ محروم نہیں رہو گے، انشا اللہ محروم نہیں رہو گے۔ میرے ایک بزرگ نے یہاں مسلمانوں کے اتحاد کا ذکر کیا تھا، اور اس کی طرف اشارہ کیا تھا، یہ کسی اور جلسے کا موضوع ہے اور اس اجلاس میں افسوس ہے کہ اس موضوع پر تفصیل سے بات نہیں ہو سکتی۔

علماء، انبیاء کے وارث:

لیکن اتنی بات جانتا ہوں اور آپ حضرات کو بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات علمائے کرام کے اختلاف سے زیادہ پریشان نہ ہوا کریں، تم لوگ اس معاملہ میں زیادہ حساس ہو جاتے ہو، اور آپکی مجلسوں میں بیٹھ کر ان علمائے کرام پر تقید کرتے ہو کہ مولوی ایسا کر رہے ہیں، مولوی ایسا کر رہے ہیں، نہ بھائی! نہ! ایسا نہ کرو! تمہیں معلوم ہے کہ یہ علمائے کرام میرے نبی کے وارث ہیں، کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”العلماء ورثة الانبياء!“ (علماء، انبیاء کے وارث ہیں)۔

اس امت کا ظرف:

تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جنگِ جمل میں ایک طرف امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور دوسری طرف ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، دونوں کو ”رضی اللہ عنہم“ کہتے ہیں یا نہیں؟ ان کی تلواریں آپس میں چل رہی ہیں، اور ہم ”رضی اللہ عنہم“ کہہ رہے ہیں۔ اس امت کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا ظرف عطا فرمایا ہے، تم مولویوں کے معمولی سے اختلافات سے گھبرا تے ہو؟ نہ بھائی! نہ!

علماء مقصد پر متعدد ہیں:

الحمد للہ ثم الحمد للہ! میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ علمائے کرام کے درمیان لکتے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں، مگر الحمد للہ! مقصد پر وہ متعدد و متفق ہیں، باقی جس طرح میرے جیسے کمزور آدمی کو یہاں لگتی رہتی ہیں، اسی طرح علمائے کرام

کے طبقے میں بھی کمزوریاں آگئی ہیں، ہمارے ان دوستوں کو، جن لو ”علمائے کرام“ کہتے ہیں، کچھ کچھ امراض لاحق ہو جاتے ہیں، کوئی حرج نہیں، سب کا احترام کرو۔

علماء کے خلاف زبان نہ کھولو:

خبردار! علمائے امت کے خلاف کوئی لفظ تھاری زبان سے نہیں نکلنا چاہئے، تم ان کو نہ دیکھو! ان کی نسبت کو دیکھو! ان کا احترام دین کا احترام ہے، ان کا احترام دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی نسبت کا احترام ہے، اور جس شخص کو یہ احترام نصیب ہو گیا وہ بڑا خوش قسمت ہے، اگر کبھی تھارے دل کا چور تھیں ستائے اور علمائے کرام کی غیبت پر آمادہ کرے تو اسے کہو:

دامن کو ذرا دیکھ! ذرا بند قبا دیکھ!

اپنے دامن پر ذرا نگاہ ڈال لیا کرو، اور سوچا کرو کہ میرے اندر کتنے عیوب ہیں؟ یعنی ذرا اپنا محاسبہ کر لیا کرو۔

اکابر فرماتے ہیں: مبارک ہے وہ آدمی جسے اپنے عیوب پر نظر کرنے، نے دوسرے کے عیوب سے اندھا کر دیا ہو، اس لئے کہ میرے پاس اپنے عیوب اتنے ہیں کہ میں کسی کی کیا برابری کروں؟

قادیانی کلمہ طیبہ سے کیا مراد لیتے ہیں؟

میرے بھائی، میرے عزیز، میرے محبوب لیڈر مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے طارق محمود صاحب نے ہمارے امیر حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ... سب کہو: رحمۃ اللہ علیہ، اللہ ان تمام بزرگوں کی قبروں کو نور سے بھر دے... کے جس منیر کی عدالت کے ایک قصے کا ذکر کیا تھا، میں بھی ان کا ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

قادیانی کہتے ہیں اور کچھ ہمارے پڑھے لکھے بھائی اور کچھ ان پڑھ بھائی

بھی کہتے ہیں، کچھ زیادہ عقل والے اور کچھ کم عقل والے بھی کہتے ہیں کہ قادریانی ”اللہ الا اللہ رسول اللہ“ ہی تو پڑھتے ہیں، یہ کون سی بربی بات ہے؟ کیا نعوذ باللہ گلمہ پڑھنا برا ہے؟ آخر تم لوگ ان کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟

پہلا جواب:

اس کا ایک جواب توسورہ منافقون کی ابتدائی آیات میں قرآن کریم نے دیا تھا، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

”إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشَهَدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ۔“
(المنافقون: ۱)

ترجمہ:...”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق لوگ تو کپی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ واقعی اور قطعی طور پر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں (بات صحیح کہتے ہیں)، لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔“

یعنی بات صحیح کہتے ہیں، لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ پگی بات کہہ کر دنیا کے سب سے بڑے جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ جھوٹے ہیں، بھائی! جھوٹ میں نے بھی کبھی اپنی زندگی میں بولا ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ نے کبھی گواہی نہیں دی کہ محمد یوسف جھوٹا ہے، اور جھوٹ تو کبھی آپ کے منہ سے بھی نکل ہی گیا ہوگا، اور نکل بھی جاتا ہے، کیونکہ بھی منہ سے آخر غلط بات نکل جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کہیں نہیں فرمایا کہ: فلاں آدی جھوٹا ہے، لیکن جب دنیا کا سب سے

سچا قول اور کچی حقیقت جس سے زیادہ کچی دنیا میں کوئی حقیقت نہیں ہے، یعنی کلمہ ”لا إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ منافقوں کے منہ سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ جوش کے ساتھ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ قطعی طور پر جھوٹے ہیں! بات صحیح کہتے ہیں لیکن صدقی دل سے نہیں کہتے، اس لئے جھوٹے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ یہ بات کیوں کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ اپنا کفر چھپانے کے لئے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رہے ہیں، ایک جواب تو اللہ تعالیٰ نے دے دیا کہ جیسے منافقین کا فتمیں کھا کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار غلط ہے، ایسے ہی قادریانیوں کا کلمہ پڑھنا بھی غلط ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب و فراڈ کو آشکارا کرنے کے لئے سورہ منافقین نازل فرمائی، مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ قادریانیوں کا فریب و فراڈ آشکارا کرنے کے لئے ان کا تعاقب کریں اور ان کو کلمہ کا جھوٹا سہارا نہ لینے دیں، کیونکہ قادریانی قطعی طور پر کافر ہونے اور غلام احمد قادریانی کو محمد رسول اللہ مانتے کے باوجود جب تمہارے سامنے آتے ہیں تو کبھی کلمہ ”لا إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ دیواروں پر لگاتے ہیں، کبھی سینوں پر لگاتے ہیں، کبھی کاروں پر لگاتے ہیں، کبھی گاڑیوں پر لگاتے ہیں، تو جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، اور مسلمان ہمیں کلمے سے روکتے ہیں، ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم کسی کو کلمے سے نہیں روکتے، بلکہ قادریانیوں کے سب سے بڑے فراڈ اور سب سے بڑے جھوٹ کو واضح کرنے کے لئے ان کو اس سے روکتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کے بارہ میں قاضی صاحبؒ کا جواب:

ایک اور جواب جو ہمارے قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے دیا تھا، وہ بھی ساعت فرماؤں، ہوا یہ کہ سیالکوٹ کی ایک تحصیل میں کلمہ طیبہ کا مقدمہ تھا، نجقاویانیوں کی حمایت میں قاضی صاحبؒ سے بحث کرنے لگا۔

دیکھو! کھلے عام عدالتوں میں ان مسائل پر بحث ہوئی، خود جہوں نے اپنے اشکالات پیش کئے، گویا قادیانیوں کی دکالت کا سائدہ اپنا کیا، اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا، لیکن اس کے باوجود بھی قادیانی کہتے ہیں کہ ہمیں النصف نہیں ملتا۔ یعنی ان کا خیال ہے کہ لوگ جھوٹ کو حج کیوں نہیں کہتے؟ ہاں! اگر جھوٹ کو حج کہہ دیں تو پھر قادیانیوں کو انصاف مل جائے، لیکن بہر حال ہماری عدالتوں کو یہ کہنا پڑا کہ جھوٹ، جھوٹ ہے، اور حج، حج ہے۔

تو قاضی صاحب[ؒ] نے سمجھایا کہ حج صاحب یہ اسلام کا شعار ہے، کسی قوم کا شعار اپنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، بہت سارے دلائل دیئے، لیکن حج صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا، حج کہنے لگا: قاضی صاحب! یہ متبرک کلمہ ہے، کوئی اگر اس کلمہ کو پڑھتا ہے تو آپ کیوں چڑھتے ہیں؟ حضرت قاضی صاحب[ؒ] نے اپنے ترکش کا آخری تیر پھینکتے ہوئے کہا: حج صاحب! گستاخی کی معافی چاہتے ہوئے گزارش کروں گا کہ اگر میں آپ کی عدالت کے سامنے ایک کرہہ بناؤ کرو اور اس پر آپ کے عہدے "سیشن حج" کی تختی لگا کر بیٹھ کے عدالت کرنے لگوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟ حج نے جواب دیا: کیوں نہیں ہو گا! قاضی صاحب نے کہا: کیوں؟ حج کہنے لگا: اس لئے کہ یہ عہدے اور القاب یعنی سیشن کورٹ، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، سیشن حج، جسٹس وغیرہ یہ خاص عدالتوں اور ایک معیار کے حامل افراد کے لئے مخصوص ہیں، دوسرا کوئی استعمال نہیں کر سکتا! قاضی صاحب[ؒ] کہنے لگے: حج صاحب! محمد اللہ مسلکہ آپ نے خود ہی حل کر دیا ہے، اس لئے کہ اگر سیشن حج آپ کا لقب ہے اور اس کو کوئی دوسرا استعمال نہیں کر سکتا تو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے، اگر آپ کے لقب اور عہدہ کا استعمال تو یہ عدالت ہے اور عدالت کے تقدس کے خلاف ہے، تو کسی کافر کے سینہ پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لگانا اسلام کی تو ہیں ہے اور اسلام کے تقدس کے خلاف ہے۔ حج صاحب کی سمجھ میں بات آگئی اور کہنے لگے: آپ

نے گھنٹہ بھر تقریر کی لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی، لیکن اس مثال سے بات بالکل واضح ہو کر سامنے آگئی۔

دوسرा جواب:

دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے اگر کسی ایک کا شعار دوسرے کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے اور تو اس معمولی ڈاکیہ کا بھی ایک مخصوص شعار، وردی اور لباس ہے، اس کو بھی دوسرا کوئی نہیں پہن سکتا، اگر پہنے گا تو فرماڑی کہلانے گا۔

ایک اور بات کہوں وہ یہ کہ ڈاکیہ سرکاری ملازم ہے، سرکاری ملازم جب وردی میں ہو تو اس کی توہین سرکاری توہین سمجھی جاتی ہے، اگر کسی نے ڈاکیہ کی توہین کی تو یہ اس کی توہین نہیں ہے بلکہ اس کی وردی کی توہین ہے، پرانے زمانہ میں تو اس بیچارے کی تنخواہ بھی سانحہ روپے ہوا کرتی تھی، تو اگر ایک سانحہ روپے تنخواہ کے ملازم کی توہین، حکومت اور سرکار کی توہین کہلاتی ہے تو کسی کافر کے کلمہ اسلام لگانے سے اسلام کی توہین نہیں ہوگی؟ اسی طرح ایک سپاہی کی بھی... خواہ سپاہی پولیس کا ہو یا مسلح افواج کا... ایک خاص وردی ہوتی ہے، اور ان کے مختلف رینک ہوتے ہیں، پھر ہر رینک کے الگ الگ نشانات ہوتے ہیں، اگر فوج کے کسی معمولی افسر کی یا بڑے افسر کی وردی دوسرا کوئی پہن لے تو فرماڑ کے جرم میں پکڑا جائے گا کہ نہیں؟ اور وردی کی حالت میں سرکاری افسر کی توہین، سرکار کی توہین اور بغاوت کہلانے کی کہ نہیں؟

کلمہ طیبہ اسلام کا شعار!

میرے بھائیو! سمجھ لو، لکھے پڑھے بھی سمجھ لیں، آن پڑھ بھی سمجھ لیں، کہ ”لا الہ الا اللہ رسول اللہ“ اسلام کا شعار اور اسلام کا بورڈ ہے، اسلام کا لباس ہے، جو شخص غیر مسلم ہوتے ہوئے اس نام کو استعمال کرے گا، یہ سرکار کی توہین ہے اور اس کو قطعاً اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی، بلکہ اس پر چار سو میں کا مقدمہ بنے گا۔

پھر یہ کلمہ تو میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا پڑھا جاتا ہے، کیونکہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ میں ”محمد رسول اللہ“ سے مراد وہ ذات پاک ہے جن کے جو تے کی نوک سے انسانیت کو ہدایت نصیب ہوئی، (اللہ تعالیٰ کی کروڑوں، کروڑوں رحمتیں اور صلوٰۃ وسلام ان پر ہوں)، لیکن چودھویں صدی کے سب سے بڑے فراڈی، سب سے بڑے جھوٹے اور مسیلمہ کذاب کے بھائی غلام احمد قادریانی نے کہا:

”محمد رسول اللہ والذین معه الخ. اس

وجی میں مجھے نہ سل اللہ کہا گیا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص: ۳)

قادیانیوں کا موجودہ سربراہ مرتضیٰ طاہر ہم سے بہت ناراض ہے اور کہتا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت والے اور ان کے ہم نوا مولوی ہمیں کہیں بھی نکلنے نہیں دیتے، میں نے سنا ہے کہ اس کی تقریر کا ایک تہائی حصہ مولویوں کو گالیاں دینے پر صرف ہوتا ہے، مثلاً: اگر ایک گھنٹہ کی تقریر ہو تو اس میں میں منٹ تک صرف مولویوں کو گالیاں سناتا ہے۔

مرزا نیوں کی صحیح خدمت یہ تھی ...!

مرزا طاہر! تم ہم سے ناراض ہوتے ہو، حالانکہ ہم پر ناراض تو نبی آخر ازمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہونا چاہئے تھا کہ ہم ان کے نالائق امتیوں کے ہوتے ہوئے بھی غلام احمد جیسا دجال اپنے آپ کو ”محمد رسول اللہ“ کہلواتا ہے اور ہم اس کی زبان گدی سے کپڑ کرنیں کھچ لیتے! مرزا طاہر! تیرے باپ کی اور تیرے دادا کی صحیح خدمت یہ تھی کہ وہ زبان کاٹ دی جاتی، جس سے ”محمد رسول اللہ“ کا لفظ غلام احمد کے لئے نکلا تھا، تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم تم پر زیادتی کرتے ہیں، اس موضوع پر میرے دو مستقل رسائل ہیں، ایک ”کلمہ طیبہ کی توبہن“ کے نام سے اور

دوسرा ”قادیانیوں کو دعوتِ اسلام“ کے نام سے ہے۔
تیرا جواب:

ہر تاجر کا ایک صنعتی ”مارک“ ہوتا ہے، اس کو استعمال نہیں کیا جاسکتا، اگر کوئی دوسرا اس کو استعمال کرے گا تو عدالت میں اس کو چیلنج کیا جائے گا، جب فوجی وردی کو، پولیس کی وردی کو اور ہر صنعتی ”مارک“ و مونوگرام کو تحفظ حاصل ہے، تو آخر کیا بات ہے کہ امانتِ مسلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی حفاظت نہیں کر سکتی؟ سنو! مسلمان ہر بات برواشت کر سکتا ہے، لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجیہ برواشت نہیں کر سکتا۔

جب توجیہ کی بات آگئی تو سرراہ ایک اور بات بھی سن لو، وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے، سجان اللہ! ساتوں آسمان ینچہ رہ گئے اور آپ اور پر تشریف لے گئے، چلتے چلتے وہاں تک پہنچے کہ فرشتوں، قدوسیوں اور آسمان والوں کے امام حضرت جبریل علیہ السلام نے کہہ دیا کہ: یا رسول اللہ! اب آگے آپ خود ہی تشریف لے جائیے! میری طرف سے مغذرت! چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس کو ظلم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

گفت سالار بیت المرام
کہ اے حامل وحی بر تر خرام
کہ در دوستی خلصم یافی
عنان رفاقت چرا تافتی
گر یک سر موئے بر تر پرم
فروغ جعلی بسوزد پرم

ترجمہ:...”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے

فرمایا کہ: اے وحی کے لانے والے فرشتے! ذرا اور پر چلو، جب تم نے دوستی میں مجھ کو مغلص کیا ہے تو اب رفاقت کو کیوں چھوڑو؟

رہے ہو؟ چلو نا آگے چلو، انہوں نے کہا: آقا! اگر ایک بال برابر اور جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی میرے پروں کو جلا دے گی۔“ یعنی پھر جریل، جریل نہیں رہے گا، جسم ہو جائے گا۔ یہ تو آپؐ ہی کا حوصلہ ہے کہ آگے چل سکتے ہیں، جریل کا کام یہاں ختم ہو گیا، نور انہوں کی پرواہ ختم، اور میرے آقا سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے جا رہے ہیں۔

معراج کے متعلق قادیانی گستاخی:

مجھے گستاخی کا لفظ نہیں بولنا چاہئے تھا، لیکن میں ”نقلِ کفر، کفر بناشد!“ کے طور پر نقل کرتا ہوں کہ دجال و عین قادیان غلام احمد کہتا ہے: ”معراج پر جانے والا گئنے موت نے والا وجود نہیں تھا۔“ ... استغفار اللہ ثم استغفار اللہ ... کتا بھونکتا ہے، بھلا اس سے کوئی پوچھئے کہ کیا تیری ماں نے کبھی نہیں ہگا موتا تھا؟ کیا تو نے کبھی اپنے ماں کے بارہ میں بھی ایسی بدترین زبان استعمال کی تھی؟ کیا کبھی کسی شریف انسان نے اپنے بڑے کے لئے گئنے موت نے کا لفظ کہا ہے؟ تجھے شرم نہ آئی! اگر تجھے کفر کا اظہار ہی کرنا تھا تو اس گستاخانہ لجھے میں کرنا تھا؟ معراج پر جانے والا... نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ... گئنے موت نے والا وجود نہیں تھا، استغفار اللہ، نقلِ کفر، کفر بناشد!

ہماری نئی نسل اور ختم نبوت کا معنی:

ہمارے ڈاکٹر سلمان صاحب نے ختم نبوت کے معنی بیان کئے ہیں، اچھا کیا۔ ہمارے باوا صاحب ایک دن مجھے کہنے لگے کہ: ختم نبوت پر ایک رسالہ لکھو! میں نے کہا: اس کا کیا کرو گے؟ کہنے لگے کہ: نئی نسل نہیں جانتی کہ ختم نبوت کیا چیز ہے؟ اللہ اکبر! میرے بھائیو! کیا واقعی ہمارے پچھے اب یہ بھی نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا چیز ہے؟ میرے بھائیو! ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپؐ کے آنے سے نبوت پر مہر لگ گئی ہے، اب کوئی نیا نبی نہیں

آئے گا، خَاتَمُ النَّبِيِّينَ زبر کے ساتھ ہو یا خَاتَمُ النَّبِيِّینَ زیر کے ساتھ ہو، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، آخری نبی یعنی اللہ تعالیٰ کے بیان اور علمِ الہی میں نبیوں کی ایک فہرست بنائی گئی تھی، ان میں اول نمبر پر تھے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نمبر پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

امام العصرِ مولانا محمد انور شاہ کشیری قدس سرہ و نور اللہ مرقدہ کی کتاب ہے ”خاتم النبیین“، جس کا میں نے حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف نوری رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے ترجمہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان اور عجیب اتفاق ہے کہ جس دن وہ اصل فارسی رسالہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر آیا تو اس دن حضرت شاہ صاحب سفر آخرت پر روانہ ہوئے، اور جس دن اس کا اردو ترجمہ طبع ہو کر منصہ شہود پر آیا تو میرے شیخ حضرت نوری نور اللہ مرقدہ دارِ بقا کے لئے ہم سے رخصت ہوئے۔

تو امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ اپنے اس رسالہ میں ”خاتم النبیین“ کا معنی سمجھاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

ایک عجیب مثال:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدر جلسہ کی حیثیت سے لایا گیا ہے کہ ساری تمہید پہلے ہوا کرتی ہے، اور صدر جلسہ کی آمد کے بعد جلسہ کا اختتام ہو جاتا ہے، اور مقصد ختم ہو جانے کے بعد سوائے کوچ کا نقارہ بجانے کے اور کوئی کام باقی نہیں رہ جاتا، ورنہ لازم آئے گا کہ مقصد ابھی تک پورا نہیں ہوا۔“ (ترجمہ خاتم النبیین ص: ۱۷۰)

گویا یہ دنیا ایک جلسہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک جلسہ بلا یا تھا، اور باری باری مقرر آتے رہے، اپنی تقریبیں کرتے رہے، آخر میں صدر جلسہ تشریف لائے اور

انہوں نے خطبہ صدارت پڑھا اور جلسہ ختم ہو گیا۔ میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کی پوری بارات کے دو لہا تھے، اس کائنات کے جلسے کے صدر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، خطبہ صدارت ارشاد فرمائے تشریف لے گئے، اس کے بعد کسی اور مقرر نہ نہیں آنا بلکہ اب قیامت ہی نے آتا ہے، اب صرف اکھاڑ پچھاڑ کی دیر ہے۔

ایک شبہ:

تم اعتراض کرو گے کہ ہم تو ابھی تک زندہ ہیں اور کائنات کے جلسہ میں لوگ مزید آرہے ہیں، یعنی انسان پیدا ہو رہے ہیں تو جلسہ کیونکر ختم ہوا؟

جواب:

نہیں بھائی! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف بری سے ہی لوگ چنان شروع ہو گئے، آخر اتنا برا جلسہ ہے، اس کو اکھاڑنے پچھاڑنے میں بھی تو کچھ دیر گئے گی؟

حضرت نافتوگی کے متعلق حضرت گولڑویؒ کا ارشاد:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کسی فرد بشر کے سر پر تاجِ نبوت نہیں رکھا جائے گا، اور یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ہمارے شیخ المشائخ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نافتوگی بانی دارالعلوم دیوبند... سب کھو رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے....

مجھے حضرت نافتوگی قدس سرہ کے نام پر ایک بات یاد آگئی، ہمارے مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ارکان میں سے تھے اور جماعت کے زوج روائی اور آخر میں امیر تھے، ایک عرصہ تک جماعت کے ناظم رہے، انہوں نے سنایا تھا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف والے... سب کھو: رحمۃ اللہ علیہ... کی خدمت میں کسی نے عرض کیا: مولوی قاسم کے بارے میں کیا رائے ہے؟

حضرتؐ نے ارشاد فرمایا: شاید تم حضرت مولانا محمد قاسم نانو تویؒ کے بارے میں پوچھتے ہو؟ کہنے والے نے کہا تھا: ”مولوی قاسم کے بارے میں کیا رائے ہے؟“ جس پر حضرتؐ نے مندرجہ بالا القاب کے ساتھ استفسار فرمایا، اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: ”وہ حضرت حق کی صفتِ علم کا مظہر اتم تھے!“ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کا اس دنیا میں کامل نمونہ تھے۔ آج کون ہے مولانا محمد قاسم نانو تویؒ جمیع الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرنے والا؟ میں خلافاً کہتا ہوں کہ آج کے دور کے علمائے کرام میں سے کوئی بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اردو کتاب کی دوستروں کا ترجمہ نہیں کر سکتا۔

”آبِ حیات“ کے مطالعہ کا شوق اور ...:

مجھے بھی ایک دفعہ شوق چرا یا تھا، جوانی کا عالم تھا، دماغ خوب کام کرتا تھا، طبیعت تیز تھی، میں نے سوچا کہ یہ کتاب ”آبِ حیات“ کیوں سمجھ میں نہیں آتی؟ ہم نے ”قاضی مبارک“ حل کیا، ہم نے ”حمد اللہ“ حل کیا، ”اقلیدس“ حل کیا، ”شرح چشمی“ حل کی، کون سی کتاب ہے جو ہمارے سامنے اٹک جائے اور جس میں ہم نے اڈل نمبر نہ لیا ہو؟ الحمد للہ! یہ میرے تعلیمی زمانہ کا ریکارڈ رہا ہے۔ آپؐ کی اردو کی کتاب ہے ”آبِ حیات“، جس کا موضوع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ناسوتی دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی زندہ ہیں، سب کہو: زندہ ہیں! کہو: زندہ ہیں! علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ آپؐ زندہ ہیں! میں نے سوچا کہ ”آبِ حیات“ ایک اردو کی کتاب ہے، کیوں نہیں سمجھوں گا؟ میں نے کتاب خریدی اور پڑھنا شروع کیا۔

شروع میں حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: میں حج کو گیا وہ قبلوں کی زیارت ہوئی، ایک قبلے کو تو آپؐ بھی جانتے ہیں یعنی بیت اللہ شریف، دوسرے قبلے سے مراد ہیں پیر و مرشد حضرت حاجی احمد اللہ صاحب مہاجر کی نور اللہ برقدۃ، جو ہمارے شیخ الطائفہ، ہمارے پیر ان پیر اور جن کے ہم سب غلام ہیں، اس لئے کہ ہمارا سلسلہ

طریقت ان ہی تک پہنچتا ہے۔

حضرت حاجی صاحب کا کمال:

حضرت حاجی صاحب[ؒ] نے کمال کیا، کوئی قادری تھا، کوئی چشتی تھا، کوئی سہروردی تھا اور کوئی نقشبندی تھا، مگر حضرت[ؒ] نے ان چاروں سلسلوں کو جمع کر دیا تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ الحمد للہ! ہمارے سلسلے میں چاروں سلسلے جمع ہو گئے، چاروں قطب ہماری آنکھوں کا نور ہیں، اور تمام سلسلوں کے اقطاب کا ہم احترام کرتے ہیں۔ پھر حضرت نانو تووی[ؒ] نے نصف صفحہ پر اپنے شیخ و مرشد کے القاب تحریر فرمائے ہیں، اور پھر فرمایا کہ: جب میرے پیر و مرشد نے میری اس تحریر کو دیکھ کر تصدیق کر دی تو مجھے اطمینان ہو گیا۔

بڑوں کی تصدیق کے بغیر اپنی بات قابلِ اعتماد نہیں:

ایک بات خوب ذہن نشین کرلو اور اس کو ہمیشہ یاد رکھو کہ جو بات تمہارے منہ سے نکلے، جب تک بڑوں کی طرف سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے، تمہاری بات لائق اعتماد نہیں، اس لئے خاص طور پر نوجوان علمائے کرام میری بات سن لیں کہ جو بات تمہارے منہ سے نکلے، جب تک اس کے لئے اپنے بڑوں سے سند نہ لاؤ، اس وقت تک تمہاری وہ بات قابلِ اعتماد نہیں، بلکہ مسترد کر دینے کے قابل ہے۔ علم وہی باعث برکت ہے جو اکابر[ؒ] سے چلا آتا ہے، رنگ بھر دینا دوسری بات ہے، شیشہ وہی ہے، نقش و نگار سے مزین کر دینا دوسری بات ہے، لیکن نئی نئی بدعتیں ایجاد کرنا اور نئی نئی باتیں اختراع کرنا، یہ قابلِ قبول نہیں۔ حدیث نبوی[ؐ] ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ کے مصدق وہ مردود ہے۔

ایک فقرہ نہیں سمجھ سکا:

اس کے بعد حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: اب ان باتوں کو چھوڑ دیئے، کام

کی بات سمجھے؟ پھر اس کے بعد کتاب کے موضوع پر بات شروع فرمائی، واللہ العظیم! مسجد میں بیٹھا ہوں، باوضو ہوں، اس کے بعد حضرت نے جو فقرہ تحریر فرمایا، میری عقل میں نہیں آیا، چکرا گیا، اس سے آگے پڑھ ہی نہیں سکا، ہر چند سوچا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ آگے دیکھا، پیچھے دیکھا، سوچتا رہا، جب عقل اور کھوپڑی شریف میں نہیں آیا تو کتاب بند کر دی اور سمجھ لیا کہ ہم جاہل ہیں، عالم کہلانے کے یہ لوگ مستحق ہیں جن کی اردو کا ایک فقرہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

شیخ الہند نے ”آبِ حیات“ اپنے شیخ سے حرف اُرپڑھی:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے مشائخ کے شیخ ہیں اور حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے بلا واسطہ شاگرد ہیں، فرماتے تھے کہ: دو تین بار یہ کتاب حضرت الاستاذ سے حرف اُرپڑھی، اب اس کے بعد کچھ کچھ سمجھ آنے لگی۔ آج تم مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں پر اعتراض کرتے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں وہ کون تھے؟ اس وقت میرا یہ موضوع نہیں ہے، ورنہ میں بتاتا کہ وہ کون تھے؟ عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ نے اپنی کتاب ”تحذیر الناس“ ص: ۷ پر ختم نبوت کی وہ عقلی دلیل بیان کی ہے جس کو میں نے اپنی کتاب میں نقل کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن جو پوچھو تو نقل مطابق اصل نہ ہو سکی، ایسی قطعی دلیل بیان کی ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو تو نہیں سکتا۔

مسئلہ ختم نبوت کا ثبوت:

خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ ختم نبوت قرآن مجید کی ایک سو سے زیادہ آیات کریمہ اور دوسو سے زیادہ احادیث طیبہ سے ثابت ہے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ اس پر متفق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور یاد رکھو! جو شخص کہتا

ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی بن سکتا ہے یا بنا ہے یا بنے گا، یا کوئی ہے یا کوئی ہو گا یا ہوا تھا، اس کے جھوٹے اور بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب ”ختم نبوت کامل“ میں کتب سابقہ کے حوالے بھی جمع فرمادیئے ہیں کہ ان سابقہ کتب میں بھی لکھا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور میں نے بتایا کہ عقلِ سلیم کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، ایک طرف اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا نبی، امّتِ مسلمہ، کتب سابقہ اور عقلِ سلیم کا فیصلہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کسی کے سر پر تاج نبوت نہیں دکھا جائے گا، مگر دوسرا طرف قادیانی کہتے ہیں کہ نبوت جاری ہے... نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ!... کیوں بھائی! ختم نبوت کا مسئلہ سمجھ میں آگیا کہ نہیں؟

تحفظِ ختم نبوت کے لئے صدیقِ اکبرؓ کی ضرورت:

میرے استاذ محترم تھے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن سے میں نے ترمذی شریف پڑھی تھی، ان کا ماہنامہ ”الصدیق“ کے نام سے ملتان سے ایک پرچہ نکلا تھا، اس کی لوح پر ایک شعر لکھا ہوتا تھا:

تیز نہ اں بہر زندیق باش

اے مسلمان پیرہ صدیق باش

ہر زندیق کے لئے کامنے والی تکوار بن جاؤ، اے مسلمانو! صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ کے پیرو بن جاؤ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ مناظرے نہیں کئے تھے، مسیلمہ کذاب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور

اس قسم کی کوئی بات اس نے کی تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جا! میں تجھ سے بات نہیں کروں گا، میرا نمائندہ تجھ سے بات کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، لیکن چونکہ اس وقت نبوت کا سورج چڑھا ہوا تھا، اس لئے تاریکی پھیلنے کا کوئی امکان نہیں تھا، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، ادھر یہ برستی کیزے کوڑے نکلنے شروع ہوئے، یعنی مسیلمہ کذاب، طیبہ اسدی اور ایک سجاد نامی عورت تھی وہ بھی نبوت کی مدعا یہ تھی، اسی سجاد نے بعد میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ عقد کر لیا تھا، کسی نے پوچھا کہ: مسیلمہ نے تجھے کیا مہر دیا؟ کہنے لگی: دونمازیں معاف کر دیں! گویا یہ اس کا مہر تھا۔ تو مسیلمہ کذاب کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مناظرہ نہیں کیا، بلکہ سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، شدت کی جگہ ہوئی، بارہ سو صحابہؓ جن میں سات سو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جو حافظ قرآن تھے، جن میں سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ بھی تھے، سب شہید ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی زید بن خطابؓ بھی شہید ہوئے، دوسری طرف مسیلمہ کذاب کے بیشتر ساتھی بھی مسیلمہ کذاب کے ساتھ حدیقتہ المות میں واصل جہنم ہوئے، حدیقتہ الموت کا معنی ہے ”موت کا باغ“، جس جگہ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھیوں سمیت ہلاک ہوا تھا بعد میں اس کا نام ”حدیقتہ الموت“ رکھا گیا۔

ہر مسلمان کا فرض!

میرے بھائیو! ختم نبوت کا سب سے پہلا منگر مسیلمہ کذاب تھا، اور مسیلمہ کذاب کا مقابلہ کرنے والے سب سے پہلے امتی خلیفہؓ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے انہوں نے بارہ سو صحابہ کرامؓ شہید کرائے، جن میں سے سات سو قرآن مجید کے حافظ تھے اور ان میں کے ایک ایک کا

وجود پوری دنیا پر بھاری تھا، گویا حضرت ابو مکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ختم نبوت کی حفاظت نوک تکوار سے کی۔ اس لئے آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کھلوانے والے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ کم سے کم جھوٹے نبی کا مقابلہ زبان سے تو کرے، میں تمہیں ایک فارمولہ دینا چاہتا ہوں، لیکن تم پہلے یہ بتاؤ کہ اس پر عمل کرو گے؟ (بی ہاں! انشا اللہ ضرور کریں گے!)۔

عالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت والے سال میں ایک مرتبہ برمنگھم میں کانفرنس کر لیتے ہیں، تم نے بھی ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگادیئے، اور سمجھ لیا کہ ختم نبوت کا کام ہو گیا، بھائی! ہمارے اس طرزِ عمل پر شاید قادیانی بھی بنتے ہوں گے کہ ختم نبوت کا ایک نعرہ لگا کر چلے جاتے ہیں اور پھر سال بھر خاموشی رہتی ہے، اور حقیقت بھی بھی ہے کہ ایک سال کے بعد پھر یہ اکابر علمائے امت تشریف لا میں گے اور آپ کو متوج کریں گے اور آپ پھر ایک نعرہ لگادیں گے، کیا ایسا نہیں ہے؟ میں کہتا ہوں اب ایسا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ پورے برطانیہ میں عالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر کھولے جائیں، اور ان پر ختم نبوت کے بورڈ لگنے چاہیں تاکہ قادیانیوں کو بخار چڑھے، اس سال کا ہدف پورے برطانیہ میں پچاس دفاتر کا قیام ہے، کیا اس کے لئے کوشش کرو گے؟ کیا یہ دفاتر قائم کرو گے؟ آئندہ سال... اللہ تعالیٰ زندگی عطا فرمائے... جب میں کانفرنس میں آؤں تو عالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پچاس دفتر ہونے چاہیں، جن پر دفتر عالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت حلقة فلاں کا بورڈ ہونا چاہئے۔

وَأَخْرُجْ وَحْوَلَنَا إِلَهْ الْعَصْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(ہفت روزہ ختم نبوت کراچی جلد: ۱۳، شمارہ: ۵۱ ۲۳۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

قادیانیت کا پوسٹ مارٹم

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نے یہ تقریر
۱۹۸۵ء کو عالمی ختم نبوت کانفرنس لندن میں فرمائی تھی،
جسے مولانا منظور احمد الحسینی مدظلہ کی ترتیب کے بعد ہفت روزہ ختم
نبوت میں شائع کیا گیا۔..... سعید احمد جلال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين علی عبادہ النبی اصلحتنی!

آج میرا ارادہ تھا کہ قادیانیوں کے سلسلے میں چند سوالوں کا جواب دوں،
میں سیاسی آدمی نہیں ہوں، اس لئے مجھے سیاسی باتیں نہیں آتیں، لیکن میرے بھائی
عبد الرحمن یعقوب باڈا صاحب عنہ جن باتوں کی طرف اشارات کئے ہیں، میں پہلے
ان میں سے صرف دو کی مختصری تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد اپنا مضمون
عرض کروں گا۔

قادیانیوں کا انگریزی اقتدار کی حفاظت و حمایت کا راز!

پہلی بات تو یہ ہے کہ قادیانیوں کا سربراہ مرزا محمود احمد، تقسیم سے پہلے نہ
کا انگریز کا ساتھی تھا، نہ مسلم لیگ کا، کسی نے اس سے پوچھا کہ: ہونا کیا چاہئے؟ اس
کے جواب میں اس نے جو کچھ کہا، بحوالہ روزنامہ "الفضل" ملاحظہ ہو:

”ایک صاحب نے عرض کیا کہ: بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ اگر یزوں کی سلطنت کی حفاظت اور ان کی کامیابی کے لئے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادریانی) نے کیوں دعائیں کی تھیں؟ حضور (مرزا محمود احمد قادریانی) بھی ان کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں اور اپنی جماعت کے لوگوں کو جنگ میں مددینے کے لئے بھرتی ہونے کا ارشاد فرماتے ہیں، حالانکہ اگر یزوں مسلمان نہیں۔ اس کے جواب میں حضور (مرزا محمود احمد) نے جو ارشاد فرمایا، اس کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔ فرمایا: اس سوال کا جواب قرآن کریم میں موجود ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو نظارے دکھائے گئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک گری ہوتی دیوار بنادی گئی جس کی وجہ بعد میں یہ بیان کی گئی کہ اس کے نیچے خزانہ تھا جس کے مالک چھوٹے بچے تھے، دیوار اس لئے بنادی گئی کہ ان لڑکوں کے بڑا ہونے تک خزانہ کسی اور کے ہاتھ میں نہ لگے اور ان کے لئے محفوظ رہے۔ دراصل حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادریانی کی جماعت کے متعلق پیشگوئی ہے، جب تک جماعت احمد یہ نظام حکومت سنjalنے کے قابل نہیں ہوتی، اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار کو قائم رکھا جائے تاکہ یہ نظام کسی ایسی طاقت (مسلمان ہی مراد ہو سکتے ہیں) کے قبضے میں نہ چلا جائے، جو احمدیت کے مفادات کے لئے زیادہ مضر اور نقصان رسان ہو۔ جب جماعت میں قابلیت پیدا ہو جائے گی اس وقت نظام اس کے ہاتھ میں آجائے گا۔ یہ وجہ ہے اگر یزوں کی حکومت کے لئے دعا کرنے اور ان کو فتح

حاصل کرنے میں مدد دینے کی۔“

(روزنامہ الفضل قادیان ۳ جنوری ۱۹۳۵ء)

یہ وہی بات ہے جس کو بدنام زمانہ نجح جمش منیر نے اپنی رپورٹ میں یوں

لکھا تھا کہ:

”احمد یوں کی بعض تحریروں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ

انگریزوں کا جانشین بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔“

اکھنڈ بھارت کا خواب:

وہ تو خدا جانے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت جو مرزا محمود کو معلوم ہوئی تھی کدھر چلی گئی؟ فضا کا رنگ بدل گیا اور ملک کی تقسیم کے آثار پیدا ہونے لگے، تو مرزا محمود نے پھر اعلان کیا اور ”الہامی اعلان“ کیا، اپنا ایک خواب ذکر کیا اور کہا کہ مجھے یہ روایا ہوا ہے، چنانچہ اپنے اس روایا کی خود تشریح کرتے ہوئے کہا:

”اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکھار کھانا ہے، لیکن

قوموں کی مخالفت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے،

یہ اور بات ہے کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی

سے نہیں بلکہ مجبوری سے، اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی

طرح جلد متحد ہو جائیں۔“ (الفضل ۷ ارمنی ۱۹۳۷ء)

یہ ان کا ”الہامی“ عقیدہ تھا، اس ضمن میں یہ اس بات کی بھی کوشش کرتے رہے کہ کم از کم اور نہیں تو قادیان کو ایک آزاد اسٹیٹ بنادیا جائے، اور وہ ایک آزاد ریاست ہو، کم از کم اتنا ہی خطہ کا اقتدار ان کو مل جائے، وہ کہتے تھے کہ ہمیں اس سے زیادہ نہیں چاہئے۔

افسوں کے یہ بھی نہ ہوا، بالآخر مرزا محمود کو ہاں سے آنا پڑا اور بتانے والے

باتاتے ہیں اور صحیح بتاتے ہیں کہ مرزا محمود عورتوں کا برقع پہن کر قادیان سے نکلا، جیسا کہ اس کا پیٹا مرزا طاہر ربوہ سے راتوں کو چھپ کر نکلا اور فوراً لندن بھاگ گیا۔ یہاں لا ہو رہا آکر پہلے اس نے ہندوؤں کی دو بڑی بلڈنگوں پر قبضہ جمایا، ڈیڑھ دو سال تک قادیانی وہاں رہے اور پھر وہاں سے آکر ربوہ نامی ایک مستقل شہر آباد کیا اور وہاں رہے۔

مرزا محمود کی وصیت:

مجھے کہنا یہ ہے کہ مرزا محمود جب مرا تو اس کی قبر پر یہ کتبہ لکھا گیا اور یہ وصیت لکھی گئی کہ جماعت احمدیہ کو وصیت کرتا ہوں کہ جب کبھی قادیان جانا ہو تو میری لاش کو قادیان لے جائیں، قادیان میں دفن کریں، مجھے بھی وہیں دفن کریں اور ان کی ماں کو بھی۔

کشمیر کی جنگ اور قادیانی سازش:

یہ جو سرکاری راز ہوتے ہیں، بعد میں وہ آؤٹ بھی ہو جاتے ہیں، اور بعد از وقت کی جو بات ہوتی ہے وہ کوئی ایسی بات نہیں ہوتی، چنانچہ یہ بھی ایک سرکاری راز ہے کہ یہ جو کشمیر کی جنگ ہوئی، یہ محاذ بھی ان قادیانیوں نے حکام کے علی الرغم کھولا تھا، مقصود یہ تھا کہ کسی طرح وہ قادیان تک پہنچ جائیں اور قادیان تک پہنچ کر پھر کوئی گھپلا کر لیں، چنانچہ سیالکوٹ کے محاذ پر فرقان بٹالین لگی رہی، اس طرح کشمیر کے محاذ پر بھی یہ لگے رہے۔

قصور اپنا نکل آیا!

ایک تو مجھے اس بات کی وضاحت کرنی تھی کہ ان کو باول خواستہ پاکستان میں آتا چڑا ہے، مگر افسوس کہ بد نام کرتے ہیں ”احراری“ ملاؤں کو، اور آج تک کہتے چڑے آئے ہیں کہ یہ کانگریسی احراری ملاؤ پاکستان کے خلاف تھے، لیکن کبھی کسی عالم یا

مولوی نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ اللہ کی مشیت یہ چاہتی ہے کہ ہندوستان کو متحد رہنا چاہئے، پاکستان نہیں بننا چاہئے، کیونکہ اللہ کی مشیت یہ چاہتی ہے۔ کیوں بھائی! کوئی بتلائے کہ کسی عالم نے یہ کہا تھا؟

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کچھ علماء ایسے تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے حق میں بہتر یہ ہے کہ تمام مسلمان متعدد ہیں، اور کچھ حضرات کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں کا حصہ الگ مل جانا چاہئے، یہ ایک سیاسی نظریہ تھا۔ لیکن جب پاکستان بن گیا تو اسے مسجد کا درجہ دیتے ہوئے تن، من، دھن سے اس کی حفاظت میں لگ گئے، آپ نے کسی نہ کی یہ وصیت نہ سنی ہوگی جس نے کہا ہو کہ میری لاش کو ہندوستان لے جانا!

قادیانی، پاکستان کے وجود کے مخالف!

کہتا مجھے یہ ہے کہ قادیانی الہای طور پر پاکستان کی پیدائش کے بھی مخالف اور پاکستان کے وجود کے بھی مخالف ہیں، اس لئے کہ ان کو معلوم ہے کہ پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہے، اور اسلامی سلطنت میں قادیانیوں کو جتنا خطرہ ہو سکتا ہے، اتنا غیر اسلامی یا سیکولر سلطنت میں نہیں ہو سکتا۔

عبدالسلام قادیانی کی پاکستان دشمنی اور....:

ایک تو مجھے اس بات کی وضاحت کرنی تھی، دوسری مجھے اس بات کی وضاحت کرنی تھی کہ ڈاکٹر عبدالسلام طبیعتیات کا ماہر ہے، یہودیوں نے اس کو انعام دیا، انعام دے کر اسے ساری دنیا میں اچھala، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کی وہی اسمبلی، جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا، اس اسمبلی میں عبدالسلام قادیانی کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی، یعنی اس کو انعام دینے کے لئے تقریب منعقد کی گئی، صدر مملکت خود تشریف فرماتھے، ان کے سر پر کھڑے ہو کر عبدالسلام قادیانی نے کہا: ”میں پہلا مسلمان ہوں جس کو یہ انعام ملا ہے!“

گویا اس نوبل پرائز کے ذریعہ اس نے ہمارے صدر کو سامنے بٹھا کر اسلام کی سند حاصل کی، اور اس اسمبلی میں، جس اسمبلی نے اس کو غیر مسلم قرار دیا تھا، حالانکہ یہ وہی ڈاکٹر عبدالسلام تھا کہ جب ۱۹۷۳ء میں اسمبلی نے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دیا تو اس نے اپنی پاکستان کی شہریت منسوخ کر دی تھی اور کہا تھا کہ: میں اس ملک میں نہیں آؤں گا جو احمدیوں کو غیر مسلم کہتا ہے۔ اور پھر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، دوسرے اسلامی ممالک کے دورے بھی اس سے کروائے گئے اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچ کہ مسلمان ممالک کا شیکنا لو جی اور سائنس کا جو ادارہ بنایا گیا، یعنی تمام مسلمانوں کا متحده سائنسی ادارہ، اس ادارے کا سربراہ بھی عبدالسلام قادیانی کو بنایا گیا، اور پانچ ارب ڈالر اس کے پرداز کئے گئے۔

میرا اپنے ملک کے صدِ محترم، وزیرِ عظم اور اس طرح دوسرے اسلامی ممالک جتنے بھی ہیں... اللہ کا فضل ہے، بہت سے اسلامی ممالک ہیں... ان کے تمام چھوٹوں بڑوں سے یہ سوال ہے، اور میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ "اسلامی سائنس فاؤنڈیشن" کون سی ہو گی جس کا سربراہ قادیانی ہو؟ وہ کیسی "اسلامی" ہے؟

سقوط بغداد پر قادیان میں چراغاں:

یہ وہی قادیانی ہیں، جب بغداد پر انگریزوں نے قبضہ کیا، انگریزوں نے تسلط حاصل کیا اور جب اس کا سقوط ہوا تو "الفضل" اخبار نے لکھا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ:

"انگریز میری تکوار ہیں، اپنے مہدی کی تکوار کی چک ساری دنیا میں دیکھنا چاہتے ہیں۔"

بغداد کے سقوط پر قادیان میں چراغاں کیا گیا، اسی طرح جس دن قسطنطینیہ میں خلافت کا سقوط ہوا، یعنی خلافت ختم کر دی گئی، تمام عالم اسلام خون کے آنسو روہا

تھا، کیونکہ آل عثمان کی خلافت خواہ جیسی بھی تھی، فرض کرلو وہ نکتے تھے، ان میں سو عیب ہوں گے، لیکن خلافت اسلام کا ایک نشان تھا، کمال اتا ترک کے ذریعہ ان طاغوتی طاقتوں نے آل عثمان کا تختہ اٹانا اور خلافت ختم کر دی، خلافت پر خط تنخ پھیر دیا کہ آئندہ کے لئے خلافت نہیں ہو سکتی۔

تم سب کچھ حاصل کر سکتے ہو، لیکن اسلامی خلافت آج تمہیں نہیں مل سکتی، تو جس دن آل عثمان کا تختہ اٹا گیا اور اسلامی خلافت پر لکیر پھینگی گئی، سارا عالم اسلام خصوصیت کے ساتھ ہندوستان خون کے آنسو رو رہا تھا، لیکن قادیانی اس دن بھی چراغاں کر رہے تھے، بھی کے چراغ جلا رہے تھے، اور قادیانیوں کے آرگن "الفضل" نے اس وقت اداریہ لکھا کہ:

"آل عثمان ملتے ہیں تو ملنے دو، ہم ان کو خلیفہ نہیں سمجھتے، ہمارا بادشاہ جارج چشم ہے اور ہمارے خلیفہ امیر المؤمنین مرزا محمود ہیں۔"

قادیانی مہرے پاکستان کے خیرخواہ نہیں:-

کیا یہ قادیانی اس لائق ہیں کہ ان کو کلیدی عہدوں پر بھایا جائے؟ آج یہاں ہم پاکستانی سفارت خانہ میں گئے، وہاں ان سے ہماری باتیں ہوتی رہیں، ایک بات یہ بھی ہوتی کہ دنیا کا کوئی ملک شامل سعودی عرب اور متحده عرب امارات کے ایسا نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی غنی و حلی قادیانی ہر ادارے میں موجود نہ ہو۔

چنانچہ ہم انڈونیشیا گئے، وہاں کے سفارت خانہ میں پہنچ کیا، وہاں ایک ناپہنچ قادیانی ہے، قادیانی، اگر اپنا چڑا اسی بھی کہیں رکھوادیں تو ان کا کام چلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس پوری ایسپسی کی خبریں اور رپورٹیں قادیانیوں کے مرکز کو پہنچتی ہوں گی۔ مسلمانوں کا کوئی راز قادیانیوں سے راز نہیں رہتا، میں نے وہاں سفارت

خانہ میں کہا کہ: ہم نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کو عقل کب آئے گی؟ قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے بذریعین دشمن ہیں، اور تمام ملکی راز ان کے سامنے ہیں، مگر جب ہم ارباب اقتدار کو قادیانیوں سے ہوشیار رہنے اور ان کو حساس مقامات سے ہٹانے کی بات کرتے ہیں، تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ان کو سمندر میں پھینک دیں؟ سمندر میں نہ پھینکو، ان کا کوئی علاج کرو، ہم کیا کریں، یعنی ہم سے کیوں سوال کرتے ہو؟

قادیانی شبہات کے جواب کی تیاری کرو:

آپ حضرات سے ایک بات تو میں یہ کرنا چاہتا تھا کہ ہر قادیانی کو دو، چار، دس، میں باقی ایسی یاد ہوتی ہیں کہ جب وہ ہمارے کسی مسلمان کے ساتھ بات کرتا ہے تو وہ اس کو مغالطہ میں ڈال دیتا ہے، کیونکہ انہوں نے ہر قادیانی کو ایسی دو چار باقی ضرورتیاں ہوتی ہیں، مثلاً:

اً... ایک یہ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو وہ ٹھی اور پیشاب کہاں کرتے ہیں؟ العیاذ باللہ!

۲:... اجی خدا کو انہیں وہاں آسمان پر لے جانے کیا ضرورت تھی؟ کیا خدا زمین پر اس کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا؟

یہ دو چار ایسی باقی اور عقلی شبہات انہوں نے ہر قادیانی کو رٹائے ہوئے ہیں، ہر مسئلے پر ایسے عقلی شبہات رٹائے ہوئے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی اچھا خاصاً پڑھا لکھا مولوی بھی ان سے گفتگو کرے، تو وہ اُسے چپ کرادیں گے، ان سے وہی بات کر سکتا ہے جو ان کی رگ کو جانتا ہو۔

قادیانیوں سے بات کرنے کے چند عنوانات:

اس کے پیشی نظر میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قادیانیوں کے مقابلے میں آپ میں سے ہر مسلمان کو بھی کم از کم دو چار لکھتے ایسے رٹ لینے چاہیں

کہ اگر کسی قادریانی سے بات کا موقع آئے تو آپ لوگ بھی ان کو چپ کر سکیں، لمبی چوری تقریریں تو شاید آپ کو محفوظ نہ رہیں، لیکن دوچار نکتے تو آپ بھی یاد کر سکتے ہیں۔ ہمارے کسی عالم کے پاس بیٹھ جائیے! اور ان سے درخواست کیجئے! کہ ایک آدھ ٹھر کی ایسی بات بتا دیجئے کہ ادھر پھونک ماریں ادھر قادریانی بھاگ جائے!

قادیانی اُستاذی اور مسلمان طالبات:

ہمارے حضرت مولانا محمد علی جalandhri قدس سرہ و نور اللہ مرقدہ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ شیخوپورہ کے ایک اسکول میں ایک قادریانی اُستاذی آگئی... یہ بھی ایک مستقل موضوع ہے کہ کن کن حکموموں پر، کس کس طرح قادریانی مسلط ہیں... اس اُستاذی کا کام تھا لڑکیوں کو گمراہ کرنا... میرا ایک دفعہ وہاں جانا ہوا تو بچیوں نے مجھ سے شکایت کی کہ قادریانی اُستاذی تبلیغ کرتی رہتی ہے اور ہمیں کچھ پڑھ نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ: میں تمہیں ایک بات بتا دیتا ہوں، تم اپنی اُستاذی جی سے وہ بات پوچھ لینا، تم ان سے یہ پوچھنا کر: ”تمہارا مرزا ”بھانو“ سے پاؤں کیوں دبوایا کرتا تھا؟“ بس اس سے زیادہ نہیں، اب چار پانچ لڑکیاں تیار ہو گئیں، اُستاذی آئی اور بات کرنے لگی تو ایک لڑکی نے کہا: اُستاذی وہ تمہارا مرزا بھانو سے پاؤں کیوں دبواتا تھا؟ دوسرا نے بھی اُستاذی سے بھی بات کی، تیسرا نے بھی بھی بات کہی اور سب نے کہہ دیا: بھانو، بھانو، بھانو۔ تیسرا دن اس نے اسکول چھوڑ کر اپنا تبادلہ کروالیا۔ بھلا وہ برداشت کر سکتی تھی؟

قادیانی نبی سے عورتوں کا لمس و اختلاط جائز ہے:

میں نے حوالہ بتایا تھا کہ کسی قادریانی نے سوال پوچھا کہ: ”حضرت مسیح موعود غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟ کیا ان سے پردہ منع ہے؟“ جواب میں ان کا مفتی فضل دین لکھتا ہے:

”حضرت مسیح موعود نبی مصوص ہیں، ان سے مس اور اخلاق منع نہیں، بلکہ موجب ثواب و برکات ہے۔“

تم ختم نبوت کے دفتر سے اس اخبار کا فوٹو لے لو اور ایک قادیانی کو دکھاؤ، اور کہو کہ پہلے یہ بات بتاؤ، آگے پھر بات کرنا۔ حیات مسیح، وفات مسیح، ختم نبوت جاری ہے یا بند ہے؟ یہ تم نے کیا چکر چلا رکھے ہیں؟ صرف یہ بتاؤ کہ نبی مصوص غیر حرم عورتوں سے تہائی میں ناگلیں دبوایا کرتے ہیں؟ یہ میں نے ایک بات بتائی دوچار ایسے لکھتے یاد کرو۔

وبائی ہیضہ اور قادیانی:

ایک بات قادیانیوں سے یہ کہو کہ کیا کسی شریف آدمی کے مرتے وقت ایسا دیکھا گیا ہے کہ آگے کی طرف سے اور پیچھے کی طرف سے پانچانہ جاری ہو؟ مرتا ”وبائی ہیضہ“ کی موت مرا، ادھر تم نے ”وبائی ہیضہ“ کہا اور ادھر قادیانی بھاگا۔ اس کا حوالہ اور فوٹو ایشیٹ بھی ہمارے ختم نبوت کے دفتر سے لے لو، اور ایک ایک قادیانی کو دکھاؤ۔

مولوی شنا اللہ سے قادیانی مبائلہ کا نتیجہ:

مولوی شنا اللہ امتری سے مرتا نے مبائلہ کیا تھا اور بد دعا کی تھی، اس کا الہما واقع ہے، بہر حال اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرتا نے اپریل ۱۹۰۷ء میں بد دعا کی کہ یا اللہ! مولوی شنا اللہ مجھے دجال، کتاب، مکار، جھوٹا، فرمی وغیرہ یہ، یہ کہتا ہے، یا اللہ! ہمارے درمیان میں سچا فیصلہ فرمادے، اگر میں واقعی تیری طرف سے ہوں تو مولوی شنا اللہ میرے سامنے مرجے، نہ انسانی ہاتھوں نہ بلکہ خدائی عذاب سے، جیسے ہیضہ، طاعون، ایسے عذاب سے مرجے، اور اگر میں جھوٹا ہوں اور مولوی شنا اللہ سچا ہے تو شنا اللہ کے مقابلے میں مجھے موت دے دے اور شنا اللہ کی زندگی میں۔ پھر نتیجہ کیا ہوا؟

اس مہلہ کے ایک سال بعد مرزاوبائی ہیضہ سے مر گیا۔

مرزا قادیانی اپنی بددعا کے نتیجے میں مرا، ایک سکھنج کا فیصلہ:

یہاں درمیان میں ایک لطیفہ سنادوں، وہ یہ کہ جب مرزا مر گیا تو قادیانیوں نے بڑا شور مچایا، مولانا شاہ اللہ صاحبؒ نے لکھنا شروع کیا... مولانا شاہ اللہ اہل حدیث عام تھے، ان کو لوگ فاتح قادیان کہا کرتے تھے، امترسٹر میں رہتے تھے، اور ان کا مرزے کے ساتھ مقابلہ رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

آخر کار اس مسئلے پر گفتگو کے لئے مرزا کے ایک مرید میر قاسم علی نے طے کر لیا کہ لدھیانہ میں ہی اس موضوع پر مولانا شاہ اللہ سے مناظرہ ہوگا کہ مرزا صاحب جو مرے ہیں یہ اپنی بددعا کے نتیجے میں مرے ہیں، یہ اس کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے یا نہیں؟ اتفاق کی بات ہے کہ یہ جگہ بھی لدھیانہ میں آتی ہے، یہ مناظرہ بھی لدھیانہ میں طے ہوا۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ مناظرہ کا فیصلہ کرنے کے لئے نج کس کو بنایا جائے؟ اگر کسی مسلمان کو بناتے ہیں تو وہ مولوی شاہ اللہ کی رعایت کرے گا، اور اگر کسی مرزاؑ کو بناتے ہیں تو وہ ان کی رعایت کرے گا۔ بالآخر یہ بات ٹھہری کہ وہاں لدھیانہ کے ایک سردار صاحب اور خالصہ جی، نج تھے، خود میر قاسم علی نے اس کا نام پیش کیا کہ اس کو منصف بنالیا جائے اور تمیں سوروپے انعام رکھا گیا کہ جو ہار جائے وہ تمیں سوروپیہ جیتنے والے کو دے۔ لدھیانہ میں مولانا شاہ اللہ اور میر قاسم علی کا اس موضوع پر مناظرہ ہوا کہ مرزا نے جو بددعا کی تھی، اس کے مطابق وہ مرا ہے یا نہیں؟ اور وہ مرکر اپنے جھوٹے ہونے پر مهر لگا گیا ہے یا نہیں؟ نج نے مناظرہ سننے کے بعد مولانا شاہ اللہ کے حق میں فیصلہ دے دیا اور تمیں سوروپے جیب میں ڈال کر مولانا امترسٹر آگئے۔

مرزا و بائی ہیضہ سے مرا:

کہنا یہ ہے کہ اپنی اس پیش گوئی اور بدعا کے نتیجے میں مرزا ہیضہ کی موت مرا، اور ہیضہ بھی و بائی ہیضہ، ہمارے پاس اس کا ثبوت بھی موجود ہے، آپ ختم نبوت کے دفتر سے یہ بھی ملگوا ہیں۔ چنانچہ ”حیات ناصر“ نامی کتاب مرزا کے سر (میر ناصر نواب) کی سوانح عمری ہے، اس کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ: میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، دس بجے رات ہیضہ ہوا تھا، دو بجے پہلی بج گئی تو کہتا ہے کہ میں دو بجے غالباً حاضر ہوا تھا، حضرت صاحب نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: میر صاحب! مجھے و بائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ یہ آخری الفاظ تھے جو آپ کے منہ سے نکلے، اس کے بعد کوئی صاف بات میرے علم میں آپ نہیں کی۔ یہ مرزا کے آخری الفاظ ہیں: ”میر صاحب! مجھے و بائی ہیضہ ہو گیا ہے“ کلمہ کس کو نصیب ہوتا؟

تو میں کہتا ہوں کہ تم مرزا یوں سے و بائی ہیضہ کی بات کرو، بھانو کی بات کرو، اور ایسے دوسرے بہت سے نکلتے ہم بتا سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ قادیانی جو مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں، اور خواہ خواہ پکڑ لیتے ہیں، اگر ہر مسلمان اس طرح کے دوچار نکلتے یاد کر لے تو ان کے مقابلہ میں کوئی قادیانی نہیں خہر سکے۔

مرزا کو حیض آتا تھا، وہ عورت تھی یا مرد؟

مرزا قادیانی کہتا ہے: ”مجھے حیض آتا ہے!“ بتاؤ! حیض عورت کو آیا کرتا ہے یا مرد کو آیا کرتا ہے؟ تو مرزا مرد تھا یا عورت تھی؟

مرزا کو دس ماہ حمل بھی رہا، وہ عورت تھی یا کھوتی؟

اسی طرح وہ کہتا ہے کہ: پہلے اللہ نے مجھے مریم بنایا، پھر میں مریمی حالت میں نشوونما پاتا رہا، اس کے بعد مجھے حمل ہو گیا اور دس مہینے تک میں حاملہ رہا۔ اُوے دس مہینے تے کھوتی حاملہ رہندی اے! (یعنی دس مہینے کا حمل تو گدھی

کو ہوتا ہے)، مرزا کہتا ہے میں دس مہینے حاملہ رہا، اور اس کے بعد مجھے میں سے بچہ پیدا ہوا اور وہ تھا عیسیٰ، اس لئے میں عیسیٰ بن مریم ہوں۔ عیسیٰ بن مریم یعنی عیسیٰ بیٹا مریم کا، خود ہی مریم، خود ہی غلام احمد، اور خود ہی پیدا ہونے والا عیسیٰ...!

یہ تو ہم سنتے تھے کہ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ تمن ایک ہے اور ایک تمن ہیں، عیسائی تو آج تک ہمیں یہ معاہدیں سمجھا سکتے تھے کہ تمن ایک اور ایک تمن کیسے ہوتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ یہ مرزا غلام احمد قادریانی کا معاہدیں لوگوں کو کیسے سمجھ میں آیا...؟

قادیانی اور اقوامِ متحده کا انسانی حقوق کیش:

دوسری بات جو مجھے عرض کرنی ہے وہ یہ کہ قادیانیوں کے چند سوالات ہیں، ان میں سے ایک سوال انہوں نے اقوامِ متحده کے انسانی حقوق کے کیش کے سامنے بھی پیش کیا ہے، آپ نے ریڈ یو میں سنا اور اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ اقوامِ متحده کے انسانی حقوق کے کیش کے سامنے انہوں نے اپنی یہ درخواست پیش کی کہ پاکستان میں جو قانون نافذ کیا گیا ہے، اس سے قادیانی (احمدی) اقلیت کے حقوق کی پامالی ہوئی ہے، چنانچہ اقوامِ متحده کے اس کیش نے حکومتو پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ اس قانون کو منسوخ کیا جائے اور اس قانون کی انہوں نے نہ مرت کی ہے۔ وہ کون سا قانون ہے؟ یہ آخری قانون ہے جو ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء جمعرات کی شام سے نافذ ہوا ہے کہ قادیانی، اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے، قادیانی اپنی عبادات گاہوں کو مسجد نہیں کہہ سکتے، قادیانی اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب نہیں کر سکتے، اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے، اور قادیانی کسی مسلمان کو اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکتے، یعنی جزل محمد ضیا الحق نے جو قانون نافذ کیا ہے، اس کی انسانی حقوق کے ادارے نے نہ مرت کی ہے اور حکومتو پاکستان سے اپیل کی ہے کہ اس قانون کو واپس لیا جائے۔

یہاں اس سلسلے میں ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، سب سے پہلی بات

یہ ہے کہ قادیانیوں کا ہم پر اعتراض ہے کہ اس قانون کی وجہ سے ہمارے حقوق کو پاکستان میں پامال کیا جا رہا ہے، میرے جو لکھے پڑھے بھائی ہیں، ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ وہ جسم بد دور! اللہ تعالیٰ کے قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر کم ایمان رکھتے ہیں، مگر ان لوگوں کی باقتوں پر زیادہ ایمان رکھتے ہیں، یعنی جو بات مغرب کی طرف سے آجائے، وہ اس کو جنت و سند مانتے ہیں، یقیناً ایسے لوگ قادیانیوں اور اقوامِ متحده کے کمیش کے اعتراض سے متاثر ہوئے ہوں گے۔

قادیانی پاکستان کے دشمن ہیں:

اس سلسلے میں پہلی بات تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اس قرارداد سے اور قادیانیوں کی اس درخواست سے جوانہوں نے اقوامِ متحده میں پیش کی ہے، یہ بات تو معلوم ہو گئی کہ قادیانی پاکستان کے دشمن ہیں۔ دیکھو بھائی! عدالت میں دو فریق جاتے ہیں، ایک مدعی ہوتا ہے اور دوسرا مدععاً علیہ، مدعی اور مدععاً علیہ کے درمیان میں اگر دوستی ہوتی تو ان کو اپنا مقدمہ عدالت میں لے جانے کی ضرورت ہی نہ تھی، کیوں جی! اگر ان کی دوستی ہوتی اور آپس میں جھگڑا اور دشمنی نہ ہوتی تو معاملہ عدالت میں لے جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی، بلکہ اپنے گھر میں طے کر سکتے تھے، ہاں! عدالت میں جھگڑا اور مقدمہ لے جانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ قادیانیوں نے اقوامِ متحده کے انسانی حقوق کے کمیش کو درخواست دی تو اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قادیانی، پاکستان کے اور پاکستان کے قانون کے دشمن ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

قادیانی ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں سے بھی زیادہ

پاکستان کے دشمن ہیں:

دوسری بات یہ کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اقوامِ متحده کی قرارداد میں کیا

قیمت رکھتی ہیں؟ وہ مجھے بھی معلوم ہے، آپ کو بھی معلوم ہے، فلسطینیوں کے بارے میں اقوامِ متحده کتنی قراردادیں پاس کرچکا ہے؟ کشمیر کے مسئلے میں کتنی قراردادیں پاس ہو چکی ہیں؟ قبرص کے مسلمانوں کے بارے میں کتنی قراردادیں پاس ہو چکی ہیں، وغیرہ وغیرہ، اور جنوبی افریقہ کے کالوں کے بارے میں کتنی قراردادیں پاس ہو چکی ہیں، یہ دیکھو کاغذ کا ایک پُرزا ہے، اس کی بھی کوئی قیمت ہوتی ہے، کیونکہ آدمی اس کو جلا سکتا ہے یا کم از کم نسوار کی پڑیا بنا سکتا ہے، مگر اقوامِ متحده کی قراردادوں کی اتنی بھی قیمت نہیں ہے کہ اس کو جلانے یا نسوار کی پڑیا بنانے کا کام لیا جائے۔ یہ مجھے بھی معلوم ہے، آپ کو بھی معلوم ہے کہ اس قرارداد کی کوئی قیمت نہیں ہے، اقوامِ متحده کی قرارداد سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، لیکن ایک بات ضرور ہے، وہ یہ کہ تمام دنیا کی نظریں ان کی طرف متوجہ ہو جائیں گی اور وہ یہ کہیں گے کہ واقعتاً پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں، اس سے پاکستان بدنام ہو گا۔ میں کہتا ہوں کیا کبھی کسی ہندو، سکھ، پارسی، عیسائی اور کسی دوسرے مذہب والے نے پاکستان کے خلاف یہ ا الزام لگایا ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کو پامال کر رہا ہے؟ یہ پہلی اقلیت ہے جس نے پاکستان پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق غصب کر رہا ہے، گویا قادیانیوں کا اقوامِ متحده کے کمیشن میں یہ درخواست دینا پاکستان کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔

امتائع قادیانیت آرڈی نینس کسی کی آزادی سلب نہیں،

حدود متعین کرتا ہے:

تیری بات اس سلسلے کی یہ ہے کہ ہم نے اس قانون کے ذریعہ کون سا حق غصب کیا ہے؟ صرف یہی ناں کہ ان پر پابندی لگادی گئی ہے کہ یہ کلمہ نہیں پڑھ سکتے، یہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہیں کہہ سکتے، وغیرہ وغیرہ۔

اس کے لئے میں ایک بات عرض کرتا ہوں اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں

چاہئے، آپ تو ماشا اللہ سمجھے ہوئے ہوں گے، لیکن میں اپنا سبق ذہرانے کے لئے عرض کر رہا ہوں، استاذ کو سبق سنایا بھی تو جاتا ہے، میں اپنا سبق آپ حضرات کو سنانے کے لئے عرض کرتا ہوں، یہ نہیں کہ آپ مجھ سے سمجھیں گے، نہیں، نہیں! مجھے توقع ہے کہ آپ تو ماشا اللہ پہلے سے ہی سمجھے ہوئے ہوں گے، لیکن میں ذرا اپنا آموختہ ذہراتا ہوں۔

اس مسئلہ کو میں ایک مثال کے ذریعہ سمجھانا چاہوں گا، مثلاً: ایک شخص اس طرح اپنا ہاتھ فضا میں لہرا رہا تھا کہ دوسرے کے کان پر زور سے لگا، اس نے کہا: میاں! عقل رکھتے ہو کر نہیں؟ تم اس طرح ہاتھ لہرا رہے ہو۔ وہ کہنے لگا: میں آزاد فضا میں سانس لے رہا ہوں اور مجھے ہاتھ پھیلانے کی کمک آزادی ہے، مجھ پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا! اس پر دوسرے نے کہا کہ: آپ بجا فرماتے ہیں، آپ کو کمک آزادی ہے، لیکن آپ کی آزادی اس حد تک ہے، جہاں تک میرا کان شروع نہیں ہوتا، جہاں سے میرے کان کی حد شروع ہو جاتی ہے، وہاں آپ کی آزادی ختم!

ٹھیک اسی طرح یہ بات انصاف کی ہے کہ قادیانیوں کو کمک آزادی ہے، لیکن ان کی یہ آزادی وہاں تک ہے، جہاں تک اسلام کی حد شروع نہیں ہوتی، جب یہ بات سمجھ میں آگئی، تو اب سمجھتے ہم نے ان پر کیا پابندی لگائی ہے؟ ہم نے ان سے یہ نہیں کہا کہ: تم اپنی جس طرح عبادت کرتے ہونہ کرو، ہم نے انہیں کہا کہ چونکہ تم کافر ہو اور اذان دیتے ہو، اور اذان مسلمانوں کا شعار ہے، اذان سن کر ایک مسلمان تمہارے پیچے آکھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے، کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ اذان ہمارا شعار اور اسلام کی علامت ہے، مسجد اسلام کی علامت ہے، چنانچہ ابو داؤد اور حدیث شریف کی دوسری کتابوں، بلکہ ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے کہ:

”کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا بعث

جیشا او سریة يقول لهم: اذا رأيتم مسجدا او سمعتم

مُؤْذِنًا، فَلَا تُقْتَلُوا أَحَدًا!“ (ترمذی ج: اص: ۱۸۷)

ترجمہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو باہر جہاد کے لئے بھیجتے تھے، تو ارشاد فرمایا کرتے تھے: جب تم اذان سنو یا کسی بستی میں مسجد و یکھو تو اپنے ہاتھ روک لو اور ان کو قتل نہ کرو!“

اس لئے کہ اذان کی آواز کا آنا اور مسجد کا ہونا، بستی کے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔

ہم نے قادیانیوں سے اپنا اور اسلام کا دامن چھڑایا ہے:

تو ہم نے صرف اتنا کہا کہ چونکہ قادیانیوں نے اپنے کفر کو اسلام باور کر کر جو ہمارا گلا پکڑا ہوا تھا، ہم نے قانون کی روشنی میں ان کے کفر و زندقہ سے تھوڑا سا اپنا اور اسلام کا چیچھا چھڑانے کی کوشش کی ہے، اور کہا ہے کہ: تمہارا اسلام اور ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے ہمارا پنڈ چھوڑو۔ ہم نے ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی، بلکہ صرف اتنا کہا ہے کہ خدا کے لئے اسلام میں مداخلت نہ کرو، تمہیں آزادی ہے، مگر اسلام کے دائرے سے باہر باہر تک کی آزادی ہے، اسلام کے اندر نہیں، کیوں بھائی! یہ بات منصفانہ ہے کہ نہیں؟

چور کو چوری سے روکنا، انسانی حقوق کی

خلاف ورزی ہے؟

اب میں انسانی حقوق کے کمیش سے یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ظفراللہ خان قادیانی کا ایک مکان ہو، اور چور اس میں نقب لگانا چاہتا ہو، تو کیا چور کو اس نقب لگانے کی اجازت ہونی چاہئے؟ اگر جواب نئی میں ہے، تو سوال یہ ہے کہ اگر حکومت اس چور کے خلاف کوئی قانون بنائے تو کیا چور کو بھی یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ

انسانی حقوق کے کمیشن میں دعویٰ کرے کہ جی میرے انسانی حقوق تلف ہو رہے ہیں، یا اس کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں، اور مجھے اپنا پیشہ نہیں کرنے دیا جاتا، کیونکہ لوگوں کے مکانوں میں نقب لگانا میرا پیشہ ہے، اور یہ میرے پیشے پر پابندی لگاتے ہیں، یہ میری معاش پر پابندی لگاتے ہیں، حکومت پاکستان بڑی خالم ہے، اس کے خلاف قرارداد و نہادت ہوئی چاہئے۔

انسانی حقوق کے کمیشن میں کوئی بزرگ مہر کوئی عقل مند اور افلاطون ایسا ہے جو اس کی تائید کرے گا؟ یقیناً کوئی عقل مند اس کی تائید نہیں کرے گا، اس ملنے کے یہ اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ نقب لگانے والا نقب لگاتا ہے اور یہ اس کا پیشہ ہے، اور اس کو اس پیشہ اختیار کرنے سے شاید کوئی منع نہ کرے، مگر اس کو نقب لگانے کی اس وقت تک آزادی اور اجازت دی جاسکتی ہے، جب تک کہ اس کے نقب سے کسی کی جائیداد و املاک اور آزادی میں خلل واقع نہ ہو، لیکن اگر اس کے نقب سے دوسرے کی جان، مال، جائیداد اور مکان میں مداخلت کی گئی، تو اس کا نقب لگانا دوسرے کے حقوق میں مداخلت ہوگی، اس لئے نقب لگانے والا مجرم کہلانے گا، نہ کہ وہ جو اس کی روک تھام کے لئے قانون سازی کرے گا۔

قادیانی قلعہ اسلام میں نقب لگاتے ہیں:

ٹھیک اسی طرح قادیانیوں نے کافر، پکے کافر اور پھٹے کافر ہونے کے باوجود قلعہ اسلام میں نقب لگائی اور پورے نوئے سال تک وہ اس میں داخل رہے، اسلام کے نام پر لوٹ مار کرتے رہے، صرف اسلام اور مسلمانوں کو ہی نہیں، بلکہ پوری دنیا کو دھوکا دیتے رہے، اسلام کے اندر گھس کر جو کچھ ان سے لوٹ مار ہو سکی انہوں نے کی، نوئے سال تک ان کو مہلت ملی رہی، بالآخر ان کا وہ سوراخ بند کر دیا گیا، جہاں سے انہوں نے نقب لگائی تھی، اور ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اس قلعہ اسلام سے

باہر کر دیا گیا، اب باہر کئے جانے کے باوجود یہ مدعی تھے کہ یہ مکان تو ہمارا تھا، ہم لوٹ مار کرتے تھے، ہمیں لوٹ مار کرنے سے کیوں منع کیا گیا؟ ہم نے کہا اب تم ایسا نہیں کر سکتے، اب تمہیں اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ آپ ہی انصاف فرمائیے کہ حکومت پاکستان کا یہ قانون انصاف پر مبنی ہے یا اقوامِ متحده کے کمیشن نے اس کے خلاف جو قرارداد پاس کی ہے وہ انصاف پر مبنی ہے؟

کیا مسلمانوں کے کوئی حقوق نہیں؟

میں نے جب سے یہ بات سنی ہے، اس وقت سے آج تک یہی سوچ رہا ہوں کہ یا اللہ وہ کیسے لوگ ہیں؟ جن کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ انسانی حقوق کیا ہوتے ہیں؟ اور ان کی پامالی کیا ہوتی ہے؟ یہ کیسے انسانی حقوق کے ماہرین ہیں؟ کیا مسلمان انسانی حقوق نہیں رکھتے؟ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق میں جو قوم، نولہ یا جو گروہ مداخلت کرتا ہے، کیا ہم ان کو نہ روکیں؟

وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف!

چوتھے نمبر کی بات یہ ہے کہ مشہور شعر:

وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف نہ ہے!

اقرباً میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

کے مصدق قرارداد پیش کرنے والے بھی قادیانی، گواہی دینے والے بھی قادیانی، گویا مدعی بھی وہ خود اور گواہ بھی، دوسری جانب سے مسلمانوں کی طرف سے ذفاع کرنے والا کوئی نہیں ہے، اگر ہماری طرف سے کوئی وکالت کرتا یا جواب دیتا تو وہ ہمارا سفیر ہی تھا، یعنی جنہوں میں جو ہمارا سفیر اور پاکستان کا نمائندہ تھا، وہ ہماری وکالت کرتا اور یہ کہتا کہ اقوامِ متحده میں میرے ملک کے خلاف جو قراردادِ مدت پاس کی جا رہی ہے وہ غلط ہے، میں اس کے خلاف احتجاج کرتا

ہوں اور میں دلائل دیتا ہوں۔ الغرض پاکستان کے نمائندہ کو یہ کام کرنا چاہئے تھا، مگر افسوس کہ جب جنیوا میں متعین پاکستانی سفیر خود ہی قادریانی ہے، تو وہ کیونکر پاکستان کی وکالت کرے گا؟ ظاہر ہے وہ تو قادیانیوں کی وکالت کرے گا، اب آپ خود ہی اندازہ لگایجئے کہ انصاف کی کس سے توقع کی جائے؟ کیونکہ قرارداد پیش کرنے والے، گواہی دینے والے، اور ہماری طرف سے جس نے نمائندگی اور وکالت کرنی تھی وہ بھی قادریانی ہوں، تقدیم بدُور! مقدمہ پاکستان کے حق میں جائے گا یا مخالفت میں؟

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جنیوا میں اس قادریانی منصور احمد کو کیوں بھٹلایا گیا ہے؟ وہ کس مرض کی دوا ہے؟ کیا اقوامِ متحده کے ادارے میں پاکستان کی نمائندگی قادریانی کرے گا؟ کیا پاکستان میں دوسرا کوئی مسلمان نہیں تھا کہ ایک قادریانی کو پاکستان کی نمائندگی کا فریضہ سپرد کیا گیا ہے؟

تازہ ترین معلومات کے مطابق اس وقت منصور احمد کو جاپان کا سفیر بنادیا گیا ہے، اور اس کی جگہ جس کو لایا گیا ہے وہ بھی قادریانی ہے۔

ہم نے پاکستان میں قادریوں پر پابندی عائد کی ہے، بلکہ ہماری حکومت نے پابندی عائد کی ہے، اور حکومت نے بھی مفت میں نہیں کی، بلکہ اس کے لئے ایک زبردست تحریک چلی، جس کے نتیجے میں یہ پابندی عائد کی گئی ہے۔ میں اس وقت اس کی داستان نہیں بیان کرنا چاہتا، مجھے کہنا یہ ہے کہ پاکستان نے قادریوں پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں، لیکن قادریوں کی جو اصل سزا ہے اس کی نسبت یہ پابندی کوئی پابندی ہی نہیں ہے۔

قادیانیوں کی اصل سزا؟

سوال یہ ہے کہ قادریوں کی اصل سزا کیا ہے؟ وہ میں آپ حضرات کو

بٹانا چاہتا ہوں۔ قادریانی چونکہ زندقہ و مرتد ہیں، اور مرتد و زندقہ کی سزا یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے، جیسا کہ صحیح بخاری میں سزا نے مرتد کے سلسلہ کا ایک قصہ مذکور ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، ان دونوں بزرگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تھا، یعنی ایک کو ایک علاقے میں، دوسرے کو دوسرے علاقے میں، حضرت معاذ بن جبل ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ملنے کے لئے گئے، تو دیکھا کہ انہوں نے ایک آدمی کو دھوپ میں کھڑا کیا ہوا ہے، یہ ابھی سواری پر ہی تھے کہ پوچھا: آپ نے اس کو دھوپ میں کیوں کھڑا کر رکھا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ: یہ مرتد ہو گیا ہے! یعنی پہلے مسلمان ہوا، اس کے بعد اسلام سے پھر گیا، اس لئے بطور سزا کے کھڑا کر رکھا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں سواری سے اس وقت تک یعنی نہیں اتر دوں گا، جب تک اس کو قتل نہیں کر دیا جاتا، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: ”من بدل دینہ فاقلعوا“ (جو شخص اپنے دین کو تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو!) یعنی یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود اپنے کانوں سے سنا ہے، چنانچہ اس مرتد کو قتل کیا گیا اور یہ سواری سے یعنی اترے۔

قادیانیوں کی سزا بوجہ ارتاد و زندقہ، قتل ہے:

قادیانی چونکہ مدعیٰ نبوت کو مانے والے ہیں، اس لئے زندقہ اور مرتدوں کے حکم میں ہیں، اور ان کی سزا نے ارتاد و... قتل ہے... اس لئے اب ہم حکومت سے مطالبة کرتے ہیں کہ حکومت ان پر سزا نے ارتاد جاری کرے، جب حکومت ان پر سزا نے ارتاد جاری کرے گی، اس وقت ان کو پتہ چلے گا کہ پاکستان نے ان پر پابندی عائد نہیں کی تھی، بلکہ ان کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کیا تھا۔

اگر کسی ملک کے باغی کا قتل جائز ہے،
تو محمد ﷺ کے باغی کا کیوں نہیں؟

قادیانیو! تم اپنے طرزِ عمل سے وہ وقت لانا چاہتے ہو کہ عالم اسلام میں جہاں کہیں کوئی قادیانی ملے، اس پر سزاۓ ارتاداد جاری کی جائے؟ اور تم پر سزاۓ موت جاری کی جائے؟ پھر اس وقت تم دنیا کو کہو گے کہ ہم پر ظلم ہو گیا، اگر ایسا مرحلہ آگیا تو میں اس وقت بھی جواب دوں گا کہ یہ ظلم نہیں ہے، عین الاصف ہے، اس لئے کہ اگر کسی ملک کے باغی کو قتل کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی سزا قتل ہے، تو محمد ﷺ علیہ وسلم کے باغی کی سزا بھی قتل ہے!

روس، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جمنی یا بڑے سے بڑا کوئی ایسا مہذب ملک بتاؤ، جس میں باغی کو سزاۓ موت نہ دی جاتی ہو؟ مجھے بتاؤ کہ کوئی ایسا ملک ہے جس میں باغی کو سزاۓ موت نہ دی جاتی ہو؟ اگر ایسا کوئی ملک نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ ملک کے باغی کو سزاۓ موت دی جاسکتی ہے تو اسلام کے قانون میں محمد ﷺ علیہ وسلم کے باغی کو بھی سزاۓ موت ملے گی۔

تم انسانی حقوق کے کمیشن کے پاس جاؤ، اور درخواستیں دو، لیکن محمد ﷺ علیہ وسلم کے غلاموں کو انسانی حقوق کے کمیشن کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

احمقوں کے لئے اسلام کا قانون نہیں بدلتے:

ایک صحابی حضرت حدیثہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے، کھانا کھار ہے تھے، اتفاق سے لقمہ نیچے گر گیا، انہوں نے اٹھایا اور صاف کر کے کھالیا۔ کسی پاس بیٹھنے والے نے کہا: اس علاقے کے لوگ اس کو معیوب سمجھتے ہیں کہ جو لقمہ نیچے گر جائے اس کو صاف کر کے کھالیا جائے، اس پر نہایت جوش سے فرمایا: "اترک سنۃ نبی ﷺ علیہ وسلم لہؤلاء الحمقاء؟" (کیا میں ان احمقوں کی خاطر اپنے نبی کی سنۃ

چھوڑ دوں؟)۔

اسی طرح میں بھی کہنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم ان احقوں کی خاطر اسلام کے قانون کو بدل دیں؟ کیا ہم امریکہ، برطانیہ اور مغرب کے لوگوں کی خاطر اسلام کے قانون کو بدل دیں؟ کلاؤ رب السکعبۃ! رب کعبہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا! مرتد کی سزا موت ہے اور یہ سزا بحق ہے، اور یہ قادریاں پر جاری ہو کر رہے گی، تم ہمارے صبر کا کب تک امتحان لینا چاہتے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ ایک پوری صدی سے ہم صبر کر رہے ہیں، ہم تمہیں رعایتیں دے رہے ہیں، تمہیں نواز رہے ہیں، تمہاری منت سماجت کر رہے ہیں اور تم خزرے کر رہے ہو، جس دن سزاۓ موت جاری ہو گئی، اس دن تمہیں پتہ چلتے گا کہ تمہارے ساتھ اب تک بہت رعایت کی جاتی رہی، انشا اللہ پھر تم دیکھو گے کہ اس وقت قادریاں اس طرح چھپیں گے، جس طرح چوہا اپنے مل میں چھپ جاتا ہے۔

پاکستان میں قادریاں کی تعداد؟

ایک آخری بات کر کے ختم کرتا ہوں، وہ یہ کہ ایک بزرگ نے ایک سوال کیا کہ قادریاں کی کتنی تعداد ہے؟ ہم نے کہا کہ: پاکستان میں قادریاں کی کل تعداد ایک لاکھ چار ہزار تین سو ستر ہے، وہ کہنے لگے: جی نہیں! اتنے تو نہیں، کیونکہ کچھ ایسے بھی ہوں گے، جنہوں نے اپنے آپ کو مسلمان لکھوا یا ہو گا، میں نے کہا: چلو ان کو دس ہزار فرض کرو! کہنے لگے: نہیں! اس سے زیادہ ہوں گے۔ میں نے کہا: چلو میں ہزار فرض کرو! کہنے لگے: نہیں! زیادہ ہوں گے۔ میں نے کہا: چلو ایک لاکھ فرض کرو! تب بھی پاکستان میں قادریاں کی تعداد دو لاکھ ہوئی۔

اس معمولی اقلیت کے لئے قانون کا سہارا کیوں؟

اس پر وہ کہنے لگے کہ: جی میں ایک بات پوچھتا ہوں! وہ یہ کہ جب قادریاں

اتی چھوٹی سی اقلیت میں ہیں اور اتنی محقری اقلیت ہے، اور مسلمانوں کی اکثریت بلکہ بھاری اکثریت ہے، تو قادیانیوں کی مخالفت کے لئے قانون کا کیوں سہارا لیتا پڑے؟! تبلیغ کے ذریعہ یہ کام کرنا چاہئے تھا، آخر اس کے لئے قانون کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے؟

میں کہتا ہوں یہ بات بھی مرتضیٰ طاہر کی بتائی ہوئی ہے جو ہمارے اس بزرگ تک پہنچ گئی ہوگی، موصوف کی یہ بات سن کر مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں سر سے پاؤں تک جل گیا، یقیناً میرے رفتہ متانت سے کوئی جواب سوچ رہے ہوں گے کہ اس کا کیا جواب دیا جائے؟ لیکن چونکہ مجھے تو آگ لگ گئی تھی، اس لئے میں نے فوراً کہا: جی کیا مطلب؟ کہنے لگے کہ: قادیانیوں پر جو قانونی پابندی عائد کی گئی ہے، اس کا سہارا لینے کی کیا ضرورت تھی؟ جب ہمارا نہ ہب برحق ہے اور ان کا نہ ہب جھوٹا ہے، ہم اکثریت میں ہیں اور وہ معمولی سی اقلیت ہے، تو ان پر قانونی پابندی کیوں عائد کی گئی؟ قانون کا سہارا لینے کی آخر کیا ضرورت پیش آئی؟

جواب:... میں نے کہا کہ: جی! پاکستان میں چوروں کی اکثریت ہے یا شریفوں کی؟ کہنے لگے کہ: اجی! چور تو بہت چھوٹی سی اقلیت ہے۔ میں نے کہا کہ: چوری بند کرنے کے لئے قانون کا سہارا کیوں لیا جاتا ہے؟ بس اس پر وہ بیچارے خاموش ہو گئے، اس سے آگے انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

میرے بھائیو! یہ بات بھی قادیانیوں نے پڑھائی ہے، یا ممکن ہے کہ ذہنی توارد ہو گیا ہو، یعنی قادیانی بھی وہی بات کہتے ہیں اور ہمارے اس سرکاری "بزرگ" کے ذہن میں بھی وہی بات قدرتی طور پر آگئی ہو... ذہنی مناسبت کی وجہ سے....

قانون کا ایک میدان ہے:

یہ بات یاد رکھو کہ تبلیغ اور دعوت کا بھی اپنی جگہ ایک میدان ہے، اور الحمد للہ

علماء نے اپنا فرض ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی، بلاشبہ ہم بہت کمزور ہیں اور ہم اپنی تقصیرات کا اللہ کی بارگاہ میں اقرار اور اعتراف بھی کرتے ہیں، لیکن الحمد للہ! اس کے باوجود علمائے حق نے کبھی بھی تبلیغ کے میدان میں کوتاہی نہیں کی، لیکن جس طرح تبلیغ کا ایک میدان ہے، ٹھیک اسی طرح ایک میدان قانون کا ہے۔

سارے کام تبلیغ سے نہیں چلتے:

جہاں تک تبلیغ کا میدان ہے وہ بھی اپنی جگہ ہونا چاہئے، لیکن جہاں قانون کا میدان ہے وہ بھی اپنی جگہ ہونا چاہئے، یہ مطلب نہیں ہے کہ سارے کام تبلیغ ہی سے چلا کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی آپ نے سنا ہوگا:

”من رأى منكم منكراً فليغفره بيده فان لم يستطع فلسنه وان لم يستطع فقبله وذاك اضعف الايمان.“
(متدرک حاکم ج ۳: ص ۲۰)

ترجمہ:... ”جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ ہاتھ سے روک دے، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے دل سے بُرا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور تر درجہ ہے۔“

چونکہ دعوت و تبلیغ زبان سے ہوتی ہے، اس لئے اس کا درجہ درمیان کا ہے، اصل درجہ ہے ہاتھ سے روکنے کا، اور علماء نے فرمایا ہے کہ ہاتھ سے روکنا حکومت کا کام ہے۔ اسی کو قانونی پابندی کہتے ہیں۔

منکرات کا روکنا حکومت کا فرض ہے:

تو منکرات اور برائیوں کا روکنا، چاہے زنا ہو، چاہے چوری ہو، چاہے

شراب نوشی ہو، یا مدعاں نبوت کا فتنہ ہو، یا منکرینِ حدیث کا فتنہ ہو یا دوسرے فتنے ہوں، ان کو روکنا سب سے زیادہ، سب سے اول نمبر پر، حکومت کی ذمہ داری ہے، اس لئے یہ کہنا کہ تبلیغ کے ذریعہ ان کو روکو، بہت غلط بات ہے، جو کہ شیطان نے اپنے چیلوں کو پڑھائی ہے۔

ہم ہر قادیانی کو ہر وقت سمجھانے کو تیار ہیں:

ہاں! ہم تبلیغ بھی کرتے ہیں، مناظرے بھی کرتے ہیں، کیونکہ علماء کا کام ہے بحث کرنا، مناظرہ کرنا، دلائل سے سمجھانا۔ ہم دلائل سے سمجھانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، اور ہر قادیانی کو سمجھانے کے لئے تیار ہیں، جو بھی سمجھنا چاہے بشرطیہ وہ سمجھنا بھی چاہے، لیکن جو سمجھنا نہ چاہے، ”خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ“ (اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے)، ظاہر بات ہے کہ مہرشدہ دلوں کے اندر ہم حق اور ہدایت کو نہیں آتا رکتے، کیونکہ ارشادِ الہی ہے: ”إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلِكُنَّ اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ.“

یعنی آخر صرف صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ جس کو چاہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے، اللہ جس کو چاہے ہدایت دے، نبی کا کام بھی ہدایت کی بات پہنچادینا ہے، ہدایت کی بات دل میں آتا رہیا نہیں ہے۔

ہم ایمان دلوں میں نہیں آتا رکتے:

لوگ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانیوں کو سمجھاؤ، آخر یہ کیوں نہیں سمجھتے؟ ہم کہتے ہیں کہ: ہم ان کے کانوں تک پہنچا سکتے ہیں، ان کے دل میں آتا رہا ہمارا کام نہیں ہے۔

علماء کے مناظروں سے حکومت کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی:

لیکن علماء کے مناظرے اور مباحثے سے حکومت کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی،

حکومت پر لازم ہے کہ جس طرح وہ ڈاکوؤں اور چوروں کے خلاف قانون بناتی ہے، اسی طرح ان کذباؤں کے خلاف بھی قانون بنائے اور ان پر سزا جاری کرے۔

غیرجانبداری کا وباں:

اب میں چاہتا ہوں کہ اس موضوع کو ختم کر دوں، البتہ آخر میں ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا، وہ یہ کہ ہم لندن میں جنگ اخبار کے دفتر گئے، وہاں کا ایک اخبار نویں، جو کچھ مشکوک سا آدمی تھا، اس نے کہا کہ: جی ہم نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم غیرجانبدار رہیں گے، نہ قادیانیوں کی طرف داری کریں گے، نہ مسلمانوں کی طرف داری کریں گے، بلکہ دونوں کی چیزیں شائع کریں گے اور دونوں کی خبریں شائع کریں گے، دونوں کے اشتہار شائع کریں گے، میں نے کہا: بھائی! بڑی اچھی بات ہے، بڑی سوہنی گل اے! قیامت کے دن ایک طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپؐ کی امت کا کیکپ ہوگا، اور ایک طرف ملعون، دجال، خبیث، مرتد مرزاعلام احمد قادریانی اور اس کی مرتد ذرتیت کا کیکپ ہوگا، اور تم درمیان میں کھڑے ہو جانا اور کہنا کہ ہم غیرجانبدار رہنا چاہتے ہیں، نہ اس طرف، نہ اُس طرف، کیوں بھائی! تم میں سے جو غیرجانبدار رہنا چاہتا ہو، وہ ہاتھ کھڑا کرے، کیا تم غیرجانبدار رہنا پسند کر دے گے، نہیں! ہرگز نہیں...!

غیرجانبدار، منافق ہے:

اللہ تعالیٰ اس غیرجانبداری سے بچائے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "لَا إِلَى هُوَ لَا وَلَا إِلَى هُوَ لَا" نہ ادھر، نہ ادھر، ایسے غیرجانبداروں کو اللہ تعالیٰ نے منافق فرمایا ہے، جب یہ بات طے ہو گئی تو اب سمجھو کہ جو شخص بھی "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ" کا قاتل ہے، اس کو اس دائرے میں آنا پڑے گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا دائرہ ہے، اُسے اس کیکپ میں آنا پڑے گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا کیکپ ہے، اور اس کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا رکن بننا پڑے گا، کیوں

بھائی! تھیک ہے نا؟

ختم نبوت کے کارکن بنو!

بھائی! یہ سمجھ لو کہ تمام مسلمان، مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکن اور اس کے رکن ہیں، الحمد للہ! میں اپنے دوستوں سے کبھی کبھی کہا کرتا ہوں کہ تم جس ملک میں چلے جاؤ، جس جگہ چلے جاؤ، جس مسجد میں چلے جاؤ، وہ تمہاری ختم نبوت کا مرکز ہے اور تمہارا دفتر ہے۔ ہر مسلمان الحمد للہ! مجلس تحفظ ختم نبوت کا رکن ہے، کیونکہ وہ ختم نبوت پر عقیدہ اور ایمان رکھتا ہے۔

تقریب کار:

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کام کرنے والے تھوڑے لوگ ہوتے ہیں، کیونکہ کچھ لوگ جہاد کرنے والے ہوتے ہیں، کچھ لوگ ان کو امداد پہنچانے والے ہوتے ہیں، کچھ اخلاقی مدد، کچھ مالی مدد اور کچھ دوسرا مدد، جس قسم کی بھی مدد ان کو پہنچائی جاسکتی ہے، پہنچانی چاہئے، کیونکہ جو فوج مورچے پر لڑ رہی ہے اور دشمن کے مقابلے میں ہماری طرف سے دفاع کر رہی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی رسید ختم نہ ہونے دیں، ان کا اسلحہ ختم نہ ہونے دیں، اور جو مدد بھی ہم انہیں پہنچاسکتے ہیں، ضرور پہنچائیں، اگر وہ رسید کے بغیر رہ گئے، اگر وہ اسلحہ کے بغیر رہ گئے، اگر اخلاقی اور مالی مدد ان کو نہ پہنچی، تو ظاہر ہے کہ وہ مورچوں کو سنبھال نہیں سکیں گے، تھیک اسی طرح آپ سارے کے سارے مجلس تحفظ ختم نبوت کے رکن ہیں، اس لئے کہ آپ سب ختم نبوت کے قائل ہیں، اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ آپ سب کے سب تو یہ کام نہیں کر سکتے، لیکن جو لوگ قادر یا نا قادر کا تعاقب کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو اس قدر سے آگاہ کر رہے ہیں، ان کی امداد و تعاون کرنا یہ آپ کا اور میرا فرض ہے۔

پوری دُنیا میں قادیانیوں کا تعاقب:

بس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب تک ہم قادیانیوں کا اپنے ملک میں تعاقب کرتے رہے، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مرزا طاہر قادیانی کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا، اللہ نے اس کو بھگا دیا وہ لندن چلا گیا، اب ہمیں پوری دُنیا میں قادیانیت کا مقابلہ کرتا ہے، بزدل دشمن نے ہمیں للاکارا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو للاکارا ہے، انہیں معلوم نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام غازی علم دین شہیدؒ کی مثالیں بھی پیش کر دیا کرتے ہیں۔ لندن میں ایک ختم نبوت کا مرکزی دفتر بنایا جائے گا، آپ حضرات میں سے بہت سے حضرات ہیں، جنہوں نے اس میں اپنی خدمات پیش کی ہیں، میں ان سب کے لئے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو جزئے خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ان کو نصیب فرمائے!

وَأَخْرِجْهُمْ وَعَوْرَانًا ۝ (النَّسْرُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)

مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیت

جامع مسجد فلاح نصیر آباد کراچی میں
 حضرت شہیدؒ نے یہ مختصر خطاب کیا، جسے کیسٹ سے نقل کر کے
 قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

سعید احمد جلال پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْعَصْدُ لِلّٰهِ وَسَلَّمَ) عَلٰى جَمَاعَةِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَسَلَّمَ)

ہمارے باوا صاحب نے ختم نبوت کا مسئلہ ذکر کیا ہے، رمضان المبارک کا
 پہلا جمعہ چونکہ ختم نبوت کے لئے ہوتا ہے اس لئے رمضان المبارک کے پہلے جمعہ میں
 ختم نبوت کے مسئلے پر روشنی ڈالی جاتی ہے، اور آپ حضرات کو یاد ہو گا کہ آپ سے ختم
 نبوت کے لئے چندہ کی اپیل کی جاتی ہے۔ اس دفعہ چونکہ ابھی تک ہمارا (عمرہ کے
 لئے جانا) نہیں ہو سکا، انشا اللہ ابھی جمعہ کے بعد روانگی ہو گی... عموماً واپسی کے بعد ختم
 نبوت کے چندہ کے لئے اپیل ہوتی ہے۔ خیر وہ تو چلتی ہی رہے گی اور انشا اللہ ساری
 زندگی چلتی رہے گی۔

باوا صاحب نے ختم نبوت کی بات کی ہے، تو میں بھی دو چار باتیں اسی
 موضوع پر کہہ دیتا ہوں۔

مسئلہ ختم نبوت پر کبھی نزارع نہیں رہا:

ایک یہ کہ ختم نبوت کا مسئلہ کبھی امت کے درمیان نزارع کا موجب نہیں رہا، یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس مسئلہ میں دو آدمیوں کی رائے مختلف رہی ہو، مثلاً: ایک کہتا ہو کہ نبوت ختم ہے، اور دوسرا کہتا ہو کہ نہیں، ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے۔ پوری پوری کی امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اس پر متفق ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، چنانچہ جو مسلمان ہے وہ ختم نبوت کا قاتل ہے، اور اس کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، یعنی کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، جو اس کا قاتل نہیں، وہ مسلمان نہیں۔

ختم نبوت کے دلائل:

ختم نبوت کے عقلی دلائل بھی ہیں، یعنی عقل تقاضا کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخصیت کو نبی نہ بنایا جائے، اور اس کے سر پر نبوت کا تاج نہ رکھا جائے، اور زمان و مکان بھی اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام زمانوں کے اور تمام مکانوں کے نبی ہیں۔ جس طرح ایک جوستے میں دو پاؤں نہیں آسکتے، اور ایک قالب میں دو چیزوں کی بھرتی نہیں کی جاسکتی، اسی طرح تمام زمان و مکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بھرے ہوئے ہیں، کسی اور نبی کی۔ سمجھائش ہی نہیں۔ یہ ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبِيْنِ فِي جَوْفِهِ...“

(الازاب: ۳)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ہم نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے، ایک ہی دل ہے۔

منکرِ خدا کی طرح منکرِ رسالت بھی کافر ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی تمام نسل انسانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی ہے، ممکن ہی نہیں کہ کسی دوسرے نبی کی امت بن جائے، جس طرح خدا تعالیٰ کا منکر دہریہ اور منکرِ خدا ہے، اسی طرح خدا تعالیٰ کی وحدانیت میں کسی اور کوشش کرنے والا بھی منکرِ خدا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتل نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے، وہ بھی منکرِ رسالت ہیں، اور جو لوگ کسی دوسرے کو اس رسالت میں ظلمی، بروزی، مجازی، حقیقی وغیرہ انداز سے شریک کر دیتے ہیں، وہ بھی مشرک فی العبودۃ ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔

”لا نبی بعدی“ کے بعد کسی نبی کی گنجائش نہیں:

جس طرح کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ (نبی کوئی معبدو سوا نے اللہ کے) کے اقرار کے بعد کسی دوسرے چھوٹے موٹے، ظلمی، بروزی، مجازی، خیالی، خدا کی گنجائش کے نہیں ہے اور اللہ کے سوا کسی قسم کا کوئی بھی معبد نہیں، اسی طرح ارشادِ نبوی: ”لا نبی بعدی!“ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کے بعد بھی کسی نبی کی گنجائش نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ”لا نبی بعدی!“ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے پہلے نبی تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

پہلے کا کوئی نبی آجائے تو ختم نبوت کے منافی نہیں:

جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی ہوتے رہے ہیں، ہاں! بعد میں کوئی نہیں آئے گا۔ اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا کوئی رسول آجائے یا سارے نبی موجود ہوں تو آخری نبی کون ہوگا؟ ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہوں گے، کیونکہ نبوت سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو دی

گئی، اور سب سے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی، آپ آخری نبی اور خاتم النبین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، لہذا اگر پہلے کے نبی سارے کے سارے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کریں اور آپ کے خادم بن جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، تب بھی آپ خاتم النبین رہیں گے۔

قادیانی دھوکا!

قادیانی یہ دھوکا دیا کرتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے آئیں گے؟ میں نے اس کا جواب عرض کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نہیں دی گئی۔

مرزا قادیانی مریم سے عیسیٰ کیسے بنا؟

مرزا غلام احمد ”کشتی نوح“ میں کہتا ہے کہ: ”دو سال تک میں مریمی صفت میں نشوونما پاتا رہا۔“ حریت ہے کہ اس وقت بھی مرزا جی کی داڑھی اور موجھیں بھی تھیں، اس نے کوٹ بھی پہن رکھا تھا، لیکن اس کے باوجود کہتا ہے کہ میں مریمی صفت میں نشوونما پاتا رہا، یعنی مریم بن گیا۔

ذر اکسی قادیانی سے پوچھو کہ مریمی صفت کیا ہوتی ہے؟

پھر کہتا ہے کہ: اس کے بعد استعارہ کے رنگ میں مجھ میں عیسیٰ کی روح لفظ کی گئی، یعنی استعارہ کی پچکاری سے عیسیٰ کی روح کا انجشنا لگایا گیا۔ گویا وہ کہتا ہے کہ میں مریم تو پہلے بن گئی تھی نا، دو سال تک مرزا مریم بنی رہی، پھر میرے اندر استعارہ کے رنگ میں عیسیٰ کی روح لفظ کی گئی، اور اس طرح مجھے حاملہ تھہرایا گیا، پھر ایک مدتِ حمل کے بعد جو دس مہینے سے کم نہیں، (لاہور میں ہمارے ریاض الحسن گیلانی صاحب ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دس مہینے میں تو گدھی حاملہ رہا کرتی ہے)۔ چنانچہ کہتا ہے کہ: پھر ایک مدتِ حمل کے بعد جو دس مہینے سے کم نہیں، میں مریمی صفت سے

عیسیٰ کی صفت کی طرف منتقل ہوا، یعنی وضع حمل ہو گیا، اس طرح میں عیسیٰ ابن مریم کہلایا، لہذا میں عیسیٰ بھی ہوں، اور مریم کا بیٹا بھی ہوں، اور خود مریم بھی تھا، گویا وہ کہتا ہے کہ میں خود بیٹا، خود ہی باپ اور خود ہی ماں، اور جب مریم سے عیسیٰ بن گیا تو پھر نبوت بھی مل گئی۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غلام احمد کا دعویٰ ہے کہ مجھے نبوت دی گئی، مگر اس کے بعد اسلام کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کسی کو دی نہیں جائے گی، بل اتنا ہی فرق ہے تاویانیوں اور مسلمانوں کے عقیدہ میں۔

تمام انبیاء آپؐ کے ماتحت ہیں:

بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سر آنکھوں پر، بلکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آجائیں جو کہ آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نب کے اعتبار سے جدا جد ہیں، مگر مرتبے کے اعتبار سے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وین کے خادم ہیں، سنو! ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ماتحت ہیں، جب تمام انبیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہوئے تو آپؐ نبی الانبیاء ہوئے، دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں، مگر آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے جریلِ اعظم، سب سے بڑے سپہ سالار ہیں، اور سب جریل آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں، اس لئے کہ ہر جریل اپنی ماتحت فوج کے ساتھ سپہ سالار اعظم کے ماتحت ہوتا ہے، اس طرح تمام امتیں اپنے نبیوں کے توسل سے آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو جاتی ہیں، اس لئے فرمایا کہ:

”بَيْدَى لَوَاءَ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرٌ وَلَا دَمْ

وَمَنْ دُونَهُ تَحْتَ لَوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرٌ“

ترجمہ:...”اور میرے ماتحت میں حمد کا جھنڈا ہو گا قیامت

کے دن، فخر کی بات نہیں، اور آدم اور آدم سے نیچے کے تمام انبیاء کرام (علیہم الصلوات والسلام) سب کے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، فخر کی بات نہیں۔

”لواء الحمد“ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا، کیونکہ پہ سالا رآپ ہیں، اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام ان کے ماتحت ہیں۔

رفع و نزول عیسیٰ کا عقیدہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں زمین پر تشریف لائیں گے، کیونکہ اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا تھا، اور قرآن کریم میں اس کا تذکرہ موجود ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

”بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا.“

ترجمہ:.... ”بلکہ اٹھایا اللہ نے اس کو اپنی طرف،

(کیسے اٹھایا؟) اس لئے کہ اللہ بڑا ذبر دست ہے۔“

تمہارے لئے ”کیسے؟“ کا سوال ہو سکتا ہے، اللہ کے لئے ”کیسے؟“ کا سوال نہیں ہو سکتا، ”حَكِيمًا“ کیوں اٹھایا تھا؟ اللہ تعالیٰ حکمت والے ہیں، وہ اپنی حکمت کو خود جانتے ہیں، ”کیوں؟“ کا سوال تمہارے اور میرے لئے ہو سکتا ہے، اس کے لئے نہیں ہو سکتا۔ قادیانیوں کے تمام شبہات کا جواب قرآن پہلے سے دے کر فارغ ہو چکا ہے۔

نزول عیسیٰ اور قرآن کریم:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں بھی قرآن کریم میں تصریح موجود ہے جیسا ارشاد ہے:

”وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ.“

ترجمہ:...”اور نہیں ہیں الٰہ کتاب میں سے کوئی مگر

ضرور ایمان لائے گا اس پر، اس کی موت سے پہلے۔“

”اس پر“ یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر، ”اس کی موت سے پہلے“ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے، معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں ابھی زندہ ہیں، جب قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت قرآن کہہ رہا ہے: ”قبلَ مَوْتِهِ“ اس کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ معلوم وہا کہ وہ مرانہیں۔

جب آپ کہیں کہ مرنے سے پہلے یہ کام انشاء اللہ کرنا ہے، تو اس کا کیا مطلب ہے؟ کہ آپ مر گئے؟ یا بعد میں کریں گے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ کی موت سے پہلے تمام الٰہ کتاب ان پر ایمان لائیں گے، اور بندر صحیح حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسرے اکابر سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرب قیامت میں دجال کو قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گے تو تمام کے تمام الٰہ کتاب مسلمان ہو جائیں گے، یہ تو مختصری بات ہوئی ختم نبوت کے متعلق۔

قادیانیت کی تعریف:

دوسری طرف ختم نبوت کی نفی کا نام قادیانیت ہے، مگر اس کے باوجود قادیانی کہتے ہیں کہ ”ہم مسلمان ہیں!“ بھائی! نوے سال تک ہماری ان کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی اور جنگ جاری رہی، مبارکہ ہوئے، مناظرے ہوئے، اس کے بعد پھر مبارکہ ہوئے۔

مبابلہ کی تعریف:

مبابلہ کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایک فریق اس طرف سے، ایک فریق اس طرف سے، دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ: یا اللہ! ان دونوں میں سے جو جھوٹا ہو، اس کو ہلاک کر، اور اس پر لعنت فرم۔ اے اللہ! اتنی لعنتیں فرم، اتنی

لعنیں فرماء، اتنی لعنیں فرمائیں کہ غلام احمد پر نازل ہوئیں۔

حضرت کا نصارainوں سے مقابلہ:

سورہ آل عمران میں نصاریٰ کے وفد کا تذکرہ ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی گفتگو کی تھی، لا جواب تو ہو گئے، لیکن مانے نہیں، یہ مباحثہ پندرہ دن نہیں، بلکہ پندرہ منٹ بھی نہیں رہا، صرف پانچ منٹ میں ان کے اس وقت کے سب سے بڑے بڑے، موئے موئے اُنیٰ عالم جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے آئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان سے تین فقرے ارشاد فرمائے تھے، چوتھا فقرہ نہیں فرمایا کہ وہ لا جواب ہو گئے۔

آنکھم کے مقابلہ میں مرزا کی بے بسی:

ادھر مرزا غلام احمد قادیانی، ایک عیسائی عبداللہ آنکھم جیسے ایک معمولی دیسی پادری، جو کہ عبداللہ سے مرتد ہو کر آنکھم بنا تھا، اس جیسے بگڑے ہوئے خبیث، دیسی پادری کے ساتھ پندرہ دن تک مناظرہ کرتا رہا، مگر غلام احمد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

نصرainوں سے مقابلہ کی تفصیلات:

خیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عیسائی لا جواب ہو گئے، لیکن مان کے نہیں دیئے، اس پر قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ نازل ہوئی:

”فَمَنْ حَاجَكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنْ

الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُوا أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا

وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْهِلْ فَتَجْعَلُ لَعْنَةَ اللَّهِ

عَلَى الْكَاذِبِينَ۔“

ترجمہ:...”اے نبی! اس مسئلے میں جو لوگ آپ

سے اس کے بعد بھی جھگڑا کرتے ہیں تو ان سے کہو کہ آؤ ہم

بلا تے ہیں اپنے بیٹوں کو، تم بلا وہ اپنے بیٹوں کو، ہم بلا تے ہیں اپنی عورتوں کو، تم بلا وہ اپنی عورتوں کو، ہم اپنے آپ کو لا تے ہیں، تم اپنے آپ کو لا وہ، (ایک میدان میں جمع ہو جائیں) پھر اللہ کے سامنے گزر جائیں، جھوٹوں پر اللہ کی لعثت کریں۔“

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ آیت سادی، کہنے لگے: اے محمدؐ! ہمیں ایک دن کی مہلت دے دیجئے تاکہ ہم مشورہ کر لیں، فرمایا: ٹھیک ہے! اگلے دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب آئے... دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظہرنے کا انتظام فرمایا ہوا تھا، اور وہ آپؐ کے مہمان تھے... تو آخر کہنے لگے کہ: حضور! ہماری رائے یہ ہے کہ آپؐ سے مبالغہ نہ کریں، بلکہ آپؐ کے ساتھ صلح کر لیں، اور آپؐ کو جزیہ اور لیکس دیا کریں، ذمیوں والا معاملہ کر لیں، نبوت اس کو کہتے ہیں۔

لات پادری کا اعتراض:

رات کو جب یہ آپس میں مشورہ کر رہے تھے تو ان کا سب سے بڑا پادری عبدالحسین اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: تم جو مشورہ کرو گے، اس پر عملی کر لیں گے، لیکن میری ایک بات سن لو! وہ یہ کہ اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہے، اپنے گھر کی بات ہے نا، تم بھی جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہیں۔

ابو جہل کا اعتراض صداقت:

اور تو اور جب ابو جہل سے تھائی میں پوچھا گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ پچ ہیں یا جھوٹے؟ اس پر ابو جہل نے کہا کہ: کبھی انہوں نے جھوٹ بولا ہی نہیں کہ ان کو جھوٹا کہا جائے، جب انہوں نے جھوٹ ہی نہیں بولا تو ان کو جھوٹا کیسے کہیں؟ اس سے کہا گیا کہ: پھر مانتے کیوں نہیں ہو؟ کہنے

لگا: فلاں منصب ان ہاشمیوں کے پاس، فلاں بھی ان کے پاس، فلاں بھی ان کے پاس، سقا یا ان کے پاس، رفواہ ان کے پاس، اور حجابتہ ان کے پاس، اور اب ایک باقی رہ گئی تھی نبوت، یہ بھی ان کے یہاں چلی جائے؟ اس سے تو قریش کی ناک کٹ جائے گی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! کے کاسب سے بڑا مشترک اور ”فرعون هذه الامة“ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چے ہیں۔

چے نبی سے مبارکہ، پروانہ موت پر دستخط کرنا ہے:

تو ان عیسائی پادریوں کا سب سے بڑا پادری بھی اپنی قوم میں تقریر کرتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چے ہیں۔ اسی طرح اس پادری نے دوسری بات یہ بھی کہی کہ: یہ بات تو تم بھی جانتے ہو کہ چے نبی کے ساتھ مبارکہ کر کے بھی کوئی بچا نہیں ہے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ان سے مبارکہ کر کے اپنی موت اور موت کے پروانے پر دستخط نہ کرو، لہذا وہ جس شرط پر بھی راضی ہو جائیں، ان سے صلح کرو۔ اگلے دن عیسائی پادری آئے اور آکر صلح کر لی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے! کوئی اصرار نہیں تھا، کیونکہ چیزیں نبوت تھیں۔

اگر عیسائی مبارکہ کرتے تو....:

البتہ اسی موقع پر ایک بات فرمائی کہ: ”اگر یہ لوگ مبارکہ کے میدان میں اللہ کے نبی کے مقابلہ میں ہاتھ اٹھایتے تو اللہ کی قسم! ان کے درختوں پر ایک چڑیا بھی زندہ باقی نہ رہتی۔“ اس کو کہتے ہیں صداقت....!

غلام احمد کے مبارکوں کا انجام؟

غلام احمد قادریانی کے ساتھ مسلمانوں کے مبارکہ ہوئے اور ان میں وہ جھوٹا بھی نکلا، صرف ایک بار نہیں، بلکہ دو بار، تین بار، چار بار، پانچ بار، چھ بار اور سات بار جھوٹا نکلا، میرے پاس اس کے حوالے موجود ہیں، مگر قادریانی آج تک آئیں میں باسیں

ہٹائیں کرتے ہیں، کہ جی یہ ہو گیا تھا، اس میں یوں ہو گیا تھا، اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں، مجھے تلاوہ نبی کے ساتھ مبلہ کرنے والا کبھی کوئی بچا ہے؟ ممکن ہی نہیں، مگر افسوس! کہ قادریانی مان کر نہیں دیتے۔ پھر بات چلی گئی عدالت میں، عدالت بھی کون سی؟ کہ ایک نجع ہوتا ہے چھوٹا، ایک بڑا، اس سے بڑی عدالت عالیہ ہوتی ہے، اس کے بعد عدالت عظیمی ہوتی ہے، اس میں نجع پیشیتی ہے، اور یہاں کی پوری کی پوری قوی اسمبلی کو عدالت بنادیا گیا تھا، پس پریم کورٹ نہیں اس سے بھی اوپر کی عدالت، پوری کی پوری قوی اسمبلی مسٹر بھٹو نے اس کو عدالت کی حیثیت دے دی تھی، اور وہ باقاعدہ مقدمے کی سماعت کر رہی تھی، جس نے فیصلہ دے دیا کہ غلام احمد قادریانی جھوٹا تھا اور اس کی ذریت بھی جھوٹی ہے، چنانچہ انہیں متفقہ طور پر قوی اسمبلی نے غیر مسلم قرار دے دیا۔

مرزا یوسوں پر بغاوت کی سزا کا حکم:

یوں مرزا یوسوں کا فیصلہ ہو گیا کہ ان کا ملت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں، وہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کا ثولا ہے۔

گویا اب حق ہے کہ ان کو بغاوت کی سزا دی جائے، اور آپ جانتے ہیں کہ بغاوت کی سزا قتل ہے، مگر یہ حکومت کا کام ہے، اگر کوئی مسلمان اور اسلامی حکومت آئے گی تو ضرور اس پر عمل ہو گا۔

وَلَا خَرْ وَحْوَ لَنَا لَهُ الْعَدْلُ لِلْهَارِبِ الْعَالَمِينَ

مرزا کے دعویٰ ہائے نبوت، میسیحیت، مہدیت اور مجددیت کی حقیقت

پیشِ نظر بیان کوئی ختم نبوت کا انفراس میں ہوا، جسے
حضرت مولانا منظور احمد الحسینی نے کیسٹ سے نقل کر کے
اشاعت کے لئے مہیا فرمایا۔.....سعید احمد جلال پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ) علیٰ یحیا وَ الْذِينَ (اصطفی)!

امتناع قادیانیت آرڈی نینس ۱۹۸۲ء کو نافذ کیا گیا، بلاشبہ

امتناع قادیانیت آرڈی نینس ۱۹۸۳ء، قادیانیت پر اتنی شدید ضرب تھی کہ اس سے
قادیانیت ہل گئی۔

امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی شدت:

جس دن یہ آرڈی نینس نافذ ہوا، جمعرات کا دن تھا، اگلے دن جمعہ تھا، جمع
پڑھانے کے لئے مرزا طاہر اپنی نام نہاد ”مسجدِ اقصیٰ“ میں گیا، لیکن اس دن قانون نے
کہا کہ آج سے تم اپنی عبادت گاہ کو ”مسجد“ نہیں کہہ سکتے، اذان نہیں دے سکتے، اپنے
آپ کو اسلام سے منسوب نہیں کر سکتے، چنانچہ اس قانون کے نفاذ سے مرزا طاہر کے

دماغ پر اتنی شدید چوٹ لگی کہ وہ اپنی عبادت گاہ... جس کو وہ "مسجدِ قصیٰ" کہتا تھا... میں جا کر مقتدیوں کے سامنے رو رو کر واپس آگیا، اس نے خطبہ پڑھانے جمعہ پڑھا، بلکہ یوں ہی واپس آگیا، اور اس سے اگلے دن اس نے لندن روانگی کی تیاری کر لی۔ اندازہ فرمائیے! کہ اس آرڈی نیس کے کوڑے کی کتنی شدید چوٹ ہو گی؟

قادیانیوں کی خونے بد:

اے قادیانیو! میں منتظر تھا کہ تم دس سال کے بعد کوئی شرارت کرو گے، کیونکہ تمہاری خونے بد میں یہ داخل ہے کہ تم ہر دس سال بعد کوئی نہ کوئی شرارت کرتے ہو، اب ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۳ء آگیا، لیکن ابھی تک تم کچھ کرنہیں سکے، یعنی ایسی کوئی شرارت نہیں کر سکے۔

ابھی مولانا اللہ و سایا صاحب شکایت کر کے گئے ہیں کہ قادیانی کچھ شرارت کر رہے ہیں۔

قادیانی، ایمانی جیب کترے:

میں کہتا ہوں کہ شرارت کر رہے ہوں گے، مگر چوروں، ڈاکوؤں اور جیب کتروں کی طرح، لیکن انہیں معلوم ہو گا کہ قانون موجود ہے، اسی طرح لوگ کہتے ہیں کہ چور، جیب تاشتے ہیں تو ہم کیا کریں؟ کیونکہ جیب تاش پتہ نہیں چلنے دیتے۔ میں کہتا ہوں یہ ٹھیک ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رکھو کہ آج تک کسی جیب کترے کو کوئی عزت نہیں ملی، کیوں اگر جیب کتروں کو عزت ملی ہے تو بتاؤ؟

انیما کی دعوت ڈنکے کی چوٹ پر:

حضرات انیما کرام علیہم السلام... انہوں باللہ، نعمۃ باللہ، توبہ توبہ، استغفار اللہ... جیب کترے نہیں ہوتے، وہ تو ڈنکے کی چوٹ اپنی دعوت دیتے ہیں، اگر تم میں ہمت ہے تو آؤ میرے پاس آؤ، مجھے دعوت دو، علمائے کرام کے پاس جاؤ ان کو دعوت دو، تم

نے مبارہ کر لئے، مناظرے کر لئے، سب کچھ کر لیا، مگر رہے جھوٹے کے جھوٹے، اب آپ جیب کرتے ہیں؟ یہ قادریانی بے خبر اور بھولے بھالے نوجوانوں کو اپنے ہاں لے جاتے ہیں، اور جیب کا آپریشن کر دیتے ہیں، یعنی اس کے ایمان کی جیب کا، اس طرح آپریشن کر دیتے ہیں کہ اس بیچارے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

مرزا قادریانی کے دعاوی:

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ مرزا غلام احمد قادریانی نے پہلے "مجدہ" ہونے کا دعویٰ کیا، پھر ۱۸۹۱ء میں "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کیا، ساتھ ہی کہا کہ میں "مہدی" بھی ہوں، اور یہ بھی کہا کہ مسیح اور مہدی ایک ہی چیز ہے، اور ۱۹۰۱ء میں اس نے "نبوت" کا دعویٰ کیا۔

حضرت عیسیٰ ہی مسیح موعود ہیں:

میں نے قادریانیوں سے کہا کہ: تمہارا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد "مسیح موعود" ہے... میری بات کون لو... "مسیح موعود" میں دو لفظ ہیں، ایک مسیح اور دوسرا موعود، جس کا معنی ہے: "وَهُوَ مسیحُ جِنَّةِ الْمُهْمَّةِ" کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ لورأس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ قرب قیامت میں کانا دجال نکلے گا، اور یہ تو آپ سب کو بھی معلوم ہے کہ کانا دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے آمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، یہ ہے وہ "مسیح موعود" جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس مسیح کو، مسیح موعود اور مسیح ابن مریم کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ: "مَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَمُوْلٌ" اسی طرح قرآن میں جگہ جگہ "مسیح ابن مریم" کا لفظ آیا ہے، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں، نبوت کی تاریخ میں "مسیح" کتنے ہوئے ہیں؟ بلاشبہ ایک ہی مسیح ہوا ہے اور دنیا ایک ہی مسیح کو جانتی ہے اور وہ ہیں حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام، یعنی ان کے علاوہ کوئی دوسرا ہے تو

مجھے بتاؤ! اگر قرآن مجید، حدیث اور پہلی یعنی بچپنی کتابوں میں، اس ایک مسجح کے علاوہ کوئی دوسرا مسجح ہوتا مجھے اس کی نشاندہی کرو؟ دراصل مسجح ابن مریم ہی مسجح مسعود ہے۔

نزول مسجح کے بارہ میں غلام احمد کا اعتراف:

مرزا غلام احمد ”روحانی خزانہ“ میں درج اپنی کتاب ”ازالہ اوہام“ میں لکھتا ہے، دراصل قادیانیوں نے مرزا کی عام کتابوں کو ۲۳ جلدوں میں چھاپ دیا ہے، اور انہوں نے ان کا نام رکھا ہے: ”روحانی خزانہ“ اسی روحانی خزانہ کی تیسری جلد کے صفحہ: ۳۰۰ میں لکھتا ہے:

”مسجح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے، جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے، پوری امت کا اس پر اجماع ہے اور صحاح میں جس قدر پیش گویاں لکھی گئی ہیں، کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تو اتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے، انجلی بھی اس کی مصدق ہے۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خزانہ ج: ۳ ص: ۳۰۰)

مرزا قادیانی کا اپنے کو مسجح کہنے سے انکار:

میرے پاس ایک قادیانی خاتون آئی، اس نے کہا کہ: مرزا صاحب ہی وہ مسجح ہیں جن کے آنے کا وعدہ ہے۔ میں نے اس قادیانی خاتون کے سامنے کتاب کھول کر رکھ دی اور میں نے کہا کہ: اب تم ہی بتاؤ کہ کس نے آنا ہے؟ دوم: یہ کہ مسجح مسعود کون ہے؟ اور مسجح ابن مریم کون ہے؟ پھر میں نے اسی کتاب کا صفحہ: ۱۹۲ نکالا جس کا عنوان اور مولیٰ سرفی ہے: ”علماء ہند کی خدمت میں نیاز نامہ“ (غلام احمد کا علمائے ہند کی خدمت میں نیاز نامہ) جس میں اس نے لکھا:

”اے علمائے دین و مفتیان شریعہ تین، میری

معروضات کو متوجہ ہو کر سنو کہ اس عاجز نے جو مثالی مسح ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کو بعض کم فہم لوگ مسح موعود سمجھ بیٹھے ہیں.....“
اس کے آخر میں پھر کہتا ہے:

”میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسح ابن مریم ہوں، جو شخص یہ الزام مجھ پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔“

غلام احمد، مسح موعود کیسے بن گیا؟

”مفتری“ کہتے ہیں بہتان باندھنے والے کو، اور ”کذاب“ کہتے ہیں بہت جھوٹے کو۔ گویا جو آدمی غلام احمد کو مسح موعود کہے، وہ غلط فہمی کا شکار ہے، اور جو آدمی مرزا غلام احمد کو مسح ابن مریم کہے، وہ مفتری اور کذاب ہے، کیونکہ آنا تھا مسح ابن مریم کو، مگر جو غلام احمد کو مسح ابن مریم کہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ یہ غلام احمد ”مسح موعود“ کیسے ہوا؟ جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والا مسح، جس کو ہم مسح موعود کہہ سکتے ہیں، وہ تو مسح ابن مریم ہے، چنانچہ خود غلام احمد قادریانی کا نوں پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ: ”میں مسح ابن مریم نہیں ہوں، بلکہ جو مجھے مسح ابن مریم کہتا ہے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔“ اب تم ہی بتاؤ کہ غلام احمد ”مسح موعود“ کیسے بن گیا؟ اس پر وہ بی بی کہنے لگی کہ یہ نہیں ہو سکتا۔

غلام احمد، مہدی بھی نہیں:

میں نے کہا: اور سنو! مرزا غلام احمد قادریانی کہتا ہے کہ: ”میں مہدی ہوں“ دراصل سب مسلمان اس کے قائل ہیں کہ حضرت مہدی آئیں گے، تم نے شاید نہ سنا ہو، تو میں تمہیں سمجھادوں کہ مہدی کا نام ”محمد“ ہو گا، اس کے باپ کا نام ”عبداللہ“ ہو گا، اور وہ حضرت حسنؑ کی اولاد میں سے ہوں گے، حضرت حسینؑ کی اولاد سے نہیں

ہوں گے، بلکہ حسپی اور فاطمی سید ہوں گے، حضرت فاطمہؓ کے اولاد میں سے ہوں گے، اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ غلام احمد، ”محمد“ نہیں تھا، اللہ کی شان! اُس کے نام میں کہیں دُور و نزدیک ”محمد“ کا لفظ نہیں آیا، ہاں! اگر مرزا اپنا نام محمد غلام احمد ہی رکھ لیتا، تو چلو پچھے جھوٹے کہیں ”محمد“ کا لفظ آہی جاتا، مگر ایسا بھی نہیں کرسکا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہدی کا نام میرے نام پر ہوگا: محمد... اور مہدی کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا: عبد اللہ... غلام احمد کا نام کیا تھا؟ قادیانی ہم سے زیادہ جانتے ہیں، چلو کہہ دو کہ اس کا نام... غلام احمد... تھا اور بچپن میں اس کو ”سنڈھی“ کہتے تھے، گویا اس کا پیار کا نام ”سنڈھی“ تھا، اور بعد میں اس نے غلامی کا جوا اُتار پھینکا تو خود ہی... احمد... بن گیا۔ ہمارے مولوی سعداللہ لدھیانوی کہتے تھے: ”غلامی چھوڑ کر احمد ہوا تو“... اللہ کی شان...!

بدبخت غلام، آقا کے منصب پر:

ہم نے ایک قصہ سنائے، میری مائیں بہنیں بھی سن رہی ہوں گی، ہوا یہ کہ ایک شخص کا نوکر تھا، مالک کہیں چلا گیا، چیچھے گھر پر غلام رہ گیا، تو وہ غلام مالک کے حرم میں داخل ہو گیا، جانتے ہو اس غدار کا انجام کیا ہونا چاہئے؟ جو غلامی چھوڑ کر اپنے آقا کے بستر پر پہنچ جائے، جانتے ہو ایسے شخص کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اسی طرح جو شخص اپنے آپ کو غلام احمد کہلاتا تھا، اور اس کا نام غلام احمد تھا، وہ بدبخت غلامی چھوڑ کر خود احمد بن بیضا، اور... نبوز باللہ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر غاصبانہ قبضہ کرنے لگا، تو ایسے شخص کا انجام کیا ہونا چاہئے؟

فرمایا کہ: مہدی کا نام میرے نام پر ہوگا، اور مہدی کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا، اور اس کی ماں کا نام میری ماں کے نام پر ہوگا، یعنی: محمد بن عبد اللہ۔ جبکہ مہدویت کے اس دعویدار کا نام غلام احمد بن غلام مرتفعی ہے، اور اس کی ماں کا نام

چراغ بی بی ہے، سوال یہ ہے کہ یہ مہدی کس طرح بن گیا؟
 ۱۹۰۱ء سے پہلے مدعاً نبوت کافر،
 تو بعد میں کیسے مسلمان ہو گیا؟

اس کے بعد نبوت کا مسئلہ دیکھئے! میں نے کہا کہ اس نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا، حالانکہ اس سے پہلے وہ کہتا رہا کہ: ”میں مدعاً نبوت کو ملعون اور کذاب جانتا ہوں“، اور ”جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ خارج از اسلام ہے۔“

میں نے مرزا کے وہ حوالے بھی نکال کر سامنے رکھ دیئے اور آج بھی سب قادیانیوں کے سامنے رکھنے کے لئے تیار ہوں، ان قادیانیوں کو تو ضرورت بھی نہیں ہے، جو جانے والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں، رہے بیچارے عوام! ان کو تو پتہ نہیں کہ غلام احمد کیا کہتا اور کیا لکھتا رہا ہے؟ خیر میں نے وہ حوالے نکال لئے اور میں نے کہا کہ: کل تک یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے تک مدعاً نبوت ملعون، کذاب اور خارج از اسلام تھا، اور ۱۹۰۱ء کے بعد وہ اسلام میں کیسے داخل ہو گیا؟

جرایل کیسے آگیا؟ قادیانیوں سے سوال!

ایک بات میں نے مرزا طاہر سے برٹنگم، برطانیہ ختم نبوت کانفرنس میں پوچھی تھی، میں نے کہا تھا کہ مرزا طاہر کے دادا نے لکھا ہے کہ: ”نبی بغیر جرایل کے نہیں بن سکتا، نبی وہ ہے جس کے پاس جرایل علیہ السلام وحی لے کر آئے، وحی لانے والا فرشتہ جرایل ہے۔“ کیونکہ غلام احمد نے ”ازالہ اوہام“ میں لکھا ہے کہ: ”نبی وہ ہوتا ہے جس کے پاس جرایل آئے“ اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ: ”جرایل کے آنے کا دروازہ قیامت تک بند ہے۔“ میں نے مرزا طاہر سے کہا تھا کہ ایک سوال کا جواب دے دو اور مجھے یہ بتا دو کہ غلام احمد نے تو اُس وقت دروازہ بند کر دیا تھا، بعد میں نبی بننے کے لئے یہ دروازہ کیسے کھلا؟ چاپی کس کے پاس تھی؟ کوئی

قادیانی اس کا جواب نہیں دے سکتا، میرا چیلنج ہے مرزا طاہر سے لے کر ان کے سارے مبلغین تک کو۔

اگر یہاں کوئی میں بھی کوئی مربی شریبی ہوں تو ان کو بھی یہ چیلنج ہے، اگر کسی قادیانی میں طاقت ہے تو میرے اس نکتہ کا جواب دے دے کہ باپ جبرائیل بقول مرزا غلام احمد قادیانی بند ہو چکا تھا، اور جبرائیل کی آمد کے بغیر کوئی نبی نہیں بن سکتا، تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی بننے کے لئے یہ (نبوت کا) دروازہ کیسے کھول دیا؟ یہ ذرا سمجھا دو۔

مرزا بیعنیہ محمد رسول اللہ!

پھر میں نے اس خاتون کو سمجھایا کہ بی بی! میں بتاتا ہوں کہ یہ نبی کیسے بنا ہے؟ غلام احمد کہتا ہے کہ: میں کوئی الگ ہوں ہی نہیں، بہاں! اگر کوئی الگ نبی آئے تو اُس کے لئے تم تلاش کرو کہ آیا جبرائیل آسکتا ہے یا نہیں؟ میں تو بیعنیہ "محمد رسول اللہ" دوبارہ آگیا ہوں، للا حوالہ دلا فوہ للا بالله!

چنانچہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ:

"محمد رسول الله والذين معه اشلاء على

الكافر رحمة بينهم. اس وحى الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور
رسول بھی۔ محمد رسول اللہ میں ہوں۔" (نعوذ باللہ!)

(روحانی خزانہ ج: ۱۸ ص: ۲۰۷)

پھر دوسرے حوالے بھی دکھائے اور مرزا بشیر احمد ایم اے کا حوالہ بھی دکھایا۔

چنانچہ مرزا بشیر احمد کہتا ہے کہ: "ہمارے نزدیک تو بیعنیہ محمد رسول اللہ دوبارہ آگئے،" اور ان کا ایک قاضی اکمل نامی شاعر ہوا ہے، وہ کہتا ہے:

امام اپنا عزیزو اُس جہاں میں
غلام احمد ہوا دارالامام میں

دارالامام قادیانی کو کہتے ہیں، گویا وہ یہ کہتا ہے کہ ہمارا امام غلام احمد ہے۔

غلام احمد ہے عرشِ رتب اکبر

مکان اس کا ہے گویا لامکاں میں

یعنی وہ مرزا رہتا ہے زمین پر، مگر مکان اس کا لامکاں میں ہے، نعمۃ باللہ!

(سنفیر اللہ)

آگے چل کے مزید کہتا ہے:

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں

اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاہ میں

محمد جس نے دیکھنے ہوں اُنکل

غلام احمد کو دیکھنے قادیانی میں

میں نے کہا کہ یہ نبوت کا دعویٰ ہے، نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ خود اسے محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ ہے، اب کون بے غیرت مسلمان ایسا ہوگا جو

کسی بھینگے، کانے کو بھیشیت "محمد رسول اللہ" قبول کر لے... نعمۃ باللہ... بلاشبہ اس کے

سارے دعوے جھوٹے تھے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد نے "مجدد" ہونے کا دعویٰ بھی کیا، اس کا مجدد

ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹا، جس طرح اس کے "مسیح"، "مہدی" اور "نبی" ہونے کا دعویٰ

جھوٹا تھا، یعنی اسی طرح اس کا "مجدد" ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹا تھا۔

قادیانیوں کا کلمہ اسلام پر ایمان نہیں:

اب ایک اور بات سنو! قادیانی کہتے ہیں کہ ہم "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ"

پڑھتے ہیں، پھر کہتے ہیں بلکہ گوکو کافرنہ کہو۔

میں کہتا ہوں کہ قادیانیوں کا بلکہ ان کے ابا مرزا غلام احمد کا بھی کلمہ پر ایمان

نہیں تھا، ان کا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پر ایمان کا دعویٰ جھوٹا تھا، اور جھوٹا نکلا، ملاحظہ ہو: مرزا غلام احمد نے محمدی بیگم کے باپ کو لکھا تھا، کیونکہ اس نے محمدی بیگم کا، اس کے باپ سے رشتہ مانگا تھا... لمبی بات ہے... بہر حال مرزا نے محمدی بیگم کے باپ کو لکھا کہ: میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کے نام کی جھوٹی قسم کھانا لعنیوں کا کام ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ آپ کی وختِ کلام کا رشتہ مجھ سے ہوگا، یعنی آپ کی بڑی لڑکی میرے نکاح میں آئے گی... کہتا ہے کہ... اللہ نے الہام کیا، لیکن اس کا ”اللہ“ بھی کوئی ایسا ہی ہوگا جو وعدہ کر کے کھر جاتا ہے، ہمارا خدا تو ایسا نہیں ہے۔

سنوا! حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں، اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا تھا، ان کی آپس میں نہیں بنی اور طلاق ہو گئی، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ اس سے نکاح کر لیا جائے تاکہ اس بیچاری کی دل جوئی ہو، کیونکہ اس کو طلاق جو ہو گئی تھی، لیکن خطرہ اس بات کا تھا کہ کافر کہیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، کیونکہ لے پا لک کو جاہلیت میں بینا سمجھا جاتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے بائیسویں پارے میں قرآن کریم کی آیت نازل کی اور فرمایا: ”زَوْجِنَكُهَا“ ہم نے تیرا نکاح اس خاتون (زینب رضی اللہ عنہا) سے کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے کس نے کیا؟... اللہ نے...! اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اٹھ کر بغیر کسی اجازت کے اور بغیر پرده کے اپنے گھر یعنی حضرت زینب کے گھر تشریف لے گئے، اس کو کہتے ہیں: ...اللہ نے نکاح کیا...! اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی سہیلوں، یعنی دوسری امہمات المؤمنین کے مقابلے میں فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح کسی کے باپ نے، کسی کے پچانے کیا اور کسی کے بھائی نے کیا ہوگا، مگر میرا نکاح تو اللہ رب العالمین نے کیا ہے۔

ادھر غلام احمد کو بھی اس کے ”رب“ نے کہا تھا: ”زَوْجِنَكُهَا“ کہ ہم نے

تیرا نکاح محمدی بیگم سے کر دیا ہے، لیکن شاید اس کا ”خدا“ بھول گیا۔ نعوذ باللہ... خیر وہ توجہ ہوا سو ہوا۔

مرزا کا فلمہ اسلام پر ایمان، اپنے الہامات کی مانند: جو بات میں نے آپ کو سنائی ہے، وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد اپنے ”الہامی خر“ کو خط لکھتا ہے کہ:

”میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے، کہ مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ آپ کی دخترِ کلاں کا رشتہ میرے ساتھ ہوگا، اور اگر کسی اور جگہ کیا تو بڑے غلط نتیجے نکلنیں گے۔“

اور آگے چل کر کہتا ہے:

”اور میں جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتا ہوں، ویسے ہی اپنے اُن الہامات پر لاتا ہوں جو مجھے متواتر ہوئے۔“

(کلمہ فضل رحمانی ص: ۶۲۳، قاریانی مذہب کا علمی محاسبة ص: ۳۵۹، مطبوعہ قیمت نبوت)

یعنی غلام احمد کو ”لا الہ الا اللہ“ پر ویسا ہی ایمان ہے جیسا کہ محمدی بیگم کے نکاح پر ایمان ہے... یہی نتیجہ نکلے گا یا کوئی اور؟... ظاہر ہے کہ یہی نتیجہ نکلے گا... گویا وہ کہتا ہے کہ میں جیسے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پر ایمان لاتا ہوں ایسا ہی ان متواتر الہامات پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئے... لیکن افسوس کہ وہ الہامات تو جھوٹے نکلے... اگر اللہ کی طرف سے الہام ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تو کوئی نہیں ٹال سکتا تھا، نہ احمد بیگ (محمدی بیگم کا باپ) ٹال سکتا تھا، نہ کوئی اور ٹال سکتا تھا۔

چے اور جھوٹے کا فرق:

اب چے اور جھوٹے کا فرق دیکھو کہ چے پر "زوجنگھا" کی آیت نازل ہوتی ہے تو وہ اُنھ کراپی مسلکوں کے گھر چلے جاتے ہیں، اور وہ "أَمِّ الْمُؤْمِنِينَ" بن جاتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقد کر دیا تھا... ٹھیک ہے ناا... دوسری طرف جھوٹے پر یہ جھوٹا الہام ہوتا ہے تو ساری عمر گزر گئی، مگر محمدی بیگم اس کو نہ مل سکی، اور وہ دوسرے کے پاس رہی، اور یہ بیچارہ ایڑیاں رگڑتا مر گیا۔

محمدی بیگم والا الہام جھوٹا، تو اس کی طرح کا کلمہ

اسلام پر ایمان بھی جھوٹا:

کہنا یہ ہے کہ جب محمدی بیگم والا یہ الہام جھوٹا نکلا کہ "محمدی بیگم تیرے نکاح میں آئے گی" اور وہ نہیں آئی تو یہ جھوٹ نکلا، اب جیسے اس الہام پر اس کا ایسا ہی ایمان تھا جیسا کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ" پر، گویا جبکہ محمدی بیگم کے نکاح ہونے پر اس کا ایمان تھا، جب محمدی بیگم والا الہام جھوٹ نکلا تو یہ بھی جھوٹ نکلا، معلوم ہوا کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ" پر بھی اس کا ایمان جھوٹا ہے، کوئی قادریٰ اس کو سچا کر کے دکھادے۔

حرمت بی بی دوزخی، تو مرزا اس کے جہنم میں جائے گا؟

غلام احمد قادریانی اپنی کتاب "انجام آئھم" میں لکھتا ہے کہ مجھے تین الہام ہوئے تھے، ایک الہام ہوا تھا کہ: "یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ" اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں ٹھہرو... تیری زوجہ... یہ پہلی بیوی کی طرف اشارہ تھا، چنانچہ خود غلام احمد کہتا ہے کہ: یہ پہلی بیوی کی طرف اشارہ تھا، جو غلام احمد قادریانی کے بیٹے فضل احمد کی ماں تھی، اس بیچاری کا نام تھا

حرمت بی بی، مگر اس کو کہتے تھے ”بھیج دی ماں“۔ غلام احمد نے اس کو طلاق دے دی تھی، جب غلام احمد نے اس کو طلاق دی تو وہ بن گئی تھی ”دوزخی“، سوال یہ ہے کہ یہ الہام کیا سچا ہوا؟ ”یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ“ یہوی ادھر جہنم میں جا رہی ہے یہ ادھر جا رہا ہے، تو یہ اپنی یہوی کے ساتھ کیسے جنت میں جائے گا؟ وہ تو یہوی ہی نہیں رہی!

مرزا ”مریم“ تو اس کا شوہر کون تھا؟

اس کو دوسرا الہام ہوا تھا: ”یا مریم ادخل انت وزوجک الجنۃ“ اے مریم! تو داخل ہو جا اور تیرا زوج جنت میں۔ مرزا مریم بنی، کہنا چاہئے تھا کہ اے مریم تو داخل ہو جا جنت میں، عربی میں اس کو ”ادھلی“ کہنا چاہئے تھا، کیونکہ عربی میں مرد کو کہتے ہیں: ”ادھل“ اور عورت کو کہتے ہیں: ”ادھلی“۔ جب مرزا مریم ہوا، تو اگر اللہ اس کو خطاب کرتا تو ”ادھل“ کے ساتھ کرتا یا ”ادھلی“ کے ساتھ کرتا؟ ظاہر ہے ”ادھلی“ کے ساتھ خطاب کرتا، تو مریم مرزا غلام احمد قادریانی ہوا تو اس کا شوہر کون تھا؟ (کیونکہ آگے ہے وزوجک الجنۃ) یہ عقدہ آج تک حل نہیں ہوا، اے مریم تو داخل ہو جا اور تیرا زوج جنت میں۔ قادر یا نبی! یہ تمہارے ذمہ قرض ہے، چلو تم اس کی تشریع کر کے دکھادو! اگر تمہارا کوئی مربی ہے تو وہ میرے سامنے اس کی تشریع کر دے۔

تیسری یہوی محمدی بیگم والا الہام کیسے سچا ثابت ہوا؟

اسی طرح اس کو تیسرا الہام ہوا تھا: ”یا احمد ادخل انت وزوجک الجنۃ“ اے احمد! تو داخل ہو جا اور تیری یہوی جنت میں۔

کہتا ہے کہ اس الہام میں تیسری یہوی کی طرف اشارہ ہے، وہ تیسری یہوی کون سی ہے؟ یعنی محمدی بیگم کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ جب وہ میری یہوی بنے گی تو احمدی ہو گی اور میں احمد بن جاؤں گا،... سبحان اللہ... سوال یہ ہے کہ وہ نکاح تو نہیں

ہوا، اور ساری عمر نہیں ہوا، اُس نے بیوہ ہونے سے انکار کر دیا، اب مسلمانوں کا نکاح پر تو نکاح ہوتا نہیں، اگر محمدی بیگم کا شوہر سلطان سیز فارم کرتا تو کچھ توقع ہو سکتی تھی، کینہذی ذیث مل جاتے، امیدوار بن جاتے، اُس نے سیٹ نہیں فارغ کی، وہ سلطان محمد کی منکوحہ رہی۔

میں نے ایک رسالے میں لکھا تھا کہ مقابلہ ”غلام“ اور ”سلطان“ کا تھا، ایک طرف غلام احمد اور دوسری سلطان محمد، تو محمدی بیگم کی مت ماری گئی تھی کہ وہ ”سلطان“ کو چھوڑ کر ”غلام“ کے پاس جائے؟

خیر! وہ تو فارغ نہیں ہوئی اور محمدی بیگم کا غلام احمد سے نکاح نہیں ہوا، تو یہ الہام کیوں کر صحیح ہوا؟

یہ تین الہام اکٹھے تھے، جو مرزا غلام احمد قادریانی کو ہوئے، ”یا ادم اسکن انشت وزوجک الجنۃ“ وہ یہوں (بقول مرزا کے) کافروں کے ساتھ مل گئی، کیا غلام احمد اس کے ساتھ جہنم میں جائے گا؟

اور دوسرا الہام ہوا تھا: ”یا مولیم ادخل انت وزوجک الجنۃ“ یہ مریم کون تھی؟ اور اس کا زوج کون تھا؟ اور جنت میں کیسے داخل ہوئے؟

اور تیسرا الہام تھا: ”یا احمد ادخل انت وزوجک الجنۃ“ وہ احمد کیسے بنًا جب وہ یہوی اس کے نکاح میں نہیں آئی، تو الہام کیسے صحیح ہوا؟

مرزا سب جھوٹوں کا جھوٹا:

میں کہتا ہوں کہ مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ راز کھول دیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے مرزا غلام احمد قادریانی کی ایک ایک بات جھوٹ کر دی ہے، آدمی کو دعویٰ نہیں کرنا چاہئے بری بات ہے، لیکن ایک بات کہتا ہوں کہ دنیا میں جتنے جھوٹے ہوئے ہیں، ہر ایک کا جھوٹ مرزا غلام احمد قادریانی میں موجود تھا۔

مرزا کی کسی کتاب کا کوئی صفحہ جھوٹ اور کفر سے خالی نہیں:

میرا ایک دعویٰ تو یہ ہے، اور دوسرا دعویٰ یہ کرتا ہوں کہ مرزا کی کوئی کتاب کھول لو، جہاں سے چاہو کھول لو، میں ثابت کر دوں گا کہ یہ بات جھوٹ ہے، کوئی صفحہ جھوٹ سے خالی نہیں، کوئی صفحہ کفر سے خالی نہیں، کوئی صفحہ جمل سے خالی نہیں، کوئی صفحہ بے ایمانی سے خالی نہیں اور کوئی صفحہ لغویات سے خالی نہیں، میں پوچھتا ہوں کہ تمہیں ”مسجح موعود“ بنانا ہی تھا تو ایسے کو کیوں بنایا؟ کسی اچھے بھلے کو تو بناتے...!

مرزا تو انسان ہی نہیں تھا:

میں اپنے قادیانی دوستوں کی خدمت میں ایک دفعہ پھر عرض کرتا ہوں، مجھ سے سمجھو! اگر کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تو میں سمجھانے کے لئے حاضر ہوں، رتب کعبہ کی قسم! مرزا غلام احمد نہ بی ہے، نہ مہدی ہے، نہ مسجح موعود ہے، نہ مجدد ہے، نہ عالم فاضل ہے، اور نہ انسان ہے، وہ بیچارا تو خود کہتا ہے:

کرم خاکی ہوں مرے پیارے، نہ آدم زاد ہوں!

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار!

مرزا انسانیت کے لئے عار ہے!

آدی کے پورے وجود میں جو جائے نفرت ہوتی ہے، جس کو چھپا کر لوگ رکھتے ہیں، اور اسے نگاہ نہیں کرتے، کیونکہ اس سے نفرت آتی ہے، وہ کون سی جگہ ہے؟ سب جانتے ہیں وہ انسان کی شرم گاہ ہے! اس لئے وہ کہتا ہے: ”ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار“، یعنی اس کا وجود انسانیت کے لئے عار تھا، تم بتوت لئے پھرتے ہو، میسیحت لئے پھرتے ہو۔

اب آخر میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ابھی مولا نا اللہ و سمایا نے کہا تھا کہ: ”تمہیں ان کا کچھ مدارک کرنا چاہئے، یہ تو دجال اور خرید جال ہیں، ان کا

عیین علیہ السلام ہی علاج کریں گے۔“

مرزا نیوں سے بات کرنا سکھو!

لیکن میں تم سے اتنی بات کہنا چاہتا ہوں کہ ایک ایک بات مرزا کی سیکھ لو، اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے ناطے سے اپنے ذمہ فرض سمجھو کر میں نے قادیانیوں سے بات کرنی ہے، جتنی باتیں میں نے سمجھائی ہیں ان کو یاد کرو، حوالے لے لو، میں ان کی کتابوں کے حوالے دے دوں گا، مجھ سے حوالے لے لو، اور ایک ایک آدمی، ایک ایک قادیانی سے ملے اور یہ بات پوچھئے، کیوں بھائی! اس پر تیار ہو گے؟ صحیح صحیح بتاؤ! (لوگوں نے کہا انشا اللہ)۔

اپنے اپنے دائرہ میں کام کرو!

بھائی! تم سنجیدہ حضرات ہو، میں کہتا ہوں اگر تم بہت بڑے افسر ہو تو تم اپنی سطح کے افسروں سے بات کر سکتے ہو، اگر تم مزدور ہو تو مزدوروں سے بات کر سکتے ہو، اگر تاجر ہو تو تاجروں سے بات کر سکتے ہو، وکیل ہو تو وکیلوں سے بات کر سکتے ہو، حوالے مجھ سے لو، دو اور دو چار کی طرح کے حقائق ہیں، اگر اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ تمہیں پیدا ہو، تو ان کے لئے میں جرمانہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ شک و شبہ والی بات ہی نہیں۔

کذب مرزا کا سورج نکلا ہوا ہے:

سورج نکلا ہوا ہے، سورج نکلنے کے بعد تو ہر چیز روشن ہوتی ہے، اگر کوئی آنکھیں بند کر لے تو اس کی مرضی ہے، غلام احمد کے جھوٹ کا سورج نکلا ہوا ہے، جو سیاہ اور کالے رنگ کا جبشی ہے، اب کوئی کہے کہ اس کا لے جبشی کو جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں، جبڑے ایسے ہیں، شکل بگڑی ہوئی ہے، یا سجان اللہ ”چندے آفتاب و چندے ماہتاب“ ہے، اور اللہ نے حسن یوسف سب کا سب اسی کو دے دیا ہے، تو پھر

اس کی نظر کا قصور ہو گا۔

قادیانیوں کو بھاگنے پر مجبور کرو!

میں ذعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا خادم بنائے اور قادیانیوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، میں نے سنا ہے کہ یہاں قادیانیوں کے دو ذہانی سوگھر ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارا شہر قادیانیوں سے پاک ہو جائے، یا تو یہ مسلمان ہو جائیں یا پھر دم دبا کر بھاگنے والے بنیں، اتنا ان کو بخک کرو، میں ڈنڈا مارنے کو نہیں کہتا، ان سے باتیں کرو، باقتوں سے ان کو بخک کرو، ان سے ایک ایک بات پوچھو، روزانہ میں ایک بات بتلانے کے لئے تیار ہوں، سال کے تین سو پیسھے دنوں میں سے روزانہ مجھ سے ایک ایک بات غلام احمد کے جھونٹا ہونے کی پوچھو اور ہر دن نئی بات نئی دلیل مانگتے جاؤ، میں دیتا جاؤں گا، حوالے کے ساتھ، اور وہ حوالہ قادیانیوں کے سامنے پیش کرو، وہ پانی نہیں مانگتے گے، جیسے سانپ کا ڈسا ہوا پانی نہیں مانگتا، اللہ تمہیں توفیق عطا فرمے اور آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات بہت جم کر بیٹھے۔

وَأَنْزَلَنَا رَبُّ الْعَالَمِينَ

قادیانی عقائد پر ایک نظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْعَصْرُ لِلّٰهِ وَسَلَّمَ) حَمْدٌ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَطْفَلْ!

لوگوں کا خیال ہے کہ آئینی ترمیم سے قادیانی مسلم حل ہو گیا ہے، چنانچہ اس پر اظہار خیال کیا گیا ہے، ہمارے مولانا عبدالجید صاحب نے تحفظ ختم نبوت کا مفہوم بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ ختم نبوت کیا چیز ہے؟ اور تحفظ ختم نبوت کیا ہے؟ میں بھی اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

فتنوں کی پیش گوئی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت میں فتنوں کے ظاہر ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی، اس لئے فرمایا:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فَسَاكِنُهُمْ اللَّيْلُ الْمُظْلَمُ! يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُنْسِي كَافِرًا، أَوْ يُنْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبْيَعُ دِينَهُ ثُغْرَرِضٌ مِنَ الدُّنْيَا.“ (صحیح مسلم ج: ۲۵ ص: ۷۵)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ان فتنوں کے آنے سے

پہلے پہلے، جلدی جلدی نیک اعمال کرلو، جو فتنے کہ ایک تاریک اور سیاہ رات کے
غلتوں کی طرح ہوں گے، جس میں آدمی کو پتہ نہیں چلتا، سیاہ وسفید کا امتیاز نہیں بوتا،
آدمی صحیح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر،... اللہ پناہ میں رکھے... شام کو مومن سوئے گا تو
صحیح کو کافر ہوگا، جس طرح تاریک رات میں سیاہی وسفیدی کا پتہ نہیں چلتا، اس طرح
فتون کے دور میں خاص طور پر کمزور نظر والوں کو حق اور باطل کا پتہ نہیں چلتا، حق کیا
ہے؟ باطل کیا ہے؟

ایمان و عقیدہ کی نگاہ کمزور ہے:

بہت سے لوگوں کو آپ نے یہ کہتے ہوئے سنائے ہوگا کہ یہ مولوی لڑاتے رہتے
ہیں، اب ہمیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ حق اور رجح کیا ہے اور جھوٹ اور باطل کون سا
ہے؟ کیونکہ یہ بھی قرآن پڑھتے ہیں اور وہ بھی قرآن پڑھتے ہیں۔ بھائی! نظر کمزور
ہے اور راستہ تاریک ہے، سیاہ کپڑے کا اور سفید کپڑے کا پتہ نہیں چلتا، اس لئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے ظہور کی پیش گوئی فرمائی ہے۔

فتنه کی تعریف:

فتنه کی تعریف یہ ہے کہ باطل کو حق کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، یہاں
تک کہ عام آدمی کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز مشکل ہو جاتا ہے، اس امت میں
بہت سے فتنے اُٹھے اور الحمد للہ! ان کا سرچکل دیا گیا۔

دجال کا فتنہ سب سے بڑا:

ان فتنوں میں سے ایک یہ قادیانی فتنہ ہے، اور میرا اندازہ یہ ہے کہ اس کے
بعد سب سے بڑا فتنہ صرف ایک ہی باقی ہے، اور سب سے بڑا فتنہ وہی ہوگا، اور وہ
ہے مسح الدجال کا فتنہ!

دجال ایک سال دو مہینے اور دو ہفتے رہے گا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق کانا دجال نکلے گا، وہ دنیا میں چالیس دن رہے گا، ان چالیس دنوں کا پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر، اور باقی سیتیس کے بارہ میں فرمایا کہ تمہارے دنوں کے برابر۔ اس سے سنتا لیس دن کا ایک مہینہ ثابت نہیں ہوتا، گویا اس کا فتنہ ایک سال دو مہینے اور دو ہفتے رہے گا، اتنی تھوڑی سی مدت میں وہ پورے عالم میں پھیل جائے گا اور تمام لوگوں کو گمراہ کر دے گا۔

فتنه دجال سے بارہ ہزار مرد، سات ہزار عورتیں محفوظ رہیں گی:

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؓ نے ایک تابعی سے یہ روایت نقل کی ہے اور بقول حافظؓ اس تابعی تک، اس کی سند صحیح ہے کہ دجال کے فتنہ سے صرف بارہ ہزار مرد اور سات ہزار عورتیں بچیں گی... اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے... اس وقت اس کی شدت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے، وہ ایک مستقل موضوع ہے۔ (فتح الباری ج: ۱۳ ص: ۹۲)

دجال کا حلیہ:

دجال آنکھ سے کانا ہوگا، اور ایک آنکھ سے بھینگا ہوگا، یعنی اس کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی یعنی بالکل پاٹ، اور دوسری انگور کی طرح باہر کو نکلی ہوئی ہوگی، گویا یہ شخص اتنا بد نما ہوگا کہ وہ اپنی آنکھ سرے سے ہوگی ہی نہیں، اور باسیں ہوگی تو سہی مگر وہ پھوٹی ہوئی اور انگور کے وانے کی طرح باہر کو نکلی ہوئی ہوگی، وہ گدھے پر سوار ہوگا، مگر دعویٰ کرے گا خدا کا۔

دجال کی شعبدہ بازیاں:

دجال اپنے شعبدوں اور نظر بندیوں کے ذریعہ سے... جن کو لوگ خدائی کا کارنامہ سمجھیں گے... تمام ماذی وسائل پر قبضہ کر لے گا، جو لوگ اس کو مانے والے ہوں گے، ان کے مویشی شام کو خوب پیٹ بھرے ہوئے واپس آئیں گے، اور جو اس کو نہ مانے والے ہوں گے ان کے مویشی بھوکے آئیں گے، اس کے مانے والوں کی زمین میں غلہ ہو گا، اور نہ مانے والوں کی زمین میں غلہ نہیں ہو گا، مسلمان ماڈل کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو جائے گا، پچھے بلبلائیں گے، اور اس کے مانے والی عورتیں ٹھیک ٹھاک ہوں گی، وہ زمین کے خزانوں کو حکم دے گا تو وہ نکل کر اس کے پیچھے چل پڑیں گے، ایک اعرابی کو کہے گا کہ اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کر دوں اور وہ تسلیم کریں کہ میں خدا ہوں تو تو مجھے خدامان لے گا؟ وہ کہے گا: ہاں تب مان لوں گا! دجال کہے گا: اچھا بتا ان کی قبر کہاں ہے؟ وہ ان کی قبر پر جائے گا اور اس کے ماں باپ کا نام لے کر کہے گا: کھڑے ہو جاؤ تو شیاطین اس کے ماں باپ کی شکل میں آجائیں گے، بالکل اسی شکل، اسی لب و لہجہ اور اسی اندازِ گفتگو میں وہ کہیں گے کہ یہ سچا رتب ہے، اس کو مان لو، ہم تو مرکے دیکھ کے آئے ہیں۔

فتنہ دجال کی سرکوبی کے لئے حضرت عیسیٰ کے نزول کی حکمت:

بھلا اس سے بدتر کوئی فتنہ ہو سکتا ہے؟ اس فتنے کا قلع قع کرنے کے لئے آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، کہنا چاہئے کہ اس وقت کے علماء، صلحاء، نیک لوگ ان کی مجموعی قوتیں، روحانی طاقتیں دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوں گی۔

دورِ حاضر کا دجالی فتنہ:

اس فتنہ کی مانند اور اس فتنہ کا ہم سنگ مرزاً فتنہ ہے، جس نے بلاشبہ امت کو اپنے دجل و تلپیس سے نیم جان کر دیا ہے، اور گز شستہ سوا سال سے امت اس سے نہ ردا آزمائے، بڑی مشکل سے اس کو افرقرار دے کر امت کو اس کی زہرناکی سے محفوظ کیا گیا، مگر اب بھی وہ امت کو زخمی سانپ کی طرح کاث کھانے کو دوڑ رہا ہے، اب میں اس کے بارہ میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔

فتنه قادیانیت کی ابتداء اور تعاقب کی رویداد:

براہین احمد یہ نامی کتاب لکھی ہے (۱۸۸۳ء میں بہ طبق ۱۳۰۱ھ) اس میں اس نے اپنے دجالی الہامات لکھے ہیں۔ علمائے لدھیانہ میں سے مولانا محمد، مولانا اسماعیل، مولانا عبد العزیز تین بھائی تھے، انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ کافر ہے، لوگ مولویوں کے خلاف ہو گئے، ۱۹۰۱ء تک مرزا یہ دعویٰ کرتا رہا کہ میں مجددِ اسلام ہوں، اور ۱۹۰۱ء میں اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں، الہذا وہ سچ موعود میں ہی ہوں، جس کے آنے کا وعدہ ہے، اور جو دجال کو آکر قتل کریں گے، وہ میں ہوں۔

۱۸۸۳ء کے بعد کس سال حضرت عیسیٰ کا انتقال ہوا؟

ایک مرزاً سے میری گفتگو ہوئی، اس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں، میں نے کہا: ۱۸۸۳ء تک تو زندہ تھے، کیونکہ ۱۸۸۳ء میں غلام احمد نے لکھا ہے اور لکھا بھی اپنے الہام سے ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ زمین پر دوبارہ آئیں گے، اور ان کی پیش گوئی میں تجھے بھی شریک کر لیا گیا ہے، تو ۱۸۸۳ء کے بعد، ۱۸۹۱ء تک چھ سال کا وقفہ ہے، سوال یہ ہے کہ ان میں سے کس سن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی؟ قبیح اللذی کفرا! عجیب بات ہے کہ ۱۸۸۳ء میں وہ خود کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور کہتا بھی الہام کے حوالے

سے ہے، مگر اب کہتا ہے کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تو بھی مسح کی پیش گوئی میں شریک ہے، لیکن ۱۸۹۱ء میں ٹھیک اسی زبان سے کہتا ہے کہ: ”مجھے الہام ہوا ہے کہ عینی علیہ السلام مر گئے“ اس سے کسی نے یہ تک نہیں پوچھا کہ بھیایا بھیڑیا تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں کہ ۱۸۹۱ء میں تو تو نے کہا کہ میں مسح موعود ہوں، اس کے دس سال کے وقفے سے ۱۹۰۱ء میں تو نے کہہ دیا کہ میں فل مکمل نبی ہوں۔ کبھی کہتا ہے کہ جزوی نبی ہوں، یعنی لغوی نبی ہوں، ظانی نبی ہوں، بروزی نبی ہوں، دراصل یہ بھی اسرائیل کی ایجاد تھی، جس نے اپنے کفر پر پردہ ڈالنے کے لئے مختلف دعوے کئے، اور پھر ۱۹۰۸ء میں مر گیا، یعنی دعویٰ نبوت کے صرف آٹھ سال بعد۔

قادیانی اشکال: اگر مرزا جھوٹا تھا تو...!

ایک قادیانی نوجوان، مولانا سالم اللہ خان صاب کے مدرسہ میں آتا تھا، اور مناظرہ وغیرہ کرتا تھا، مولانا نے مجھے بلایا، وہ قرآن کریم کی یہ آیت پیش کر رہا تھا:

”وَلَوْ تَقُولَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَوِيلِ. لَاَخْدُنَا هُنَّهُ
بِالْيَمِينِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينِ.“

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے کچھ باتیں گھڑ کر منسوب کرتے تو ہم ان کو دائیں ہاتھ سے کپڑ لیتے، پھر ہم اس کی شرگ کاٹ دیتے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کر کے آدمی زندہ نہیں رہ سکتا، وہ اس کو پیش کر کے گویا کہنا چاہتا تھا کہ مرزا صاحب نے تجھیں ^{۲۳} سال تک اپنے الہامات بتائے مگر ان کو کچھ نہیں ہوا، تو معلوم ہوا کہ وہ جھوٹا نہیں تھا، اگر جھوٹا تھا تو اس کو زندہ نہ رہنے دیا جاتا؟

جواب:

اس پر میں نے کہا: مرزا کو تو ایک منٹ کی بھی نبوت نہیں ملی، آپ تیس

سال کی بات کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر دیتا تھا، مگر پھر مکر جاتا تھا، کبھی کہتا میں ظلیٰ نبی ہوں، کبھی کہتا میری مراد نہیں۔

جو یہ نہ جانتا ہو کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ وہ نبی کیسے؟

جو آدمی سبھی نہ جانے کہ میں نبی ہوں یا نبی نہیں ہوں، اس کو کیا کہا جائے؟ چنانچہ مرحوم احمد کہتا ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تک حضرت صاحب کو یہ ہی پتہ نہ چلا کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ دیکھو! نبی کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ یہ بیٹھا کہہ رہا ہے اور اس کا خلفہ، اور یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے جتنے موقعوں پر یہ کہا کہ میں نبی نہیں ہوں، وہ سب روایتیں منسوخ ہیں۔ خیر! یہ تو ایک مستقل موضوع ہے۔

تو میں نے کہا کہ: ۱۹۰۱ء کو سیدھا ہوا اور کہنے لگا کہ میں نبی ہوں، ورنہ کبھی کہتا تھا کہ میں لغوی نبی ہوں، کبھی کہتا کہ میں مجازی نبی ہوں، کبھی کہتا استعارے کے طور پر نبی ہوں، ظلیٰ طور پر نبی ہوں، بروزی طور پر نبی ہوں، فلاںی چیز پر نبی ہوں، یہ نبی تو نہیں، یہ تو مذاق ہے۔

دعویٰ نبوت سے اگلے دن مرزا کی ہلاکت:

یاد رکھو! جیسے اس زمانہ میں روزنامہ ”جنگ“ مشہور اخبار ہے، اسی طرح اس زمانہ میں لاہور سے ”خبراء عالم“ کے نام سے ایک پرچہ نکلتا تھا، اس کی ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ قدس آب مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا انکار کر دیا، یہ سرخی تھی اور یہ تفصیل ذکر کی گئی کہ اس کے ساتھ کسی کی گفتگو ہوئی تو کہا کہ میں تو نبی نہیں ہوں، ایسے ہی لوگ خواہ خواہ مجھے بدنام کرتے ہیں، اور مجھے موابحی بدنام کرتے ہیں، میں نے تو نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

جب غلام احمد نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کا یہ پرچہ پڑھا تو اس نے ”خبراء عالم“

کے ایڈیٹر کو خط لکھا کہ آپ نے اپنے ۲۳ مئی کے پرچے میں یہ لکھا ہے کہ گویا میں نے اپنی نبوت سے انکار کر دیا ہے، یہ صحیح نہیں، ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اُس نے ”اخبارِ عالم“ کے ایڈیٹر کو جو خط لکھا اس کے الفاظ ہیں کہ: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، اور میں اس دعویٰ پر قائم ہوں جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔“ مطلب یہ کہ مرتبے ۶۰ تک قائم ہوں۔ بہر حال لمبا خط تھا یہ اس کا خاص فقرہ تھا: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، اور میں اپنے دعویٰ پر قائم ہوں جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔“ ”اخبارِ عالم“ کے ایڈیٹر نے مرتضیٰ علی کا خط ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع کر دیا، ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو اس کا خط چھپ کر آیا تو اسی دن دس بجے اللہ تعالیٰ نے اس کا چالان کر دیا اور اس کی شرگ کاٹ دی۔

مرزا کو دعویٰ نبوت کے بعد ایک دن کی مهلت بھی نہیں ملی:
اس لئے میں کہتا ہوں کہ ایک دن بھی اس کو دعویٰ نبوت کے بعد مهلت نہیں ملی، پھر چالان بھی اس طرح کیا کہ اللہ کی پناہ! یعنی وباری ہیضہ سے مرا۔

مرزا طاہر سچا ہے تو باب دادا جیسی موت کی دعا کرو کھائے:
میں نے انگلینڈ کے جلسے میں دوسال پہلے مرزا طاہر کو چیلنج کیا تھا کہ مرزا طاہر! میں بھرے مجمع میں کہتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو جھوٹا سمجھتے ہو، اپنے ابا کو جھوٹا سمجھتے ہو، اپنے دادا مرزا غلام احمد کو جھوٹا سمجھتے ہو، کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم جھوٹے ہیں چاہے لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے میرا یہ چیلنج ہے کہ اگر تم لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم سچے ہیں، تیرا دادا غلام احمد سچا تھا اور تیرا باب دادا جیسی موت کا سچا تھا، اور تو سچا ہے، تو صرف یہ لفظ اللہ دے اور قویٰ اخباروں میں چھاپ دے کہ: ”یا اللہ! میں دعا کرتا ہوں میری موت ایسی آئے جیسی میرے باب کی اور میرے دادا کی آئی تھی۔“
بس زیادہ بات نہیں۔

میں اپنے اکابر کی موت کی دعا کرتا ہوں:

میں نے اسی جلسے میں کہا تھا کہ اس پوری مسجد میں ہزاروں کا مجعع ہے، میں اس کو گواہ کر کے دعا کرتا ہوں کہ: یا اللہ! مجھے ایسی موت نصیب فرمائیں میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی، اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نصیب ہوئی تھی، بلکہ جیسے میرے شیخ تک، ہمارے تمام اکابر کو موت نصیب ہوئی، یا اللہ! مجھے بھی ایسی موت نصیب فرماء۔ آپ بھی کہیں: آمین...! ٹھیک ہے ناں بھائی...؟ مجھے اپنی حقانیت کا یقین ہے، میں تو کچھ نہیں ہوں، مگر الحمد للہ! جو میرے بڑے تھے وہ برق تھے، مجھے ان کی حقانیت پر ایمان ہے، مرزا طاہر! اگر تجھے اپنی حقانیت کا یقین ہے، تو تو دعا کر کہ یا اللہ! مجھے ایسی موت نصیب فرمائیں مرزا غلام احمد اور میرے باپ مرزا محمود کو نصیب ہوئی تھی۔

مرزا کے دونوں راستوں سے غلط نکل رہی تھی:

مرزا غلام احمد کو وباً ہیضہ ہو گیا تھا، اور اس کے دونوں راستوں سے نجاست نکل رہی تھی، ...العیاذ بالله... ہیضہ کی حالت میں غیر ہضم شدہ غذا نکل رہی ہوتی ہے، وہ اوپر کے راستے سے بھی نکلتی ہے اور نیچے کے راستے سے بھی نکلتی ہے، تھلے کی شکل میں، یا دوسری کسی شکل میں۔ تو اس موزی بیماری کے ساتھ مرزا غلام احمد کا ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو دس بجے انتقال ہوا، اور اسی دن اس کا یہ پیان بھی چھپ کر آیا کہ ”میں نبی اور رسول ہوں، اور میں اس دعویٰ پر قائم ہوں جو اس زندگی سے گزر جاؤں“ چنانچہ اس دعویٰ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑ لیا، بھلا جو آدمی بات کر لے، پھر بات کر کے مکر جائے، کیا ایسا شخص رسول ہو سکتا ہے؟ ہاں جب اس نے کچی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دن کی بھی اسے مہلت نہیں دی، بلکہ اس کی شرگ کاٹ دی۔

چند جاہلوں کی وجہ سے مرزا کا دعویٰ نبوت:

غلام احمد قادریانی، قادریان، ضلع گورداسپور، صوبہ شرقی پنجاب میں پیدا ہوا تھا، اور ۱۹۰۱ء تک اس کو بھی پتہ نہ چلا کہ نبوت کیا ہوتی ہے؟ لیکن جب اس کے چند جاہل مریدوں اور بے وقوف قادریانیوں نے اسے کہنا شروع کر دیا کہ تو نبی ہے، میں میرے متعلق کہتے ہیں کہ ”حکیم العصر“ ہے، میں بھی یہ وقوف ہوں جو کہ اپنے آپ کو حکیم سمجھوں، چند لوگوں نے اس کو منسخِ موعود کہنا شروع کر دیا، اور چند یہ وقوفوں نے اسے نبی کہنا شروع کر دیا، تو مرزا کو خیال ہوا کہ میں بھی نبی ہوں، چنانچہ اس کا بیٹا مرزا محمود کہتا ہے کہ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کو نبوت کا خیال پیدا ہوا، اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے کی یہ سابقہ بات کافی ہے، بیٹا بھی وہ جو اس کا خلیفہ ہے، اس طرح مرزا، اللہ تعالیٰ کی تخلوق کو گمراہ کرتا رہا، اور مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ سے کھلیتا رہا، یہاں تک کہ مسلمانوں کے ایمان کی حالت اتنی کمزور ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبوت کا دعویٰ کرنے والا، دعویٰ کرتا ہے، اور دعویٰ بھی وہ کرتا ہے جس کا نام غلام احمد ہے، جو آنکھوں نے بھینگا، ہاتھ سے ٹڑا (نجا) اور پاؤں سے اعرج تھا، مرزا کا بچپن میں چوٹی سے گر کر سیدھا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا، حتیٰ کہ چائے کی پیالی بھی اس ہاتھ سے نہیں اٹھا سکتا تھا۔ چنانچہ ”سیرت المهدی“ کا مصنف اور مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ حضرت صاحب جب نماز کے لئے اٹھتے تھے تو با میں ہاتھ سے اس کو سہارا دیتے تھے۔ بہر حال مرزا کی فتنہ چلتا رہا، چلتا رہا، اور قادریانی اپنے بارے میں کہتے رہے کہ ہم مسلمان ہیں، بلکہ ہم ہی مسلمان ہیں، اور احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔

قادریانیوں سے ہمارا جھگڑا:

ہمارا قادریانیوں سے دو باتوں پر جھگڑا تھا، ایک یہ کہ منسخ علیہ الصلوٰۃ والسلام

آسمان سے نازل ہوں گے، چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہونے والا مسح نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان ہی نہیں، جیسے کلمہ اسلام ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے) کے اقرار کے بعد اللہ کے سوا کسی ظلی، بروزی، حقیقی، مجازی، اشارہ، کناہی والے کسی چھوٹے بڑے اور ماتحت خدا کی گنجائش نہیں، اور نہ ہی استغفار کے رنگ میں کوئی دوسرا خدا ہو سکتا ہے، اسی طرح ”لَا نَبِيٌّ بَعْدِي“ کے ”لَا“ کے بعد بھی کسی نبی کی گنجائش نہیں ہے۔

امیر شریعت اور لائے نقی جنس کی تشریح!

ہمارے امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاؤ اللہ شاہ بخاریؒ بطور لطیفہ کے فرماتے تھے، ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ میں ”لَا“ کے بعد آگے آگیا ”إِلَّا“ یعنی کوئی معبود ہی نہیں مگر اللہ۔ اس ”إِلَّا“ نے آکر رُکاوٹ ڈال دی ورنہ اس ”لَا“ نے تو ایسی نقی کی تحقیق کہ اس نے تو خدا کا بھی تختہ نکال دیا تھا، حضرت شاہ صاحب اپنے مزاجیہ انداز میں یہ بات کیا کرتے تھے۔ دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”لَا نَبِيٌّ بَعْدِي“ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) مگر مرزا ملعون کہتا ہے: نہیں! آپ کے بعد بھی نبی ہے، اور کم از کم ظلی، بروزی اور مجازی نبی تو آ سکتا ہے۔ یاد رکھو! جس طرح ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے ”لَا“ کے بعد کسی اللہ کی گنجائش نہیں ایسے ہی ”لَا نَبِيٌّ بَعْدِي“ کے ”لَا“ کے بعد بھی کسی نبی کی گنجائش نہیں ہے، یہ ”لَا“ نقی جنس کا ہے، جو جنس نبی کی نقی کرتا ہے۔

حیات و نزولِ مسح اور ختم نبوت کا منکر مسلمان نہیں:

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا قادیانیوں کے ساتھ ان دو عقیدوں میں اختلاف ہے، ایک حیات و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرا ختم نبوت میں، قادیانی ان دونوں کا انکار کرتے ہیں، اور ان دونوں عقیدوں کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں۔ آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قطعی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

خاتم النبیین ہونا قطعی ہے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، جو نبوت کا دعوے کرے یا اسح
ہونے کا دعوئی آرے وہ کافر۔ لیکن یہ کافر ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم پہکے
مسلمان ہیں۔ ہم کہتے ہیں تم اپنے دین کا کوئی اور نام رکھو، اسلام نہ رکھو، پھر جو
مسلمانوں کا برتاؤ ہوتا ہے اس کو دیکھو، مگر یہ باز نہیں آئے، یہ ہر جگہ مسلمانوں کی
سیٹوں پر قابض رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک کے اسباب:

پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تین تحریکیں چلیں، پہلی تحریک ۱۹۵۳ء میں چلی تھی، جس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مرزا محمود نے... جو مرزا طاہر کا ابا تھا... یہ کہا تھا
کہ ۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ صوبہ بلوچستان کو احمدی بنالو۔ چنانچہ قادیانیوں نے
طوافقان اور آندھی کی طرح اس منصوبہ پر کام شروع کر دیا، ادھر سے حضرت امیر شریعت
نے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کا منصوبہ ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو
بیدار کرنا شروع کر دیا، اور شاہ جی نے یہ نعرہ متنانہ لگایا کہ مرزا محمود ۱۹۵۲ء تیرا ہے تو
۱۹۵۳ء ہمارا ہے۔ خیر! شاہ جی نے تحریک چلانی، الحمد للہ! دس ہزار مسلمانوں نے اس
کے لئے شہادت کی قربانی پیش کی، خواجہ ناظم الدین کا دور تھا، حکومت نے اس تحریک
کو دبانے کی کوشش کی، مگر بچے، بچے کو پتہ چل گیا کہ یہ قادیانی مسلمان نہیں، تحریکیں تو
تم نے بھی دیکھی ہوں گی، مگر بھی کسی تحریک میں ایسا بھی ہوا کہ ریل گاڑی چلانے
والے ڈرائیوروں نے تحریک میں شمولیت کے لئے ہڑتاں کر دی ہو؟ لا ہور کی تاریخ
میں سب سے بڑی اور کامیاب ہڑتاں ہوئی، یعنی اس تحریک کی وجہ سے تمام سرکاری
محکموں نے ہڑتاں کر دی۔

خواجہ ناظم الدین کو حضرت شاہ جی کی پیشکش:

خواجہ ناظم الدین جو اسی کراجی میں رہتا تھا، اسے حضرت مولانا سید عطاء اللہ

شاہ نے یہ آفر دیتے ہوئے کہا تھا کہ: حاجی صاحب!... کیونکہ وہ حاجی، نمازی کہلاتا تھا... اس مسئلے کو حل کردو، اگر تم نے غیر ملکی مہمانوں کے لئے کوئی خزیر وغیرہ رکھے ہوئے ہیں تو میں ان کو بھی چرانے کے لئے تیار ہوں، بس! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا مسئلہ حل کر دے، میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔

اس وقت مسلمانوں کے صرف دو ہی مطالبے تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دو، اور وزیر خارجہ ظفراللہ خاں قادیانی کو اس عہدہ سے ہٹا دو، مگر افسوس! کہ ”حاجی“ صاحب کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ خیر تحریک تو جیسی کیسی ہوئی، سو ہوئی، مگر دنیا نے دیکھا کہ نہ ظفراللہ قادیانی رہا، نہ خواجہ ناظم الدین رہا، اور نہ ہی ان کی اولاد رہی، اور حکومت بھی چلی گئی۔

۱۹۷ء کی تحریک کے اسباب:

میں سال کے بعد قادیانیوں کو پھر غبار اٹھا اور ربودہ اشیشن پر مسلمان نوجوانوں کی پٹائی کر دی۔ جس کا قصہ یہ ہوا کہ ملکان نشر کالج کے کچھ نوجوان ریل پر سفر کر رہے تھے، انہوں نے ربودہ ریلوے اشیشن پر قادیانیت کے خلاف کچھ نظرے لگائے، تو قادیانی سورماوں کو برداشت نہ ہوا، بہر حال کالج کے نوجوان تھے اور کالج کے نوجوان کیسے ہوتے ہیں؟ آپ جانتے ہیں، جیسا کہ اقبال نے کہا ہے:

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حاجی نہیں

مفت میں کالج کے لڑکے اُن سے بدظن ہو گئے!

وعظ میں فرمادیا تھا آپ نے کل صاف صاف

پردہ آخر کس سے ہو؟ جب مرد ہی زن ہو گئے!

تو کالج کے لڑکوں سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے، بہر حال جب چناب

ائیکسپریس ربودہ سے گزری تو انہوں نے کچھ نظرے لگادیئے، چونکہ یہ لڑکے نور اور سیر

پائے کے لئے سرحد کے علاقے کی طرف جا رہے تھے، شاید اس وقت تو قادیانیوں کو سوچ نہ آئی یا انہیں انتقامی کارروائی کا موقع ہی نہیں ملا، مگر بعد میں انہوں نے سوچا اور منصوبہ بنایا کہ جب یہ واپس آئیں تو ان کی پٹائی کر دو، جب یہ نوجوان طلبہ اور لڑکے واپس آئے تو چونکہ ان کو کچھ پتہ نہیں تھا، اس لئے انہوں نے اپنے مزاج کے مطابق پھر فخرے لگائے، تو یہ مرزا طاہر جو آج قادیانیوں کا امام ہے، اس وقت غنڈوں کا امام تھا، اس کی قیادت میں ان نہتے اور مخصوص طلبہ پر ہله بول دیا گیا، ان کی پٹائی کی گئی، اور ان کو ہلوبہان کر دیا گیا، حالانکہ وہ چند نوجوان تھے، بس شور کرتے، نعرے لگاتے اور گزر جاتے، آخر پہلے بھی گزر ہی گئے تھے، اس سے قادیانیوں کا کیا بگزرتا؟ لیکن ربوہ کا غور اس وقت ایسا تھا کہ یہاں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی، یہ ان کی فرعونیت کے لئے ناقابل برداشت تھا، اس لئے قادیانیوں نے ان مخصوص بچوں کو مار کر ادھ موادر دیا۔

اسمبلي کی طرف سے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ،

ایک کھنڈن مرحلہ

یہ قصہ ہے ۱۹۷۳ء کا، اور یہ تبرکوڈ الفقار علی بھٹو صاحب کی اسمبلي نے فیصلہ کیا، وہ ہوشیار آدمی تھا، آخر بے نظیر کا باپ تھا، یقیناً وہ اس سے بھی زیادہ چالاک تھا، لیکن نہیں! میں غلط کہہ گیا، بیٹھی اس سے زیادہ چالاک ہے۔

خیر! اس نے پوری قومی اسمبلي کو ایک نج اور عدالت کی حیثیت دے دی، اور کہا کہ میں اکیلا فیصلہ نہیں کر سکتا، قومی اسمبلي فیصلہ کرے، اس کی حیثیت نج کی ہے، دوسری طرف ارکانِ اسمبلي کا حال یہ تھا کہ شاہ احمد نورانی، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک اور مولانا ظفر احمد انصاری جیسے چند علماء یادو چار اس قسم کے اور مولانا حضرات تھے، اس کے علاوہ سائز ہے تین سو ممبروں کی

اسبلی کے ارکان سارے کے سارے جدید تعلیم یافتہ، انگریزی خواندہ، وکیل اور بیرٹر وغیرہ تھے، جن کی ساری کی ساری ہمدردیاں مولویوں کے بجائے قادیانیوں کے ساتھ تھیں، بلاشبہ یہ مرحلہ علماء کے لئے نہایت کٹھن اور مشکل تھا کہ ایسے لوگوں سے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ کرانا جوئے شیرلانے کے مترادف تھا، بہر حال بالآخر ۱۲ ادن تک قادیانیوں کو اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دی گئی، چنانچہ مرزا طاہر کے بڑے بھائی، مرزا ناصر نے ۱۲ ادن تک اپنا موقف پیش کیا، اس کے علاوہ ۱۰ دن تک لاہوری جماعت کے آس وقت کے بڑے نیدر و اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دی گئی، اثارنی جزیل اس وقت بھی اختیار تھا، اس وقت وہی سوالات کرتا تھا، اور وہی جرح کرتا تھا، جب ۱۲ ادن کی جرح مکمل ہو گئی، تو مسئلہ پوری اسبلی...جو اس وقت عدالت کا روپ دھار چکی تھی... کے سامنے اور اس کے ۳۵۰ بجou کے سامنے نکھر کر آپ کا تھا، میں علی ذوق والے دوستوں سے کہتا ہوں کہ الحمد للہ! مجلس تحفظ ختم نبوت نے یہ پوری کارروائی کتابی شکل میں چھاپ دی ہے، اب تک یہ خفیہ تھی، اور حکومت کے نزدیک اب بھی خفیہ ہے، لیکن الحمد للہ! وہ کارروائی منظر عام پر آگئی ہے، جو حضرات اس پوری کارروائی کو، اور مرزا ناصر کی جرح کو، اور دوسرے لوگوں کی جرح کو، دیکھنا چاہیں وہ یہ کتاب خرید لیں، ہمارے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے مل جائے گی۔

قادیانیت کے کفر کا فیصلہ مُلَّا کا نہیں، اسبلی کا ہے:

مختصر یہ کہ ۱۲ ادن کی جرح کے بعد پوری قوی اسبلی نے فیصلہ دیا کہ مرزا نی غیر مسلم ہیں، اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں، چلو جی اب تو مُلَّا کا مسئلہ نکال لو، پہلے تو تم کہتے تھے کہ یہ مُلَّا کا مسئلہ ہے، اور مُلَّا مولوی جس کو چاہتے ہیں کافر بنادیتے ہیں، یہاں اسبلی میں تو سارے مُلَّا نہیں تھے، دو چار کے علاوہ سارے ہی جدید تعلیم

یافت تھے، اب تو تمہیں اپنے آپ کو کافر اور غیر مسلم تسلیم کر لینا چاہئے۔

ایمان و کفر کا فیصلہ اقوال و افعال سے:

مگر اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کسی اسلامی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کے ایمان و کفر کا فیصلہ کرے؟ بھائی! ایمان تو اندر کی چیز ہے، میرے اندر کیا ہے، آپ کو کیا معلوم؟ آپ کے اندر کیا ہے، مجھے کیا معلوم؟ لیکن اقوال اور افعال بھی تو کوئی چیز ہیں نا؟ تمہاری زبان سے جو بول اور قلم سے جو لفظ نکلے ہیں، ان کو دیکھا جائے گا کہ نہیں؟ پھر یہ کہ ان الفاظ و کلمات سے آدمی مسلمان رہتا ہے یا کافر ہو جاتا ہے، اور یہ الفاظ و کلمات مسلمانوں کے ہیں یا کافروں کے؟ ارکانِ اسلامی نے بھی یہی دیکھا اور انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ ایسے کلمات و معتقدات کے لوگ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔

کیا خیال ہے جب تم دا رمحش کے سامنے پیش ہو گے تو اس وقت بھی تم یہی کہو گے کہ آپ کو کیا حق پہنچتا ہے ہمارے کفر کا فیصلہ کرنے کا؟

۱۸۲ ملکوں کے نمائندے بھی ملّا تھے؟

میں کہتا ہوں علماء نے تمہارے خلاف کفر کا فتویٰ دیا، ٹھیک ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ایک سو چھاسی ملکوں کی جماعتیں اور نمائندے جدہ سعودی عرب میں موجود تھے، انہوں نے آخر تمہارے کفر کا فتویٰ اور فیصلہ کیوں دیا؟ کیا وہ بھی سارے ملّا تھے؟ اس کو کیوں نہیں مانتے؟ قومی اسلامی کے ساتھ تین سو ممبروں نے تمہارے خلاف فیصلہ دیا، لیکن اب بھی تم مانے کے لئے تیار نہیں۔

یہ مان لو کہ تمہارا اسلام سے تعلق نہیں:

ہماری تم سے کوئی لڑائی نہیں، صرف اتنی سی گزارش ہے کہ تم یہ مان لو اور کہو کہ ہمارا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں، تم اپنے مذهب کی بات کرو، ہم تم سے

تعرض نہیں کریں گے۔

اسلام کا لبادہ چھوڑ دو:

ہاں! البتہ اتنی گزارش ضرور کریں گے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا دینا بند کرو، بایوں نے بھی دعوے کئے، بہائیوں نے بھی دعوے کئے، مہدویوں نے بھی دعوے کئے، لیکن انہوں نے اسلام سے اپنا تعلق توڑ دیا، ہماری صرف اتنی ہی گزارش ہے کہ یہ منافقت چھوڑ دو، کفر بھی اور اس پر اسلام کا لبادہ بھی، یہ نہیں چلے گا، فارسی کا مصرعہ ہے:

در کفر مخلص نتی زنار را رسوا مکن

تم کفر میں بھی مخلص نہیں ہو، تو زنار کو رسوانہ کرو، تم اسلام میں تو کیا مخلص ہوتے، کفر میں بھی مخلص نہیں ہو، زنار کو رسوانہ کرو۔

بھٹو کی عیاری اور مفتی محمود کی داشمندی:

بھٹو صاحب نے بامرِ مجبوریِ آسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دے دیا، لیکن بھٹو صاحب دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، ۷ اور ۸ ستمبر کی رات ہمارے لئے عجیب و غریب کشمکش کی رات تھی، بھٹو جیسے ضدی آدمی سے یہ موقع نہیں تھی کہ وہ یہ مان جائے گا، بہرحال حضرت بنوری رحمہ اللہ اور مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ سے مذاکرات کرتا رہا، مفتی محمود صاحب سے مذاکرات کرتے ہوئے وہ کہنے لگا کہ: مفتی صاحب! آئین میں قادیانیوں کا نام لا کر کیوں آئین کو ناپاک کرتے ہو؟ اس پر حضرت مفتی صاحب نے برجستہ کہا کہ: اگر شیطان اور فرعون کا نام آنے سے قرآن ناپاک نہیں ہوتا تو قادیانیوں کے نام آنے سے تمہارا آئین بھی ناپاک نہیں ہو گا! کہنے لگا: نہیں مفتی صاحب! نہیں! یہ ممکن نہیں!

مولانا بنوری دس کروڑ مسلمانوں کے نمائندہ:

مفتی صاحبؒ نے کہا: تھیک ہے! میں جا کر بتادیتا ہوں مولانا محمد یوسف بنوری کو کہ بھٹو صاحب نہیں مانتے، یہ سن کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کہنے لگا: محمد یوسف بنوری کون ہوتا ہے؟ تم منتخب نمائندے ہو تو تم بات کرو، حضرت مفتی محمود فرمائے لگے: میں بتاؤں محمد یوسف بنوری کون ہوتا ہے؟ اگر ڈیرہ اسماعیل خان کے حلقتے والوں نے مجھے منتخب کر کے اسمبلی میں بھیج دیا، میں قوم کا نمائندہ بن گیا، اور تمہیں لاڑکانہ کے حلقتے والوں نے منتخب کر کے اسمبلی میں بھیج دیا تو تم قوم کے نمائندے بن گئے، جبکہ اس وقت مولانا محمد یوسف بنوری کی شخصیت، دس کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ ہے، اگر ڈیرہ اسماعیل خان کے حلقتے کے انتخاب سے میں قوم کا نمائندہ بن گیا ہوں، اور لاڑکانہ کے حلقتے کے انتخاب سے تم قوم کے نمائندہ بن گئے ہو تو وہ جو دس کروڑ کا نمائندہ ہے جس کا نام محمد یوسف بنوری ہے اور اس وقت پوری کی پوری دس کروڑ مسلمان قوم اس کی آواز پر فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہے، کیا وہ قوم کا نمائندہ نہیں؟ یہ کہا تو بھٹو ڈھیلا پڑ گیا، کہنے لگا: اپھالاو! یوں اس نے دستخط کر دیئے۔ رات کے ایک بجے دستخط ہوئے اس لئے یہ راتبر کا فیصلہ نہیں، ۸ راتبر کا فیصلہ ہے، لیکن بعد میں اس نے سجدہ سہو کیا اور چار گھنٹے ملاقات ہوئی مرزا ناصر سے کہ ملاؤں نے مجھ سے یہ کروالیا، اب کیا کروں؟

۱۹۸۳ء کی تحریک کے اسباب:

دش سال کے بعد قادریانیوں کو پھر جوش آیا، پھر تحریک چلی، یہ سن ۱۹۸۳ء کی تحریک تھی، ۲۶ راپریل ۱۹۸۳ء کو جزل خیالحق مرحوم نے آرڈی نیشن جاری کیا، جس کو اتنا یع قادریانیت آرڈی نیشن کہا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ تھا کہ قادریانی، اذان، نماز، مسجد اور دوسرے شعائرِ اسلام میں مسلمانوں کی نقل نہیں اُتار سکتے، تبلیغ نہیں

کر سکتے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنا یع قادیانیت آرڈی نیشن جمعرات کو نافذ ہوا، اگلا دن جمعہ کا تھا، ربوبہ... حال چتاب نگر... میں قادیانیوں کی نام نہاد ”مسجدِ اقصیٰ“ ہے، بہر حال وہ ہر چیز کے جھوٹے ہی سکی نام تو رکھتے ہیں نا! میں بھی ابھی اس سال اس ملعون جگہ کو دیکھ کے آیا ہوں، جس کو ”مسجدِ اقصیٰ“ کہتے ہیں۔

خیر! یہ مرزا طاہر بھگوڑا اگلے دن جمعہ پڑھانے کے لئے وہاں گیا تو چونکہ اذان کی اجازت نہیں تھی، جب اذان نہیں ہو گی تو جمعہ کیسے ہو گا؟ وہاں وہ گیا اور پیٹھ کرونے لگا، اس کے ساتھ اس کے مقتدی بھی رونے لگے، چنانچہ بغیر جمعہ پڑھے واپس آگیا، اور اگلے ہی دن پاکستان سے فرار ہو گیا۔

ہماری نئی نسل کو قادیانیت کا علم نہیں ہے:

اب میں سمجھانا چاہتا ہوں، جو ۱۹۸۳ء کے بعد پیدا ہوئے ان کو کچھ پتہ نہیں کہ قادیانی اور قادیانیت کیا چیز ہے؟ اسی طرح جو ۱۹۶۵ء کے بعد پیدا ہوئے ان کو کچھ پتہ نہیں۔

۶۔ ستمبر کی طرح یہ ستمبر بھی منانا چاہئے:

حکومت آج ۶ ستمبر کا دن منا رہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۵ء میں اس دن پاکستان کو اٹھایا کے مقابلہ میں کامیابی عطا فرمائی تھی، اس کی یاد میں حکومت یہ دن مناتی ہے، پاکستان نے رن کچھ میں بھارت کی ٹھکانی لکھائی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے ہماری فوجوں کو کامیابی عطا فرمائی تھی، اس لئے ۶ ستمبر قوم کو یہ دن یاد دلانے کے لئے منایا جاتا ہے، لیکن افسوس کہ یہ ستمبر کا دن ہمیں بھول گیا اور ہماری قوم بھول گئی، کسی بھی حکومت نے اسے نہیں منایا، حالانکہ اس ۶ ستمبر کا ہم ۱۹۷۱ء میں ”کفارہ“ ادا کرچے تھے، کیونکہ ۱۹۷۱ء میں جب ہماری نوئے ہزار افواج نے ہتھیار ڈالے تو ہماری ساری حیثیت ختم ہو گئی، وہ ۶ ستمبر کی خوشی تو اب ختم ہو گئی، لیکن حکومت نے اس کے

باوجود ۶ ستمبر کو جاری رکھا، تو ہمارے ایک دوست نے یہ اچھا کام کیا اور کہا کہ ۷ ستمبر کی بھی یادمنانی جائے، جس کا مقصد یہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل کو یاد رہے کہ قادیانی کون ہیں؟ اور ان سے معرکہ آرائی اور فتح کی تاریخ کیا ہے؟ باقیں تو بہت کر لیں اور بہت سی باقی ہیں، اب آخر میں ایک قرارداد پیش کرتا ہوں۔

قرارداد

۱: مسلمانوں کا یہ اجتماع ۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پاکستان کی قوی اسٹبلی کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی آئینی ترمیم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانیوں کو اندر ون و بیرون پاکستان اس آئینی ترمیم اور امتیاع قادیانیت آرڈی نیشن ۱۹۸۲ء کا پابند بنایا جائے۔

۲: اور قادیانیوں کو قادیانیت کی تبلیغ اور شعائرِ اسلام کے استعمال کرنے پر قانونی طور پر پابندی لگائی جائے، یہ بات ٹھیک ہے، آپ کو منظور ہے؟
 کل ہمارے دفتر میں علاماً کا ایک اجتماع رکھا ہوا ہے، دو بجے ظہر کے بعد، جس میں لکھا ہے محمد یوسف لدھیانوی اور مفتی نظام الدین اور دیگر علمائے کرام خطاب فرمائیں گے، ۷ ستمبر کل ہے تاں! تو ۷ ستمبر کی یاد میں کل ایک اجلاس رکھا گیا ہے، علمائے کرام کا، میں اپنے احباب سے گزارش کرتا ہوں کہ اس میں ضرور شرکت فرمائیں، علمائے کرام بھی اور دیندار مسلمان بھی، جو بھی شرکت کرنا چاہے، کوئی منع نہیں ہے، حکومت تو جیسی ہے ویسی ہے، اس سے کوئی توقع رکھنا تو غلط ہے، لیکن میں تم سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے یہ توقع رکھوں گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی پاسبانی کا جھنڈا اٹھائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر جو مشورے سے طے ہو اور نقشہ بنے، اور نظام بنے اس میں بھرپور حصہ لیں، لڑپچر چھاپا جائے، قادیانیوں سے بات کی جائے۔ قادیانی

ایک سال میں دس ہزار آدمیوں کو قادریانی بنا رہے ہیں، تم کم از کم دس تو بنا لو۔
 بات یہ ہے کہ سچ سورہا ہے، اور باطل کو کھلے بندوں رقص کرنے کی اجازت
 ہے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھی خاص طور پر نوجوان آگئے بڑھیں اور ایک
 ایک قادریانی کو گردن سے نہیں پکڑ سکتے تو بازوؤں سے پکڑ لیں کہ غلام احمد کو تم نے
 کیوں نبی بنایا ہے؟ پچھہ ہمیں بھی سمجھاؤ، ایک بھی قادریانی ایسا نہ پچھے جس سے آپ نہ
 ملیں، اور اس کا آپ محاسبہ نہ کریں، وہ تمہاری ناک کے نیچے نوجوانوں کو مرتد بنا رہے
 ہیں، نوکری اور چھوکری کا لائق دے کر، اگرچہ ان کے پاس حقانیت نہیں ہے مگر نوکری
 اور چھوکری کے نام پر وہ مرتد بنا رہے ہیں، ہمارے پاس یہ چیزیں نہیں ہیں، ہم تو جو
 بھی دعویٰ کریں گے آخرت کی بنیاد پر کریں گے، دنیا کی لائق نہیں۔

دَلْغَرُ وَهُوَ لَنَا لِلْعَذْلٍ لِّلْمَارِبِ الْعَالَمِينَ

قادیانیوں کا مقابلہ مسلمانوں سے نہیں، محمد عربی سے ہے!

سالانہ ختم نبوت کا فرنس برٹنگم (برطانیہ) میں موئیخ
۲۸ رب جب ۱۳۱۳ھ کو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید
نے خطاب فرمایا، جسے کیسٹ سے نقل کر کے قارمین کی خدمت
میں پیش کیا جا رہا ہے۔..... سعید احمد جلال پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ) عَلٰى جَاءِوَهِ الْزَّيْنِ (صَفَنِي)!

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ میرے دوسرے اکابر موجود ہیں، ان
کو موقع دیا جائے، مجھے بیان کے لئے نہ کہا جائے، کیونکہ ختم نبوت کی طرف سے
مولانا عہتد و سایا صاحب کی تقریر کافی ہے۔ لیکن انہوں نے کہا: نہیں! چند منٹ کے
لئے آپ بھی کچھ بیان کر دیں۔ اس لئے تقریر کا تو موقع نہیں، البتہ چند باتیں بہت
ہی اختصار کے ساتھ میں بھی عرض کئے دیتا ہوں۔

قادیانیوں کا ہم سے نہیں محمد رسول اللہ سے مقابلہ ہے:
عام طور پر لوگ یہی کہتے ہیں کہ ہمارا مقابلہ قادیانیوں کے ساتھ ہے،
کیوں بھائی! ہمارا مقابلہ کس سے ہے؟ اور قادیانیوں کا کس سے مقابلہ ہے؟ ہمارا

مقابلہ قادیانیوں سے نہیں، اور قادیانیوں کا ہم سے نہیں، وراثل قادیانیوں کا مقابلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، بلاشبہ قادیانیوں کا مقابلہ براہ راست محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لٹر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑنا اور قادیانیوں کو منہ توڑ جواب دینا ہمارا فرض ہے، باقی مقابلہ ہمارا قادیانیوں کے ساتھ نہیں ہے، نہ قادیانیوں کا ہمارے ساتھ ہے، قادیانیوں کا مقابلہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، اس لئے کہ انہوں نے... نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج نبوت پر ہاتھ ڈالا ہے۔

حق کو بگاڑا اور باطل کو سنوارا نہیں جاسکتا:

حق اور باطل ہمیشہ سے متصادم چلے آئے ہیں۔ حق، حق ہے، باطل، باطل ہے۔ حق کو ہزار پردوں میں چھپا کر بگاڑنے کی کوشش کی جائے، تب بھی حق، حق ہی رہتا ہے، جب بھی وہ پردہ ہے گا، حق کا حسین چہرہ سامنے آجائے گا۔ اسی طرح باطل، باطل ہے، ہزاروں چالوں، فریب کاریوں اور سرفی پوڈر کے ساتھ اس کو اور اس کے مکروہ چہرے کو چھپانے کی کوشش کی جائے لیکن جوں ہی وہ نقاب نوچی جائے گی فوراً اس کا چڑیل جیسا مکروہ چہرہ سامنے آجائے گا۔

قادیانی اپنے مکروہ چہرے کو چھپانے کی ہزار کوشش اور ہزار جتن کریں، مگر واللہ! وہ چھپاۓ چھپ نہیں سکتا، اس لئے کہ باطل، باطل ہے، اور باطل بھی وہ جو حق کے مقابلے میں، اور باطل بھی وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں۔

باطل کے بطلان کے دلائل کی اقسام:

کسی باطل کے باطل ہونے کے لئے دلائل و قسم کے ہوتے ہیں، ایک عقلی جن کو داشمند سمجھ سکتے ہیں، اور ایک بدیہی یعنی بالکل واضح، ایسے جیسے دو اور دو چار،

جو شخص ”دو اور دو چار“ کے مفہوم سے واقف ہے، وہ کبھی یہ حماقت نہیں کر سکتا کہ وہ دو اور دو کو تین کہے، اور جو دو اور دو کے مفہوم سے واقف ہے اور دو کے ہندسے کو جانتا ہے، اور جمع کا طریقہ ... جیسے بچے جانتے ہیں ... اس کو آتا ہے، وہ کبھی دو اور دو کو پانچ نہیں کہہ سکتا، دو اور دو ہمیشہ چار ہی رہیں گے، ہزار دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرو کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں، وہ پانچ نہیں بنیں گے۔

قادیانیت کے بطلان کے دسیوں دلائل:

قادیانیت کے باطل ہونے پر اور غلام احمد کے جھوٹا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اتنے دلائل جمع کر دیئے کہ جن کا شمار نہیں، بغیر مبالغہ کے کہتا ہوں کہ گن کر دسیوں دلائل اسی مجلس میں پیش کر سکتا ہوں، اور ایسے واضح جیسے دو اور دو چار۔

کذب مرزا کی عقلی دلیل:

مثال کے طور پر ایک عقلی دلیل جو اہل فہم کو سمجھ میں آئے گی، بے چارے عام لوگ اسے نہیں سمجھیں گے، وہ یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا و مولا، دُنیا سے تشریف لے گئے، آپ کے بعد کون خلیفہ ہوا؟ ... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ... ان کے بعد؟ ... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ... ان کے بعد؟ ... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ... اور ان کے بعد؟ ... حضرت حیدر کر تار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ... یہ چار خلفاؤ ہوئے، تاریخ اٹھا کر دیکھو اور انساب، نسب نامے بھی دیکھو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادے میں شریک ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے چچا کے لڑکے ہیں، ان سے اوپر جاؤ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے دادے میں شریک ہیں، اس سے اوپر آؤ تو اگلے دادے میں کہیں جا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملتے ہیں، اور

سب سے دور نسب نامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جا کر ملتا ہے، تو جو سب سے دور تھے وہ تقویٰ کی بنیاد پر سب سے قریب آئے، اور جو سب سے قریب تھے اپنے نمبر کے اعتبار سے سب سے بعد میں آئے۔

نیابتِ نبوت کی بنیاد:

معلوم ہوا کہ نیابتِ نبوت کی بنیاد قرابت پر نہیں ہے، کویا نبوت کی اور خلافتِ نبوت کی بنیاد قرابت پر نہیں ہے، قرابت جس کی جتنی ذور تھی وہ پہلے آیا اور جس کی جتنی نزدیک تھی وہ بعد میں آیا۔

غلامِ احمد کے خلفاء کی ترتیب:

اور یہاں غلامِ احمد کے بھی چار خلیفہ ہوئے ہیں، اس کا پہلا خلیفہ نور الدین تھا، نور الدین کو جانتے ہو کون تھا؟ وہ دیے بھی ”خلیفہ“ تھا، ”خلیفہ“ ہماری زبان میں ”نائی“ کو کہتے ہیں، اور نور الدین واقعی قوم کا ”نائی“ تھا، تو خلیفہ نور الدین کو ایک مجبوری کی بنا پر مرزا کا خلیفہ اور جانشین بناتا پڑا، کیونکہ اس وقت مرزا کے لڑکوں میں کوئی ایسا لاائق نہیں تھا، جو اس کی جگہ لیتا۔ خیر! نور الدین گیا تو اس کی جگہ محمود آگیا، یعنی بشیر الدین محمود، میرے دوست بھی کہتے ہیں ”بیشیر الدین محمود“ مت کھا کرو، کیونکہ وہ ”بیشیر الدین“ نہیں تھا، اس کو ”بیشیر الدین“ کہنا غلط ہے، یہ لقب قادیانیوں نے بعد میں استعمال کیا ہے، ورنہ اس کے ابا نے اس کا نام ”بیشیر الدین“ نہیں رکھا، اس کا نام صرف ”محمود“ ہے، یہ ”بیشیر“ کی کوئی پیش گوئی فٹ کرنے کے لئے جھوٹے طور پر اس کا نام بشیر الدین رکھا گیا۔ خیر! بشیر الدین اس کا لقب بنا لیا گیا، اور وہ خلیفہ دوم بن گیا۔ اس کے بعد کون آیا؟ مرزا محمود کا لڑکا... مرزا ناصر... وہ مرزا تو کون آیا؟ مرزا محمود کا دوسرا لڑکا... مرزا طاہر... تمہاری زندگی رہی تو دیکھتے رہو گے، جب تک قادیانی زندہ ہیں یہ خلافت کی گدی اس نسل سے نہیں نکلے گی، ... (چنانچہ مرزا طاہر کے بعد اس کا

بھائی مرزا مسرو آگیا ہے۔ مرتب) ... اللہ تعالیٰ نے تو پچھے نبی کا کوئی لڑکا ہی باقی نہ رکھا، جو اس کا جانشین بنے، اوہر جھوٹے نبی نے ایک گدی ایجاد کی، اولاد پر اولاد، اولاد پر اولاد، اس کی وارث چلی آرہی ہے اور لوگوں سے مال لوئٹے جا رہے ہیں، تاکہ خاندان کا خاندان کھاتا رہے، گویا یہ ایک شاہی گدی بن گئی ہے، مگر لوگ اس پکھنڈ کو نبوت سمجھتے ہیں، اگر یہی بات سمجھتی جائے تو سمجھنے والوں کے لئے صرف یہی کافی ہے۔

انبیاء کے کرام گدیاں قائم نہیں کرتے:

انبیاء کے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام گدیاں قائم کرنے کے لئے نہیں آتے، ہدایت کے لئے آتے ہیں، ہمارے آقا کا اُسوہ حسنہ سب کے سامنے ہے۔ یہ تو وہ بات تھی جن کو اہل عقل سمجھ سکتے ہیں، اور دانا غور و فکر کر سکتے ہیں، باقی میرے جیسے اجڑے لوگوں کے لئے بھی دو اور دو چار کی طرح، ایک دو باتیں عرض کرتا ہوں۔

کذب مرزا کی بدیہی دلیل:

نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ امانت دار ہو، ٹھیک ہے ناں بھائی؟ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ کیا لقب لگاتے ہیں؟ ”جبریل امین“ اس لئے کہ وہ اللہ کی وحی پر امین ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے: ”ثَمَّ أَمِينٌ“ پھر وہ وحی جبریل کے واسطے سے نبی پر آتی ہے، پھر نبی بھی درمیان میں امین ہوتا ہے، اگر نبی امین نہ ہوتا وحی کا کیا اعتبار؟ جیسے ابھی مولانا کہہ رہے تھے: ”جمحوٹا نبی“، بھلا نبی جمھوٹا ہو سکتا ہے؟ بھائی! امانت سب سے پہلی صفت ہے جو کسی پر اعتماد دلاتی ہے۔ حفظ جاندھری مرحوم کا ایک شعر مجھے بہت ہی پسند آتا ہے، جس کو شاہِ ابیات کہنا چاہئے،

وہ کہتا ہے:
محمد جس کو دنیا صادق ال وعد الامین کہہ دے
وہ بندہ جس کو رحماء رحمۃ للعالمین کہہ دے

غلام احمد کی خیانت کا قصہ:

غلام احمد کا لڑکا بشیر احمد "سیرت المہدی" میں اپنی امام کی روایت سے لکھتا ہے: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بِيَدِ فَرْمٰيَا مُجْهٰسَهُ وَاللّٰهُ صَاحِبُهُ نَزَّلَهُ" گویا وہ بھی روایت کو اسی طرح نقل کرتا ہے جس طرح محدثین سند سے روایت نقل کرتے ہیں، چنانچہ محدثین جیسے: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَمَّةِ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ" وغیرہ سے روایت لاتے ہیں، یہ خبیث بھی اپنے جھوٹے نبی اور باپ کی سوانح عمری کو روایتوں کی شکل میں نقل کرتا ہے، تو راوی ہے غلام احمد کا لڑکا جو یقیناً قادیانیوں کے ہاں ثقہ ہوگا، اور ان کے نزدیک قابل اعتماد ہونا چاہئے، چنانچہ وہ اپنی امام سے روایت کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود... (مردود) لفظ بولتے ہوئے بھی شرم نہیں آتی... ایک دفعہ مسیح موعود تمہارے دادا کی زندگی میں اپنے ابا (یعنی غلام احمد کے ابا، غلام مرتضی) کی زندگی میں امر تسری تمہارے دادا کی پیش وصول کرنے کے لئے گئے، وہ پیش اس زمانہ میں سات سورو پے تھی، آج کے سات سو کو دیکھ لو کہ اس کی کیا قیمت بنتی ہے؟ خیر تو وہ تمہارے دادا کی پیش وصول کرنے کے لئے گئے جو سات سورو پے تھی، پیچھے امام دین چلا گیا... امام دین غلام احمد کا پیچازا د بھائی تھا... ناقل۔ جب حضرت صاحب نے پیش وصول کر لی، تو اس کے پیچھے لگ گیا اور ادھر ادھر گھما تا رہا، ذرا سوچو!... "ادھر ادھر گھما تا رہا".... اور چند نوں میں وہ پیش ختم کر دی، تو حضرت صاحب شرمندگی کی وجہ سے گھر نہیں آئے بلکہ سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنز کی کچبری میں محروم کے عہدے پر دس روپے ماہان تخواہ پر لگ گئے، گویا حضرت صاحب کی دس روپیہ تخواہ تھی۔

جو باپ کی پیش پر امین نہیں، وہ وحی پر کیسے؟

میں قادیانیوں سے پوچھتا ہوں، کوئی مجھے اس کا جواب دے کہ جو شخص اپنے باپ کی سات سو کی پیش پر امین نہیں ہو سکتا، وہ خدا کی وحی پر کیسے امین ہو سکتا ہے؟

مرزا کے لئے دجال، بے ایمان اور مردود کے القاب بھی ناکافی ہیں:

غلام احمد کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ وہ دجال تھا، بے ایمان تھا، مردود تھا، کافر تھا، مگرچہ پوچھو تو مرزا کے لئے یہ القاب استعمال کرنے سے بھی مزہ نہیں آتا، اس لئے کہ کتنا کہہ دیا جائے تو کیا فرق پڑے گا؟ بھائی! تم نے خنزیر کو خنزیر کہہ دیا تو کیا ہوا؟ مزہ نہیں آتا، ہاں! تو میں تمہیں بتاؤں کہ مزہ کس سے آتا ہے؟ مزہ تو ان القابات سے آتا ہے جو مرزا غلام احمد نے آخرت کے مقابلہ میں خود اپنے لئے استعمال واختیار کئے تھے، چنانچہ غلام احمد کا ۱۸۹۳ء کو آخرت پادری کے ساتھ مقابلہ ہوا تھا، اور مرزا غلام احمد نے پیش گوئی کی تھی کہ آخرت پندرہ میینے میں سزاۓ موت ہاویہ میں گرے گا... اللہ سے الہام پا کر... پیش گوئی کی تھی، خیر لمبی چوڑی عبارت ہے۔

مرزا کے اپنی ذات کے لئے تجویز کردہ القاب:

اس کے بعد اس نے لکھا... سنو! مرزا غلام احمد کے الفاظ ہیں: ”اب میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو مجھے تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے بڑھ کر لعنتی سمجھو“، اب مزہ آیا کہ خود اپنے بارہ میں کہتا ہے کہ: ”مجھے تمام شیطانوں، بدکاروں اور لعنتیوں سے بڑھ کر لعنتی سمجھو“، اس کے باوجود پندرہ میینے میں بھی آخرت نہیں مرا، حالانکہ غلام احمد نے کہا تھا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آخرت پندرہ میینے میں نہ مरے، سزاۓ موت ہاویہ میں نہ گرے تو میرے لئے سولی تیار رکھو، اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے بڑھ کر مجھ کو لعنتی سمجھو۔ مگر جب آخرت نہیں مرا تو مرزا غلام احمد اپنے قول و قرار کے مطابق: تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے بڑھ کر لعنتی ٹھہرا کر نہیں؟ گویا جتنے یہودی، نصرانی اور جتنے

کافروں بے ایمان ہوئے ہیں، ان سب کا ایک گولہ بنالو، تو غلام احمد کا ایک گالہ (گالیوں کا مجموعہ) بتتا ہے۔ مرزا کیوں! تمہیں کچھ تو سوچنا چاہئے، یہ تو دو اور دو چار کی طرح واضح ہے، تم تاویلیں کر کے دو کوئن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو۔

مرزا ہر ایک بد سے بدتر:

اسی طرح غلام احمد نے کہا تھا کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا، ایک بات اور صرف ایک فقرہ عرض کرتا ہوں، محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہو گیا، تو مرزا غلام احمد کہنے لگا: چلو کوئی بات نہیں، سلطان محمد مر جائے گا تو میرے نکاح میں آجائے گی، تو پیش گوئی کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ محمدی بیگم کا باپ مرے گا، اور دوسرا حصہ یہ کہ محمدی بیگم کا شوہر سلطان محمد مرے گا۔ یاد رکھو! یہ مرزے کے الفاظ ہیں اور موئے الفاظ میں لکھا ہوا ہے، یعنی عام عبارت اور عام تحریر سے موئے الفاظ ہیں، ”یاد رکھو! اگر پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی“، جزو کہتے ہیں حصے کو، پیش گوئی کا دوسرا حصہ ہے سلطان محمد کا مرنا، اور محمدی بیگم کا بیوہ ہونا، اور غلام احمد کے نکاح میں آنا، اور پھر مرزا کا محبوب سے متنقح ہونا، تو مرزا کہتا ہے: ”یاد رکھو! اگر پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر نہ ہوں گا۔“ کیوں بھائی! مرزا کی پیش گوئی کے الفاظ سن لئے آپ نے؟ پھر سنو! ”یاد رکھو! اگر اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی (یعنی سلطان محمد نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر نہ ہوں گا۔“ جتنے دنیا میں نہ رہے ہیں، ابو جہل، ابو لہب، ہامان، فرعون، شداد، نمرود، جہان بھر کے خزیر، کتے، اٹلیں غرض میں ہر ایک سے بدتر نہ ہوں گا، ہاں! اب غلام احمد کو گالی دینے کا مزہ آیا، کیونکہ جب غلام احمد اپنے آپ کو گالی دے تو اس میں مزہ آتا ہے، ہمارے گالی دینے سے کیا مزہ آئے گا؟ ہم کہیں گے دجال ہے، کذاب ہے، کیا مزہ آئے گا؟ کیونکہ دجال کو دجال کہہ دیا تو ہم نے کیا تیر مار لیا؟ پھر کذاب تو ہے ہی کذاب۔

مرزا کا مولا نا عبد الحق غزنوی سے مقابلہ:

مزید سنو! غلام احمد نے مولا نا عبد الحق غزنوی سے مقابلہ کیا، مقابلہ کے معنی ہوتے ہیں کہ دو فریق اللہ کی بارگاہ میں اپنا مقدمہ پیش کر دیں، اور درخواست کریں کہ یا اللہ! جھوٹے کو جھوٹا ثابت کر دے، اور سچے کو سچا ثابت کر دے، جھوٹے پر تیری ایسی لعنت ہو جو کسی پر نہ ہوئی ہو۔

جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا:

اب جب مولا نا عبد الحق نے غلام احمد سے مقابلہ کیا، اور مقابلہ کی تاریخ ۱۴ روزوالقعدہ ۱۳۱۴ھ تھی، اور مقابلہ ہوا، ظہر کے بعد امرتسر کی عین گاہ کے میدان میں، دونوں فریق آئے، غلام احمد نے کہا کہ: جھوٹا، سچے کی زندگی میں مرے گا۔

مولانا سے مقابلہ کا نتیجہ:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غلام احمد کو ۲۶ ربیعی ۱۹۰۸ء کو وبا یہ ہیضہ یا بہ سزا نے ہیضہ ہلاک کر دیا، اور حضرت مولا نا عبد الحق غزنوی ۱۶ ربیعی ۱۹۱۷ء تک زندہ حیات رہے، اور اس کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے، گویا حضرت مولا نا عبد الحق غزنوی، مرزا کے بعد نو سال تک زندہ رہے، اور اللہ کے فضل سے باوجود عمر اور سن رسیدہ ہونے کے بالکل صحیح، تندروست اور سلامت رہے، یوں اللہ نے سچے اور جھوٹے کا فیصلہ کر دیا، اور جھوٹا، سچے کی زندگی میں ہلاک ہو گیا۔ اتب تم ہی بتاؤ کہ جس کو اللہ نے جھوٹا کر دیا ہو، اس کو کون سچا کر سکتا ہے؟

حافظ محمد یوسف مرزا کی مقابلہ:

اور سنو! اس سے سوا مہینہ پہلے شوال کی ۲۰ تاریخ کورات کے وقت حافظ محمد یوسف مرزا کی نے انہی مولا نا عبد الحق غزنوی سے مقابلہ کیا۔ اور مقابلہ اس بات

پر تھا کہ مولانا عبدالحق صاحب کہتے تھے کہ غلام احمد قادریانی، حکیم نور الدین اور محمد احسن امردہ ہوئی، تینوں دجالین، کذائین اور مرتدین ہیں۔ دوسری طرف حافظ محمد یوسف کہتا تھا کہ یہ سچے ہیں، اور مرزا صاحب صحیح موعود ہیں، ان پر مبالغہ ہوا۔

مبالغہ کے بعد حافظ محمد یوسف کا اسلام لاکر

مرزا کے کذب پر مہر لگانا:

غلام احمد کا اپنے مجموعہ اشتہارات میں اس سلسلہ کا ایک اشتہار موجود ہے، جس میں اس نے تصدیق کی ہے کہ ہم سے پہلے حافظ محمد یوسف نے یہ ثواب حاصل کر لیا، اس مبالغہ کا نتیجہ بھی وہی ہوا جو موئی علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کے جادوگروں کا ہوا تھا، کہ وہ سارے کے سارے مسلمان ہو کر حضرت موئی علیہ السلام کے قدموں میں آگرے، اسی طرح حافظ محمد یوسف بھی مسلمان ہو کر مولانا عبدالحق غزنوی کے قدموں میں آگرا، اللہ نے فیصلہ کر دیا کہ غلام احمد مع اپنے چیلوں چانٹوں کے واقعی دجال اور کذاب اور مفسد، مرتد اور بے ایمان ہے۔

مرزا غلام احمد کے دو مقابلے تو مسلمانوں کے ساتھ ہوئے، اور ایک عیسائی ہٹھم کے ساتھ ہوا۔

مرزا کا لیکھ رام سے مبالغہ اور اس کا انجام:

اب ایک آریہ ہندو کے ساتھ بھی اس کے مقابلہ کی روئیداد سن لو! اس آریہ ہندو کے ساتھ بھی غلام احمد کا مقابلہ ہوا، غلام احمد قادریانی نے "سرمه چشم" میں اس کی تفصیل لکھی ہے، چنانچہ مرزا غلام احمد نے لیکھ رام سے بھی مبالغہ کیا تھا، بس دو لفظ سن لو بھائی! مبالغہ کی شرط کیا ہوگی، ایک سال کی میعاد ہوگی۔ مرزا غلام احمد نے کہا کہ اگر میں سچا نکلا تو فریقِ مخالف پر عذاب نازل ہو جائے گا، اس ایک سال کی میعاد میں اگر فریقِ مخالف پر عذاب نازل نہ ہوا، یا مجھ پر عذاب نازل ہو جائے تو میں جھوٹوں

میں سے ہوں گا اور پانچ سورو پے جرمانہ دوں گا۔ کیوں بھائی! میعاد کتنی تھی؟ ایک سال، اور غلام احمد کے چینے کی ایک شکل ہی تھی کہ فریقِ مخالف پر عذاب نازل ہو جائے۔ اور اس کے ہارنے کی دشکلیں تھیں، یا اس پر عذاب نازل ہو، یا کسی پر بھی عذاب نازل نہ ہو۔ چنانچہ مرزا کے مقابلہ میں لیکھ رام آیا اور ۱۸۸۸ء میں اس نے اس کے رسائل کے جواب میں ایک کتاب لکھی ”نسخہ خطب احمدیہ“ یعنی غلام احمد کو خط ہو گیا ہے، اور میں اس کے لئے نسخہ لکھ رہا ہوں۔ لیکھ رام نے اس کتاب ”نسخہ خطب احمدیہ“ میں غلام احمد کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کہا کہ مجھے آپ کا چیلنج منظور ہے، غلام احمد نے ”حقیقت الوجی“ میں اس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں نے آریوں کو مبارکہ کی دعوت دی تھی، کسی نے قبول نہیں کیا، سوائے لیکھ رام کے، اس نے یہ تحریر لکھی تھی ۱۸۸۸ء میں، اب میعاد اور مقررہ شرط کے مطابق ایک سال ۱۸۸۹ء کے اندر اندر اس کو مرنا چاہئے تھا، یا اس پر کوئی ہلاکت آئی چاہئے تھی، مگر افسوس کہ اس کو زکام بھی نہیں ہوا، چنانچہ شرط کے مطابق مرزا غلام احمد اپنا مبلہ ہار گیا، اور جھوٹا لٹکا، جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عیسائی کے مقابلے میں ذلیل کیا، جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے آریہ ہندو کے مقابلے میں ذلیل کیا، اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مقابلے میں ذلیل کیا، وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے! اُسے اور اس کے ماننے والوں کو شرم بھی نہیں آتی؟

قادیانی دھوکا اور اس کا جواب:

اب آخری بات! قادیانی، مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی ہم کلمہ پڑھتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں، تم ہمیں کافر کیوں کہتے ہو؟ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہئے، اور جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس کو کافر کہنے کا کسی کو حق نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ ان سے

پلٹ کر پوچھیں کہ تم اور تمہارے ابا، مسلمانوں کو کافر کیوں کہتے ہیں؟ میں نے گزشتہ سال بھی عرض کیا تھا، اب پھر کہتا ہوں اور خصوصاً مرزا طاہر احمد سے کہتا ہوں کہ: ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“، یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر اول سے آخر تک، الف سے یا تک، خدا شاہد ہے، آپ لوگوں کے مامنے بہ صمیم قلب اس کی گواہی دیتا ہوں، ایمان رکھتا ہوں، کیوں جی! میں مسلمان ہوں یا کافر؟ سوال یہ ہے کہ قادر یا نبی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مامنے والے دنیا کے ذریعہ ارب مسلمان، جو ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ایک، ایک بات کو مانتے ہیں، تم ان کو کافر کیوں کہتے ہو؟ اس سوال کا جواب وے دو، پھر ہم تم کو بتلانیں گے کہ تم کیوں کافر ہو؟ تم دنیا میں مظلومیت کا ڈھنڈو را پیشہ ہو کہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے، ہمیں زبردستی غیر مسلم بتایا جا رہا ہے، ہمہ بان مس! تم ہمیں کیوں غیر مسلم بتاتے ہو؟

مرزا غلام احمد کا حضرت عیسیٰ کو ”نومسلم“ کہنا:

کافر، غیر مسلم کا نام ہے، اور سنو! غالباً یہ حوالہ تم آج پہلی دفعہ سن رہے ہو گے کہ مرزا نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ”نومسلم“ کہا... استغفار اللہ، نعوذ باللہ... انہی تک دادیوں، نانیوں کی بدکاری تو سن رہے تھے، اب آپ دادیوں، نانیوں کو تو چھوڑو، حرامزادہ تو اس کی زبان پر ہوتا تھا، خنزیر ہمیشہ اس کے منہ میں رہتا تھا، خنزیر، کتے، حرامزادے، یہ تو وہ ہر ایک کو بکتا تھا، لیکن کسی شخص کی سب سے بڑی تو ہیں یہ ہے کہ اس کو کافر کہا جائے، اور کافر کے بعد جب وہ مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے... نومسلم...، نومسلم کا معنی کیا ہے...؟ یہی ناں کہ جو پہلے مسلمان نہیں تھا، اب مسلمان ہوا ہو، کیا اللہ کا کوئی نبی ایسا بھی ہوا ہے جو ”نومسلم“ ہو؟ چنانچہ ”حقیقتہ الواقعی“ میں غلام احمد قادریانی نے صاف لکھا ہے کہ: ”اور پھر اسی نومسلم نبی کو۔“

ظالم تم یا ہم؟

مرزا یو! تم مسلمانوں کو اور پوری امتِ مسلمہ کو کافر کہتے ہو، اس لئے کہ وہ مرزا کو نبی نہیں مانتی، جیسے میں غلام احمد کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا... ہاں، ہاں نہیں رکھتا... نہیں رکھتا... صحیح ہے ناں... کہو: ہم بھی... غلام احمد کی جھوٹی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے... اس لئے کہ "كَفَرُنَا بِكُمْ" ہم نے تمہارا انکار کیا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا کہ:

”..... كَفَرُنَا بِكُمْ وَبَدَا يَبْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ
وَالْبُغْضَاءُ أَبْدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ.....“ (الستھن: ۲)

یعنی ہماری اور تمہاری ہمیشہ کے لئے لڑائی اور دشمنی ہے یہاں تک کہ تم اللہ پر ایمان لے آؤ، ہم تمہارا کافر کرتے ہیں، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں۔ میں غلام احمد کی جھوٹی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا اور آپ بھی ایمان نہیں رکھتے، اسی طرح اس وقت کے ذیزدھ یا سوا ارب انسان غلام احمد کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے تو تمہارے نزدیک کافر ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے امتی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے لے کر ہمارے شیخ و مرشد، ہمارے امیر حضرت مولانا خوجہ خان محمد صاحب تک پوری امتِ مسلمہ، غلام احمد قادریانی کی نبوت کی منکر ہے، کیوں بھائی! حق کہتا ہوں یا جھوٹ کہتا ہوں؟ گویا غلام احمد قادریانی کی نبوت کی پوری امت منکر ہے، ابو بکر صدیقؓ سے لے کر ہم تک اور انشا اللہ قیامت تک مسلمان جو بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھیں گے، وہ غلام احمد کی نبوت کے منکر ہوں گے، اور تمہارے نزدیک غلام احمد کی نبوت کا منکر کافر ہے، اس کے یہ معنی ہوئے کہ تم ساری کی ساری امت کو کافر کہتے ہو، اب تم ہی بتلاوہ کہ تم ظالم ہو یا ہم؟ تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم تم پر ظلم کرتے

ہیں، حالانکہ تم ہم پر حکومت کرتے ہو، مگر پھر بھی تم کہتے ہو کہ ہم تم پر ظلم کرتے ہیں...!
ہر محکمہ میں چوٹی پر قادیانی:

مولانا اللہ و سایا صاحب پاکستان میں جرنیلوں کا تذکرہ کرو رہے تھے، اور فرم رہے تھے کہ پاکستان کے ہر محکمے کی چوٹی پر اب کوئی نہ کوئی قادیانی برا جہاں ہے، گویا:
ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے! انعام گلستان کیا ہو گا؟

ہاں سنو! پاکستان میں اب بھی ہر محکمے کی چوٹی پر قادیانیوں کو بھار کھا ہے، اور اگر کسی محکمے میں کوئی قادیانی چپ راسی بھی ہو گا تو اس نے تمام ملازموں، تمام اہلکاروں بلکہ افسروں تک کی ناک میں دم کر رکھا ہو گا، وہ ان کی جھوٹی شکایتیں کر کر کے کہ مسلمان مجھے ستاتے ہیں، مجھے مارتے ہیں، کیونکہ جو جھوٹی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر سکتے ہیں، وہ ہر جھوٹ بول سکتے ہیں۔

قادیانی، کفر میں بھی مخلص نہیں:

میں مرزا طاہر سے کہنا چاہتا ہوں: مرزا طاہر!
در کفر مخلص نہیں زنار را رُسو امکن!

اگر تم کفر میں بھی مخلص نہیں ہو تو زنار کو رُسو امکن کرو، اگر واقعتاً تم غلام احمد قادریانی کی نبوت پر ایمان رکھتے تو مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہنے کی کوشش نہ کرتے، ایک طرف پوری امت کو کافر کہتے ہو، اور دوسری طرف یہ ڈھنڈو را پیش کر کے ہمیں کافر کہا جاتا ہے، گویا یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم کافرنہیں ہیں بلکہ ہمیں کافر کہا جاتا ہے۔

مرزا نیت کی موت کا وقت:

ایک اور بات! مرزا طاہر تو آج کل ہوا میں پرواز کر رہا ہے، اس لئے کہ اس کو تاریک فضائل گئی ہے، چنانچہ یہ جو کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں ناں! یعنی تاریکی کے فرزند یہ پنگے وغیرہ، یہ رات کی تاریکی میں نکلتے ہیں، وہ دن کو کبھی نظر نہیں آتے،

ٹھیک اسی طرح جہاں علم کی روشنی ہو، جہاں علمائے کرام موجود ہوں، وہاں تم سرنپیں آنکھاؤ گے، اور جہاں جہالت کا اندھیرا ہو، وہاں تم لوگوں کو گمراہ کرو گے۔ میں جانتا ہوں کہ انگلینڈ، امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور تمہیں یہاں کھل کھینچنے کا موقع مل رہا ہے، جو چاہو کہو، جو پرواز کرو کرو، تمہاری زبان کو پکڑ کر کوئی کھینچنے والا نہیں، اس لئے تم ہوا میں پرواز کر رہے ہو، لیکن میں تمہیں بتادینا چاہتا ہوں کہ چیونٹی کے جب پر لگتے ہیں تو اس کی موت کا وقت قریب آ جاتا ہے، ہماری زبان میں کہتے ہیں: چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں۔ تمہاری ہلاکتوں کا وقت مجانب اللہ مقدر ہو چکا ہے، تم پرواز کرلو، یہ اڑانیں بھرلو، تمہیں آج کل جو پر لگے ہوئے ہیں، یہ حقیقت میں تمہاری موت کا انتظام ہے، اور تمہاری ہلاکت کی گھنٹی ہے، انشا اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ثوٹی پھوٹی اور کمزور امت جس کے نبی کی تشریف آ دری کو چودہ سو سال ہو گئے اور اس نے اپنے نبی کو دیکھا تک نہیں، بلاشبہ ہم بہت پیچھے رہ گئے اور ہم پچھڑ گئے، اور بہت ہی خستہ حال ضرور ہیں، مگر انشا اللہ یہ امت اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود چلتی رہے گی اور امتِ محمدیہ کا یہ قافلہ رواں دواں رہے گا، ہاں! تم بلیلے کی طرح اٹھنے تھے اور انشا اللہ بلیلے کے طور پر بیٹھ جاؤ گے، انشا اللہ تعالیٰ! ثم انشا اللہ!

وَلَخَرْ وَعُولَانَا لَهُ الْحُمْرَ الْمَرْبُّ الْعَالَمِينَ

منکرینِ ختم نبوت سے لغض، ایمان کا حصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْعَصْرُ لِلّٰهِ وَمَلَكِهِ) عَلٰى جَاهٰوَهِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَسَلَّمَ)

انسان میں پسند و ناپسند کا جذبہ:

انسان میں اللہ تعالیٰ نے دو جذبے رکھے ہیں، ایک پسند کا، اور ایک نفرت و ناپسندیدگی کا۔ پسند کے جذبے کے ذریعہ اسے جو چیز پسند آئے وہ اس کی چاہت کرتا ہے، آپ میں سے بھی ہر ایک آدمی اپنی پسندیدہ چیز کی چاہت رکھتا ہوگا۔ اور اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایک جذبہ ایسا پیدا فرمایا ہے کہ جس چیز سے اسے نفرت ہو، وہ اس سے بھاگتا ہے، اور اس سے ایک درجہ کی عداوت رکھتا ہے، یہ انسان کی فطرت ہے، جس انسان میں یہ دو جذبے نہ ہوں، آپ اس کے بارے میں بے تکلف کہہ سکتے ہیں کہ وہ حقیقت میں انسان ہی نہیں ہے۔

پسندیدہ سے محبت اور ناپسندیدہ سے نفرت:

اسی کے ساتھ یہ بھی کہ جس درجے کی جو چیز ناپسندیدہ ہو، آدمی کو اس سے اتنی ہی نفرت ہوتی ہے، ہماری شریعت کی زبان میں اسی جذبہ کا نام ہے:

”الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبَغْضُ فِي اللّٰهِ“

ترجمہ:... ”اللہ کی خاطر کسی سے محبت رکھنا، اور اللہ کی

خاطر کسی سے بغض رکھنا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی:

”احب الاعمال الى الله، الحب في الله
والبغض في الله.“

یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل، اللہ کی خاطر کسی سے محبت رکھنا
اور اللہ کی خاطر کسی سے بغض رکھنا ہے۔

اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا اعزاز:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک منادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندادے گا
اور اعلان کرے گا: ”أَيْنَ الْمُتَحَابُونَ فِي؟“ یعنی وہ لوگ کہاں ہیں؟ کھڑے
ہو جائیں وہ لوگ جو صرف میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اعلان سن کر کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے ان کے
بارے میں حکم ہو گا کہ جنت میں چلے جاؤ، اس کے بعد باقیوں کا حساب و کتاب ہو گا۔
کسی سے اللہ کی خاطر محبت رکھنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”احب
الاعمال“ فرماتے ہیں، یعنی سب سے محبوب ترین عمل، اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا
عمل نہیں۔

دُشمنانِ خدا سے بغض کی تلقین:

اور اسی کا دوسرا پہلو ہو گا اللہ کی خاطر کسی سے بغض رکھنا، چنانچہ فرمایا:

”قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ

وَالَّذِينَ مَعَهُ، إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَاوْا وَإِنَّا مُنْكِمْ وَمِمَّا

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

الْعَدَاوَةُ وَالْبَعْضَاءُ أَبْدَا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ.....“

(المتحن: ۲)

ترجمہ:...”تم کو چال چلنی چاہئے اچھی ابراہیم کی، اور جو اس کے ساتھ تھے، جب انہوں نے کہا اپنی قوم کو: ہم الگ ہیں تم سے اور ان سے کہ جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا، ہم منکر ہوئے تم سے اور کھل پڑی ہم میں تم میں دشمنی اور بیرہمیشہ کو، یہاں تک کہ تم یقین (ایمان) لا و اللہ اکیلے پر۔“

(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے بہت اچھا نمونہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات میں اور ان کے ساتھ ایمان والوں میں کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم بری ہیں تم سے اور ان چیزوں سے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں، یعنی انکار کرتے ہیں، اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان دشمنی اور بعض کا مظاہرہ ہوگا، اور یہ دشمنی جب تک رہے گی؟ جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاوے گے....!

کسی کو برا نہ کہنے کا نظریہ غلط ہے!

تو یہ نظریہ کہ کسی کو برا نہ کہو، نہایت غلط ہے، اور یہ حقیقت میں بھی اور جھوٹ، حق اور باطل، اسلام اور کفر ان کی لکیروں کو مٹا دینے کا نام ہے کہ کفر و اسلام میں امتیاز تک نہ رہے، گویا نہ اسلام، اسلام رہے، نہ کفر، کفر رہے، نہ حق، حق رہے، اور نہ باطل، باطل رہے۔

ذاتِ نبویؐ سے محبت و عداوت ہمارے تعلق کی بنیاد:

جس شخص کو جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہوگا، ہماری اس کے ساتھ اتنی ہی محبت ہوگی، اور جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنا دشمنی ہوگی یا اس کے دل میں آپ کی جتنا مخالفت ہوگی، ہمیں بھی اس کے ساتھ اتنی ہی

ڈشمنی ہوگی، یہ ہے صحیح بات۔

صحابہ کرام سے محبت و تعلق بھی ذاتِ نبویؐ کی وجہ سے:

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہمارا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نہ ہوتی تو نہ ہم ابو بکرؓ کو جانتے، نہ عمرؓ کو جانتے، نہ عثمانؓ کو جانتے، نہ علیؓ کو جانتے، نہ طلحہ، زیبرؓ کو اور نہ کسی دوسرے صحابی کو۔

کفار سے عداوت کی وجہ بھی ذاتِ نبویؐ:

دوسری طرف ہمیں ابو جہل، ابو لہب، عقبہ، شیبہ اور بڑے اور موٹے موٹے کافروں کے ساتھ بغض و عداوت اور ڈشمنی ہے صرف اس لئے کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈشمنی تھی۔

ذاتِ نبویؐ سے ادنیٰ بغض بھی زندقة ہے:

یہاں اس سلسلہ کے دو واقعات ذکر کر دیتا ہوں، ایک یہ کہ ایک صاحب اکثر نماز میں سورۃ "تَبَثُّ يَدَا أَبْيَ لَهَبٍ وَّ تَبَّ" پڑھا کرتے تھے، ایک بزرگ نے فتویٰ دیا کہ یہ زنداق ہے، اور فرمایا کہ: دراصل اس کے اس سورۃ پڑھنے کا منشاء یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچا ابو لہب کی برائی بیان کرنا چاہتا ہے، اور ابو لہب کی برائی اس لئے نہیں کرنا چاہتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈشمن تھا، بلکہ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پچا تھا۔ اس واقعہ سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عزیز کی محض اس لئے برائی کرنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عزیز ہے، یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈشمنی ہے، اس

لئے اس نظریہ سے ”بَتَّ يَدَا أُبُنِ لَهَبٍ“ پڑھنے والا زندگی ہے، کیونکہ اس کا مقصد اور اس کا فرشا... نعوذ باللہ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیٰ پر عیوب لگانا ہے۔

ذاتِ نبویؐ سے عداوت کی وجہ سے

ابولہب سے عداوت عین ایمان ہے:

اسی طرح ایک اور ایوب صاحب ہیں، ان کے نقیبے کلام کا مجموعہ میرے پاس آیا، اس کے دیباچے میں لکھتے لکھتے، لکھتے ہیں کہ یوں تو مجھے اللہ تعالیٰ کا سارا کلام ہی محبوب ہے، مگر سب سے زیادہ مجھے ”بَتَّ يَدَا أُبُنِ لَهَبٍ“ محبوب ہے، اس لئے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی برائی ہے۔ دیکھئے! یہاں بھی وہی بات ہے، مگر یہ بات خالص ایمان کی ہے، کیونکہ ”بَتَّ يَدَا أُبُنِ لَهَبٍ“ میں کسی کافر کا تذکرہ نہیں کیا گیا، صرف ابولہب کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس لئے کہ یہ اور اس کی یوں اُتم جیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے زیادہ ایذا پہنچاتے تھے، پاوجو و اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب ترین عزیز اور سگا چچا تھا، مگر جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کے لئے پہنچتے، یہ بدجنت بھی وہاں پہنچے چلا جاتا اور کہتا: یہ میرا بھیجا ہے، اور پاگل ہو گیا ہے۔... نعوذ باللہ... اور اس کی یوں اُتم جیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیٰ سے عداوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی اور اس کی یوں کی تمدیدت یہاں فرمائی اور پوری سورۃ، سورۃ لہب کو نازل کیا۔

ایمان کی علامت!

تو ایمان کی علامت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں سے دوستی رکھنا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا۔

اچھے کو اچھا اور بے کو برا کہو!

بس میں نے ساری بات کا اتنا خلاصہ نکالا ہے کہ یہ نظریہ غلط ہے کہ کسی کو بُرانہ کہو، یہ نظریہ صحیح نہیں۔ صحیح نظریہ یہ ہے کہ اچھے کو اچھا کہو، اور بے کو بُرا کہو، اور جس درجے کا بُرا ہواں کو اس درجے کا بُرا سمجھو۔

اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی:

دوسری بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی، اگر کسی نبی کی ضرورت پڑے گی تو پہلے نبیوں میں سے کسی کو لایا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب عامِ انسانیت میں ایسی کوئی شخصیت باقی نہیں رہی، جس کے سر پر تاج نبوت رکھا جائے۔

قتلِ دجال کے لئے حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے:

چنانچہ جب دجال کے مقابلے کے لئے ایک نبی کی ضرورت پیش آئے گی تو اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے ایک نبی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دجال کے قتل کرنے کے واسطے آسمان سے نازل فرمائیں گے، کیوں بھائی! نُھیک ہے نا! یہ تو آپ سب لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ قرب قیامت میں دجال نکلے گا، اور اس کو قتل کرنے اور تدبیغ کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے، اور اس عقیدے کو پکا کرو۔

دجال کے خروج سے پہلے...:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ دجال کا خروج اس وقت ہوگا جب منبر پر علماء دجال کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیں گے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ابھی علمائے تو خروج دجال کا انکار نہیں کیا، لیکن عوام میں بہت بڑی تعداد ایسے پڑھے لکھے جاہوں کی بیدا ہو چکی

ہے، جو دجال کے آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کا انکار کرتی ہے، بلکہ یوں کہتے ہیں کہ کانا دجال تو افسانہ ہے۔

نَزْولُ عِيسَىٰ خَتْمُ النَّبُوتِ كَمَنَافِيِّ النَّبِيِّينَ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے سے ختم نبوت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، بلکہ ختم نبوت اور پکی ہو جاتی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ”خاتم النبیین“ اور آخری نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے بعد کسی کو نبی بنا دیتا، آسمان سے پہلے والے نبی کے انتارے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا دجال ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اب جیسا کہ مولانا سلیم دھرات صاحب نے آپ کو حدیث سنائی تھی کہ: ”لِلَّاتِيْنَ كَذَّابُوْنَ“ اور ایک روایت میں ”دِجَالُوْنَ“ کا لفظ بھی آتا ہے، یعنی تیس جھوٹے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ: ”اَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ“ کہ وہ اللہ کا نبی ہے، ”وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَ بَعْدِي!“ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ختم نبوت کا اعلان میدانِ عرفات میں!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں

فرمایا تھا:

”أَنَا أَخْرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ أَخْرُ الْأَمْمِ.“

(ابن ماجہ ص: ۲۹۷)

ترجمہ:...”میں آخری نبی ہوں، اور تم آخری اُمت ہو۔“

اور ”جمع الزوائد“ میں ہے:

”یا ایها الناس! انه لا نبی بعدى ولا امة بعد کم“

(ج: ۸ ص: ۲۶۳).....

ترجمہ:...”اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں

ہے اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں ہے۔“

مدعیٰ نبوت سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں:

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں، لہذا آنحضرت صلی

الله علیہ وسلم کے بعد جو شخص منصب نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اللہ نے
نبی بنایا ہے، وہ دُنیا کا سب ہے بڑا جھوٹا، سب سے بڑا دجال و کذاب ہے۔

منصب نبوت سے بڑا کوئی منصب نہیں:

اس لئے کہ عالم امکان میں نبوت سے بڑھ کر کوئی منصب نہیں ہے، سب

سے بڑا منصب نبوت ہے، نبوت سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں، اور جو شخص جھوٹے طور پر
نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ سب سے بڑا جھوٹا ہے، دُنیا میں اس سے بڑا کوئی جھوٹا نہیں

ہو سکا۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ”کذابون“ فرمایا۔

مدعیٰ نبوت منصب چھیننا چاہتا ہے:

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ حقیقت میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمہارے لئے کافی نہیں، میرے پاس آؤ! گویا وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو چھیننا چاہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تاج رسالت

اپنے سر پر رکھنا چاہتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منصب نبوت پر وہ خود میٹھنا
چاہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں:

آپ حضرات جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب شخص نہیں ہے، حتیٰ کہ ماں باپ، بہن بھائی، اعزہ و اقربا اور دنیا کا کوئی رشتہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

وَالَّذِهِ وَوْلَدِهِ وَالنَّاسَ أَجْمَعِينَ۔“ (صحیح بخاری ج: ۱ ص: ۷)

ترجمہ: ”کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ

میں اس کے نزدیک محبوب نہ میں جاؤں، اس کے والد سے، اس کی اولاد سے اور تمام انسانوں سے۔“

حضرت تھانویؒ مجدد تھے:

حکیم الامم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ... سب کو نور اللہ مرقدہ... اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے... آپ چودھویں صدی کے مجدد تھے... میں نے ایک مقام پر کہا تھا کہ مجدد اس کو کہتے ہیں جو دین کی تجدید کرے، چنانچہ اس پوری صدی میں اور حضرتؒ کی حیات میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں آیا جس پر حضرتؒ نے قلم نہ اٹھایا ہو، مجھے کوئی ایک مسئلہ بتا، جس پر آپؒ نے نہ لکھا ہو، اسلامی فنون و علوم میں سے ایک فن اور ایک علم ایسا نہیں جس پر حضرتؒ نے تالیفات نہ فرمائی ہوں، اور کتابیں نہ لکھی ہوں، اس کو مجدد کہتے ہیں، ایک ہزار سے زیادہ آپ کی تالیفات ہیں، بلاشبہ اتنا بڑا کام کہ آج کل ایک پوری اکیڈمی اور پورا ادارہ مل کر کرنے لگے تو شاید وہ بھی نہ کر سکے، مگر تین تھیں اس ایک آدمی نے یہ سارا کام کیا، جبکہ اس کے ساتھ اسنفار بھی ہوتے، وعظ و ارشاد کی محفلیں بھی ہوتیں، تعلیم و تلقین بھی ہوتی تھی، اکیلی خلک تصنیف و تالیف ہی نہیں تھی، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو بات بھی قلم سے نکل گئی، پھر

کی لکیر ثابت ہوئی۔

حضرت تھانویؒ کی بے نفسی:

اس کے علاوہ بے نفسی، للہیت و اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ایک مستقل رسالہ جاری کیا تھا کہ اگر میری کتابوں میں کوئی غلطی ملے تو مجھے مطلع کرو، میں اس سے رجوع کرلوں گا۔ دوسری طرف نفس پرستی کا یہ عالم ہے کہ لوگوں کی غلطیوں کو اچھاتے رہتے ہیں، مگر کوئی مان کر نہیں دیتا۔

یہ ہمارے اکابر کا طرہ امتیاز ہے اور اللہ کے فضل سے مستقل ایک ”تریجع الراجح“ کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے، اور اس میں اعلان کر رکھا ہے کہ کوئی صاحب علم اگر میرے کسی فقرے پر کسی تحریر پر متعرض ہوں تو مجھے نشاندہی کریں، میں اس پر غور کروں گا اور غور کرنے کے بعد اگر ان کی بات راجح معلوم ہوئی تو فوراً اپنی بات سے رجوع کرلوں گا، اور اگر مجھے ان کی بات پر شرح صدر نہ ہوا تو میں علماء سے یہ کہوں گا کہ وہ خود اس مسئلہ پر غور کریں، میری رائے تو یہ ہے، مگر فلاں صاحب اس کے مقابلے میں یہ رائے دیتے ہیں، علماء اس پر غور کریں گے کہ کیا ہونا چاہئے؟ مسئلہ کیا ہے؟

اپنے نفس سے بدگمانی:

ہمارے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ جل تھے، حضرتؒ نے کئی دفعہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت حکیم الامّتؒ کی اپنی ذات کا مسئلہ آتا تھا تو آپؒ خود اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تھے، بلکہ علماء کو جمع کر کے مسئلہ پوچھتے تھے، تاکہ اپنا نفس کوئی تاویل نہ کرے، خیر یہ دوسرا موضوع ہے۔

محبتِ نبویؐ کے مقابلہ میں سب محبتیں یعنی ہیں، ایک قصہ:

میں کیا بات کر رہا تھا؟ ہاں! میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے حضرت حکیم الامّتؒ کی خدمت میں ایک آدمی آیا، کہنے لگا کہ: حدیث میں تو یہ آتا ہے کہ تم میں

سے کوئی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میری محبت سب سے بڑھ کر نہ ہو، لیکن مجھے جتنی اپنے والد سے محبت ہے اتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: خان صاحب! تمہیں غلط فہمی ہے، اپنے باپ سے تمہیں محبت ہوگی! اور ہوتی ہے، اپنے والد سے کس کو محبت نہیں ہوتی؟ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سامنے یہ سب یقین ہے اور کچھ نہیں۔ خان صاحب اصرار کرنے لگے کہ نہیں مجھے جتنی اپنے باپ سے محبت ہے، اتنی کسی سے نہیں۔ حضرتؐ خاموش ہو گئے، اب اس سے کیا مناظرہ کریں، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہونے لگا، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاتیں سن کر خان صاحب جھوم رہے ہیں اور عرش کر رہے ہیں، حضرتؐ نے اچاکٹ کٹھر کر فرمایا: خان صاحب! اس بات کو چھوڑ دیئے، تمہارے والد صاحب بہت اچھے آدمی تھے، یہ کہنا چاہئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا جمال پوری طرح جلوہ آرا تھا، اور خان صاحب کا دل اس جمال کے تذکرہ سے اڑا جا رہا تھا، حضرتؐ نے اچاکٹ رُک کر فرمایا کہ: خیر! اس بات کو تو چھوڑ دیئے، آپ کے والد بہت اچھے تھے۔ خان صاحب کہنے لگے: حضرت! یہ آپ نے کیا غصب ڈھایا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو رہا تھا، آپ میرے باپ کا تذکرہ لے بیٹھے! حضرتؐ نے فرمایا: کیوں خان صاحب؟ آپ تو کہتے تھے کہ باپ کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے، جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اس کا تذکرہ بھی دل کو محبوب ہوتا ہے، اور جی چاہتا ہے کہ ذکر چلتا رہے۔

گناہ گار سے گناہ گار مسلمان کا دل محبتِ نبویؐ سے لبریز!

تو مجھے آپ کو یہ لطیفہ سنانا تھا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان، بلکہ سیرا یہ عقیدہ ہے کہ کتنا ہی گناہ گار سے گناہ گار مسلمان کیوں نہ ہو، لیکن اگر اس کے قلب کو اور اس کے دل کے دریچہ کو کھول کر دیکھو، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھرا ہوا ہوگا۔

محبتِ نبویؐ کا ایک عجیب قصہ!

اب اس پر بھی ایک اور لطیفہ سنادوں! شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے أستاذ شیخ ابو طاہر کی رحمۃ اللہ کی اپنے ایک ہم عصر یعنی ہم زمانہ بزرگ سے مخالفت چل رہی تھی، اس دوران شیخ ابو طاہرؒ کو ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو ایسا لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہیں اور التفات نہیں فرمایا، انہوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ: حضور! میری غلطی معلوم ہو جائے تو میں اس کی اصلاح کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بزرگ کا نام لے کر ارشاد فرمایا: تم اس سے ڈشنا کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ فلاں بزرگ کو... جو کہ فوت ہو چکے ہیں... مُرا بھلا کہتے ہیں۔

حضرت مدینیؒ سے دلی محبت کا قصہ!

جیسے کوئی آدمی ہمارے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدینی قدس سرہ کو مُرا بھلا کہے... اور ہمیں مُرا لگتا ہے، اسی طرح شیخ ابو طاہر کیؒ کو بھی یہ بات مُرا لگتی تھی، اس لئے وہ ان سے ڈشنا رکھتے تھے۔

میرے سامنے میرے والد کا انتقال ہوا، اور میرے مشائخ کا بھی انتقال ہوا، لیکن میں جتنا دو بزرگوں کی وفات پر رویا ہوں، مجھے زندگی میں یاد نہیں ہے کہ کسی کی وفات پر اتنا رویا ہوں، ایک شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدینی قدس سرہ... جس وقت حضرتؒ کے وصال کی خبر مجھے ملی ہے، آپ یقین جانیں مجھے بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے جہاں تاریک ہو گیا، اور میں بے اختیار روتا تھا، حالانکہ صرف ایک دفعہ زیارت کی تھی، کوئی ان کا شاگرد بھی نہیں تھا، ان کا مرید بھی نہیں تھا، کوئی خاص تعلق بھی نہیں تھا، لیکن بس وہ قلبی تعلق جو شروع سے تھا، اس کی وجہ سے بے اختیار روتا تھا، اور دوسرے حضرت جی مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، تبلیغی جماعت والے،

ان کے وصال پر بھی میں جتنا رویا ہوں، اتنا کبھی نہیں رویا۔
 خیر! تو شیخ ابو طاہرؒ نے کہا کہ: حضور! میں اس شخص سے ڈشمنی اس لئے رکھتا
 ہوں کہ فلاں بزرگ جوفوت ہو چکے ہیں، یہ آدمی اس سے عداوت رکھتا ہے، اس کو مُرا
 بھلا کہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا! وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے یا
 نہیں؟ یعنی جس کو تم رُدِّ سمجھتے ہو، وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے ہاتھ
 جوڑ کر کہا کہ: حضور! آپ کے کسی امتی کے بارے میں میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ اسے
 حضور سے محبت نہ ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا! تو اس کے معنی
 ہوئے کہ میری محبت کی وجہ سے تم نے محبت نہیں رکھی، بلکہ فلاں بزرگ کی ڈشمنی کی وجہ
 سے تم نے اس سے ڈشمنی رکھی؟ شیخ ابو طاہرؒ نے کہا کہ: حضور! میں توبہ کرتا ہوں، آج
 سے ڈشمنی ختم، آپ کی محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہوں۔ صحیح ہوئی تو ایک طلاق میں
 وراہم... سمجھ لوروپے... رکھے اور اس کے اوپر ایک نفیس جوڑا رکھا، اور خود لے کر اس
 بزرگ کے پاس پہنچ، جس کو مُرا بھلا کہا کرتے تھے، وہ طنزیہ انداز میں کہنے لگے کہ:
 آج کیسے آنا ہو گیا؟ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ذکر
 کیا، اور کہا کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں توبہ کر لی ہے،
 آئندہ آپ سے میری ڈشمنی ختم۔ وہ بزرگ فرمانے لگے: آپ مجھ سے ڈشمنی رکھتے
 کیوں تھے؟ فرمایا: بس اس کو چھوڑ دیں! فرمایا: پھر بھی! کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ فلاں
 بزرگ تھے تاں میں جانتا ہوں کہ وہ اللہ کے مقبول بندے تھے، اور تم اس کو مُرا بھلا
 کہتے تھے، اور مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا تھا۔ وہ بزرگ کہنے لگے: اچھا! اگر وہ اللہ
 کے مقبول بندے تھے تو میں بھی آئندہ ان کو مُرا بھلا کہنے سے توبہ کرتا ہوں، مجھے غلط
 فہمی ہوئی تھی۔

تو غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے محبت رکھنا، اور بغرض
 کی وجہ سے بغرض رکھنا، یہ ایمان کا حصہ ہے۔

پھر سب سے بدتر شخص وہ ہے جو دعویٰ نبوت کرے، اس لئے مدعی نبوت سے عداوت رکھنا بھی اللہ اور رسول سے محبت کی وجہ سے ہونی چاہئے، اور یہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسیلمہ کذاب، لکھوانا:

ابھی ہمارے ساتھی، مسیلمہ کذاب کا ذکر کر رہے تھے، تو مسیلمہ کذاب نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط بھیجا تو اس غبیث نے لکھا:

”من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله.“

یعنی مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے یہ خط محمد رسول اللہ کے نام ہے۔ گویا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”محمد رسول اللہ“ مانتا تھا، اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر بھی نہیں تھا، لیکن رسالت کو اپنے لئے بھی ثابت کرتا تھا، اس لئے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوا�ا:

”من محمد رسول الله الی مسیلمة الكذاب“

(محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام)

سب سے بڑا جھوٹا، چنانچہ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ مسلمان جب بھی مسیلمہ کا نام لیتے ہیں ”مسیلمہ کذاب“ کہتے ہیں۔

غلام احمد قادریانی، مسیلمہ کذاب سے ایک قدم آگے:

مسیلمہ کذاب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ: ”آپ بھی رسول اللہ ہیں اور میں بھی اللہ کا رسول ہوں“، لیکن غلام احمد قادریانی نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی ”محمد رسول اللہ“ ہوں۔

اب میں اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل نہیں کرتا، وقت زیادہ ہو گیا۔

ہماری دشمنی کا سب سے بڑا مظہر مرزا قادریانی:

تو دنیا میں ہماری دشمنی کا سب سے بڑا مظہر اگر ہو سکتا ہے تو وہ غلام احمد قادریانی ملعون و جال ہے، تو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی محبت ہوگی، اس کو غلام احمد سے اتنا ہی بغض ہو گا۔

مرزا قادریانی کے مقابلہ میں کام کرنے والے

حضور کے محبوب ہیں:

آخر میں اب ایک اور بات کہہ کر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں، وہ یہ کہ: جو لوگ اس ملعون و جال کے مقابلے میں کام کر رہے ہیں، خواہ کسی درجے میں بھی کام کرنے والے ہوں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری تور اللہ مرقدہ جن کے ہاتھ پر امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے قادریانی مسئلہ پر کام کرنے کی بنا پر بیعت کی تھی، جمایت الاسلام کے جلسے میں پانچ ہزار کا مجمع تھا، اور حضرت شاہ صاحب کی وجہ سے ہندوستان کے چیدہ چیدہ علمائے مجمع تھے، شاہ صاحب نے اٹھ کر اعلان فرمایا کہ قادریانی فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک امیر منتخب کرنا چاہئے، اور عطا اللہ شاہ بخاری نوجوان ہیں، صالح ہیں، کیونکہ حضرت شاہ صاحب اس وقت نوجوان تھے۔ لہذا میں اس مسئلے کے لئے ان کو امیرِ شریعت مقرر کرتا ہوں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، پھر بھرے جلسے میں آپ نے امیرِ شریعت کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اور حضرت کشمیری کتنے اونچے درجے کے آدمی تھے؟ دیکھنے والے ہی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میرے أستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بیان فرماتے تھے کہ اس وقت امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطا اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کچی طاری تھی، اتنا بڑا خطیب اور ہندوستان کا خطیب اعظم، صرف اتنے الفاظ بول سکا کہ:

بھائیو! یہ نہ سمجھو کہ حضرت شاہ صاحبؒ میرے ہاتھ پر بیعت فرمار ہے ہیں، بلکہ میری بیعت کو قبول فرمار ہے ہیں۔

امیرِ شریعتؒ کو بارگاہِ نبویؐ سے سلام:

مولانا عبداللہ درخواستی صاحب دامت برکاتہم اب بھی زندہ ہیں، ان سے پوچھ لو، حج پر گئے، وہاں ان کو مکاوفہ ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، یہ وہاں ٹھہرنا کی نیت سے گئے تھے، فرمایا: ٹھہر و نہیں، واپس جاؤ! اور میرے بیٹے سید عطا اللہ شاہ بخاری کو میرا سلام کہہ دو۔

حاجی مانکؒ کو روزانہ زیارتِ نبویؐ کا اعزاز:

سنده میں ہوتے تھے حاجی مانکؒ، انہوں نے ایک خزریر قادیانی کو قتل کیا، اس لئے کہ اس ملعون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی کوئی بات کی جو حاجی مانکؒ سے برداشت نہ ہوئی، تو کلہاڑی لے کر مار دی، اور قتل کر کے بعث کلہاڑی کے تھانے پہنچ گئے، اور کہا کہ: میں اس خزریر کو مار کے آیا ہوں، مجھے گرفتار کرو۔

ہمارے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اس کے مقدمہ کی پیروی کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ہمیشہ تشریف لاتے تھے، کیونکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ہی حاجی مانکؒ کا مقدمہ لڑا تھا، اور اللہ کے فضل سے اللہ نے ان کو رہائی عطا فرمائی تھی، چند سال کی سزا ہوئی تھی، حالانکہ وہ خود اقرار کر رہے تھے کہ میں نے مارا ہے، وکلا نے کہا بھی کہ: حاجی صاحب! آپ کے اس کیس کا کوئی گواہ نہیں ہے کہ آپ نے مارا ہے... حالانکہ تھانے میں خود کلہاڑی پہنچائی تھی... آپ یہ کہہ دیں کہ یہ تھانے والے غلط کہتے ہیں، میں نے نہیں مارا، بس عدالت میں مکر جائیں۔ اس پر حاجی صاحبؒ فرمانے لگے: تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے کہ مجھے یہ مشورہ دیتے ہو؟ فرمانے لگے: جس دن سے مجھے جیل میں بند کیا گیا ہے، اس دن سے روزانہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، جبکہ زندگی میں کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باوجود تمنا کے خواب میں زیارت نہیں ہوتی تھی، کیا میں مکر کر اس نعمت سے محروم ہو جاؤ؟

نج کا محبتِ نبوی سے مجبور ہونا:

اسی کا ایک جز اور بھی رہ گیا ہے، وہ یہ کہ قاتل خود اقرار کرتا ہے اور قانون اس کو پھانسی کی سزا دیتا ہے، لیکن نج نے فیصلہ لکھا کہ: مجھے معلوم نہیں کہ کون سی طاقت ہے جو مجھے حاجی صاحب کو سزاۓ موت دینے سے منع کرتی ہے، بہر حال قانون کا احترام ضروری ہے، اس لئے میں اتنے سال کی سزا ان کو دیتا ہوں۔ اس لئے کہ حاجی ماںک نے جس غیرت میں آ کر اس مردار اور خنزیر کو قتل کیا ہے، کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس کی بنیاد پر کسی کو قتل نہیں کرتا، میں چونکہ نج ہوں عدالت کی کرسی پر ہوں، قانون کا احترام میرا فرض ہے، اس لئے میں اتنے عرصہ کی علامتی سزا حاجی ماںک کو دیتا ہوں، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ان کو بری کر دیتا۔

اسی طرح کے اور بھی بے شمار واقعات میرے سینے میں محفوظ ہیں، اس وقت صرف یہ دو باتیں میں نے آپ کی خدمت میں عرض کر دیں۔ ختم نبوت کے لئے کام کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بن جاؤ گے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے لئے کام کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں اور بدترین دشمن غلام احمد قادریانی سے بغض کی علامت ہے۔

وَلَخَرْ وَعُولَانَا لَهُ الْحُمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

عقیدہ حیاتِ مسح قرآن و سنت اور مرزاںی تصریحات کی روشنی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س:... مولانا صاحب! میں نے اس سے پہلے آپ کو خط لکھا تھا مگر جواب سے محروم رہا۔ مولانا صاحب! آپ باطل پرستوں اور غیر مسلموں کے خلاف جو جہاد کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے دین و ایمان بچانے کے لئے جو محنت کر رہے ہیں، اس پر میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔

مولانا صاحب! مجھے ایک دوست کے لئے چند قرآنی آیات کی تشرع مطلوب ہے، جن سے قادریانی وفاتِ مسح پر استدلال کرتے ہیں۔

قادریانیوں کا کہنا ہے کہ ان کے پاس تمیں سے زائد ایسی قرآنی آیات اور دلائل ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دلالت کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ درج ذیل تمیں آیات الیکی ہیں جن سے صراحتاً وفاتِ مسح ثابت ہوتی ہے:

الف:... ”كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ“ (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے)۔

ب:... ”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ فَدُخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ“ (محمد صرف

اللہ کے رسول ہیں جن سے پہلے کے سب رسول فوت ہو چکے ہیں)۔

ج:... ”وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخَلْدَ أَفَإِنْ مِتْ فَهُمْ الْخَلِدُونَ“ (ہم نے تمھے سے پہلے کے کسی انسان کے لئے دوام اور بقا نہیں رکھا، اگر

آپ فوت ہو جائیں تو کیا وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟)۔

ذرا ان آیات کی تفصیل و تشریع کیجئے! تاکہ قادریانی عقیدہ وفاتِ مسیح کی حقیقت کھل سکے۔

والسلام
اقبال احمد - فیصل آباد

جواب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ) عَلٰى جَاهٰوْهِ النَّبِيِّ! عَلٰى عَطْفٰنِ!

بِرَادِ رَكْرَمٍ، زَيْدِ لَطْفَةٍ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ!

نامہ کرم ملا تھا، مگر آپ نے پتہ نہیں لکھا تھا، اس لئے جواب سے معذور رہا، آپ نے جن "غیر مسلمون سے جہاد" کی بات ہے، وہ بے چارے ہمارے بھولے اور بھکٹے بھائی ہیں، وہ از خود خطوط لکھتے ہیں اور میں انہیں جواب دیتا ہوں، کسی کو بذریعہ اخبار، اور اکثر حضرات کو براہ راست۔ میں جن دوستوں کو خط لکھتا ہوں اسی جذبے سے لکھتا ہوں کہ ان کو ساتھ لے کر جنت میں جاؤں۔ شاید اللہ کے کسی بندے کے دل میں صحیح بات آجائے، اور اس کی ہدایت ہماری نجات کا بہانہ بن جائے۔ میں فرض سمجھتا ہوں کہ ان کی خیر خواہی کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں، کروں۔

جناب نے جن تین آیتوں کی تشریع طلب فرمائی ہے، وہ ہمارے بھولے بھالے قادریانی دوست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں، آپ سے بھی کسی قادریانی دوست نے ان کا مطلب دریافت کیا ہوگا؟ آپ ان صاحب کو بتائیے کہ مرزا صاحب نے "براہینِ احمدیہ" جلد: ۲ صفحہ: ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰ ص: ۱، ج: ۱، ن: ۱ میں قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روحاںی خزانے کا ثبوت دیا، اور: "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے" کہہ کر ان کو قرآنی پیش گوئی کا مصدقہ شہرایا ہے، اور صفحہ: ۵۰۵ پر خود اپنے سے بھی اس کی مستقل پیش گوئی کی ہے۔

مرزا صاحب کی یہ عبارتیں ان صاحب کے سامنے رکھ کر ان سے دریافت

کیجئے کہ:

اُن... یہ آیات جو آپ "وقات مسح" کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں، "براہین احمدیہ" کی تصنیف و اشاعت سے پہلے قرآن مجید میں موجود تھیں یا بعد میں نازل ہوئی ہیں؟ اگر پہلے بھی موجود تھیں تو جناب مرزا صاحب ان آیات کا مطلب سمجھتے تھے یا نہیں؟ ار نہیں سمجھتے تھے تو جو شخص قرآن کریم کی تیس صریح آیات کا مطلب نہ سمجھے، اس کی قرآن دانی پر اعتقاد کر کے سلف صالحین کے عقیدے کو چھوڑ دینا عقل و دیانت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

۲:... جو شخص صریح غلط اور خلاف قرآن عقیدے اپنی کتابوں میں شائع کر کے برس تک ان کی تبلیغ کرتا پھرے، وہ مجدد کہلاتا ہے یا مخدود اور بے دین؟
 ۳:... جو شخص فہم قرآن سے عاری ہو، غلط عقائد کے لئے قرآن کی تحریف کرتا ہو، اور اس کے لئے الہامات بھی گھرتا ہو، وہ مسح موعود کہلاتے گا یا مسح کذاب؟
 ۴:... "براہین" میں جو عقیدہ مرزا صاحب نے ورج کیا، اگر وہ خلاف واقعہ تھا تو گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی مرزا صاحب نے جھوٹی پیش گوئی کی، ایسا شخص اگر مسح ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ سچا مسح ہوگا یا جھوٹا مسح؟

مسلمان تو مرزا صاحب کو جیسا سمجھتے ہیں، وہ سب کو معلوم ہے، مگر مجھے قادیانی دوستوں پر توجہ ہے کہ وہ مرزا صاحب کو مسح بھی مانتے ہیں اور جھوٹا بھی۔ وہ کہتے ہیں کہ "براہین احمدیہ" کی تصنیف کے زمانے میں حضرت صاحب مسح تو تھے، مگر انہیں پتہ نہیں تھا کہ وہ "مسح موعود" ہیں، اور وہ ان الہامات کا مطلب نہیں سمجھتے تھے جو انہیں "مسح موعود" بتاتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک مرزا صاحب فہم قرآنی سے بھی عاری تھے، فہم الہامات سے محروم تھے، صحیح اسلامی عقائد سے بھی نا آشنا تھے، اس لئے وہ جھوٹے عقیدے بھی لکھتے رہے، اور ان کے لئے قرآن کی تحریف بھی کرتے رہے۔

دیکھئے! مسلمان بھی تو مرزا صاحب کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ وہ مسیحیت کے
مدعی ضرور تھے، مگر فہم قرآن سے محروم، فہم الہامات سے عاری، قرآن کریم کی تحریف پر
جری، اسلامی عقائد سے نا آشنا، اور غلط عقائد کے پرچارک تھے، آہ....!

وہ شیفتہ کہ ڈھوم تھی حضرت کے زہد کی!

میں کیا کہوں کہ کل مجھے کس کے گھر ملے؟

قادیانی دوست کہا کرتے ہیں کہ: اس وقت حضرت صاحب کو صحیح حقیقت کی
خبر نہیں تھی، اس لئے انہوں نے ”براہین“ میں ”رسی عقیدہ“ لکھ دیا۔ مگر میں نے جو
سوال عرض کئے ہیں، ان سے قادیانی دوستوں کی تاویلِ محض خن سازی بن کر رہ جاتی
ہے، اس لئے کہ ”براہین“ میں مرزا صاحب نے ”رسی عقیدہ“ نہیں لکھا، بلکہ اس کے
لئے قرآن کریم کا ثبوت پیش کر کے اس پر اپنی ”الہامی مہر“ ثبت فرمائی ہے، پھر ایک
الگ الہام سے مستقل طور پر بھی اس کی پیش گوئی کی ہے، کیا یہ ”رسی عقیدہ“ ہی رہا
ہے؟ یا قرآن اور الہامی عقیدہ ہوا؟

چلئے ”رسی عقیدہ“ ہی سکی! لیکن اس وقت مرزا صاحب کوئی ڈودھ پیتے بچے
تو نہیں تھے جنہیں دائیں بائیں کی خبر نہ ہو، جب ”براہین“ کا یہ حصہ شائع ہوا اس
وقت وہ ۲۵ سال کے تھے، مجدد وقت کھلاتے تھے، بارش کی طرح ان پر الہامات نازل
ہوتے تھے، خیر سے ”معجزہ“ بھی بننے بیٹھے تھے، ایسے وقت غلط عقائد لکھنا، ان کے
لئے قرآن کے حوالے دینا، ان پر الہامی مہریں لگانا، مرزا صاحب کے دین و دیانت،
علم و فہم، قرآن و اعلیٰ اور الہامات سب پر پانی پھیر دیتا ہے، اور مرزا صاحب کی شخصیت
کا وہی سراپا سامنے آتا ہے جو مرزا صاحب کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

بس اپنے قادیانی دوست سے ایک یہی سوال کیجئے کہ اگر ان آیات سے
وفاقتِ معجزہ ثابت ہوتی ہے تو ان کا سب سے پہلا شانہ مرزا صاحب کی ”مسیحیت“ بنتی
ہے، پہلے مرزا صاحب کے دامن سے یہ دھبہ دور کیجئے، پھر آپ کے ”مسئل“ کا

جواب ہم پر لازم آئے گا۔

درالصل مرتضیٰ صاحب نے اپنی شخصیت کے گرد حصار قائم کرنے کے لئے اپنے مریدوں کے سامنے ”وفاتِ مسح“ کی ”دیوارِ چین“ کھڑی کر دی تھی، تاکہ وہ اسی سے ٹکرائیں کر اپنے دین و ایمان کا سر پھوڑتے رہیں، اور اسے پھلا گکر انہیں مرتضیٰ صاحب کی شخصیت کی طرف جھانکنے کا موقع ہی نہ ملے، لیکن حیاتِ مسح کا اعجاز دیکھئے کہ جب ہم اسی دیوار کے سوراخ سے مرتضیٰ صاحب کو جھانک کر دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں کذب و افتراء اور جھل و غباوت کے جامہ میں ملووس کھڑے نظر آتے ہیں، ان کے مرید نوئے سال سے وفاتِ مسح کی دیوارِ گریہ پر ”عیسیٰ مر گیا، عیسیٰ مر گیا“ کا ماتم کر رہے ہیں، مگر کسی بندہ خدا کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ مرتضیٰ صاحب سے یہ دریافت کر لے کرہ: حضرت! عیسیٰ ۱۸۹۱ء میں مرا تھا یا اس سے پہلے کسی زمانے میں مر چکا تھا؟ اور قرآن کریم کی وہ تیس آیتیں جو بقول آپ کے وفاتِ مسح کا ”صریح اعلان“ کر رہی ہیں ۱۸۹۱ء میں پہلی بار نازل ہوئی ہیں یا پہلے بھی یہ دنیا کے سامنے موجود تھیں؟ کتنی موٹی بات ہے جو ہمارے بھائیوں کی عقل میں نہیں آتی کہ قرآن کریم تو دنیا میں تیرہ سو سال سے موجود تھا، اس میں یہ تیس آیتیں بھی تھیں، جن کو آپ وفاتِ مسح پر پیش فرماتے ہیں، تو پھر آخر ۱۸۹۱ء میں آپ پر وفاتِ مسح کا اکٹشاف پہلی بار کیوں ہوا؟ تیرہ سو سال سے اکابرِ امت، ائمہ مجددین اور سلف صالحین، حیاتِ مسح کا عقیدہ کیوں رکھتے آئے؟ یہ معما ان کی سمجھ میں کیوں نہ آیا؟ اور پھر خود مسیحیت مآب ۲۵ سے ۵۵ برس تک ان تیس آیتوں سے کیوں جاہل رہے؟ اور حیاتِ مسح کے ثبوت میں قرآنی آیات اور اپنے الہامات کیوں پیش فرماتے رہے؟

برادرم! مرتضیٰ صاحب نے بزعم خود وفاتِ مسح کے ثبوت میں قرآن کریم کی جو آیتیں پیش کی ہیں، انہیں اس عقیدہ سے قطعاً کوئی مس نہیں، اگر ان سے ”وفاتِ مسح“ کا ثبوت ملتا تو گز شتمہ صدیوں کے بزرگانِ دین اور مجددین نے ان آیتوں سے

”وفاتِ مسح“ کا عقیدہ ثابت کر کے اس پر ایمان رکھا ہوتا، مگر آپ کو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ سلف صالحین میں سے کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی مجدد نے ان آئیوں سے وفاتِ مسح کا عقیدہ نہیں نکالا۔

باقی مرزا صاحب نے جن بزرگوں کا نام لیا ہے کہ وہ وفاتِ مسح کے قائل تھے، یہ بالکل غلط اور ان اکابر پر مرزا صاحب کا افتراء ہے۔

اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں، یا یہ کہ گزشتہ صدیوں کے اکابر قرآن کو نہیں سمجھے تھے اور نہ قرآن کریم کی صریح آیات پر ان کا ایمان تھا، یا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب قرآن کو نہیں سمجھتے تھے اور نہ ان کا قرآن کریم پر ایمان تھا۔ الغرض اگر قرآن کریم میں ”وفاتِ مسح“ کا عقیدہ صاف اور صریح طور پر لکھا ہوا ہے... جیسا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے... تو اس سے لازم آئے گا کہ گزشتہ صدیوں کے تمام اکابر... نعوذ باللہ... قرآن سے جاہل اور بے ایمان تھے، اور اگر یہ عقیدہ قرآن میں نہیں ہے، تو مرزا صاحب کو جاہل اور بے ایمان مانتا پڑے گا۔

خود مرزا صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ گزشتہ تیرہ صدیوں کے مسلمانوں کا عقیدہ یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ ہم ولی میں گئے تھے، ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ: تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدفون اور حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر بھایا..... مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں، وہ استعمال کر کے دیکھو، اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو فوت شدہ مان لو۔“ (ملفوظات ج: ۱۰، ص: ۳۰۰، ملخصاً بلطفہ)

مرزا صاحب کی اس تصریح سے واضح ہے کہ مرزا صاحب مسلمانوں کو تیرہ سو سال کے عقائدِ اسلامی سے برگشته کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔

آخر میں مناسب ہوگا کہ ان تین آئیوں کے بارے میں بھی مختصرًا عرض کر دوں، جو آپ کو کسی قادریانی دوست نے بتائی ہیں۔

ا... ”كُلُّ نَفْسٍ ذَآتِهِ الْمَوْتٍ“ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ذی روح کو اپنے مقررہ وقت پر مرتا ہے، یہ آیت آسمان کے فرشتوں سے لے کر زمین کے جانداروں تک سب کو شامل ہے، جو زندہ ہیں ان کو بھی، اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی، اور اس آیت کے تحت مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے مقررہ وقت پر فوت ہوں گے، جیسا کہ حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: وہ دوبارہ زمین پر آتیں گے، چالیس سال رہیں گے، پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

فرمائیے! یہ آیت اسلامی عقیدے کے خلاف کیسے ہوئی؟ اور اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں؟ ذرا سوچئے! اگر کوئی دانشمند اس آیت سے میری، آپ کی، سارے انسانوں کی، سارے فرشتوں کی موت ثابت کرنے لگے تو آپ اسے ”مراتی“ نہیں سمجھیں گے؟ ”ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے“ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ فلاں شخص مر چکا ہے؟

۲: ... آیت ”قَدْ خَلَتِ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ“ کا ترجمہ اس نے آپ کو غلط بتایا ہے، اس سے پوچھئے کہ اگر ”سب رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں“ تو مرتضیٰ صاحب کے دعوائے رسالت کے غلط اور جھوٹ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟ ”سب رسول“ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہو چکے تھے، تو پھر مرتضیٰ صاحب رسول اور نبی کی حدیث سے کہہ رہے آدھکے؟

علاوہ ازیں ٹھیک یہی الفاظ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمائے گئے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے: ”مَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتِ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ“ (المائدہ: ۵۷) (نہیں تھے مسیح ابن مریم مگر رسول، بے شک اس سے پہلے کے رسول گزر چکے) اور یہ آیت سورہ آل عمران کی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے، جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوہہ آل عمران کی آپس کے نزول کے وقت حیاتِ دنیوی کے ساتھ جلوہ فرماتھے۔ اگر نزول قرآن کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہ ہوتے تو یہ نہ فرمایا جاتا کہ: ”ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں“ بلکہ یہ فرمایا جاتا ہے کہ وہ مر چکے ہیں، چونکہ نزول قرآن کے وقت یہ دونوں رسول زندہ تھے... یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام... اس لئے ان دونوں کے بارے میں فرمایا گیا: ”فَذَخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الْمُؤْمِلُ“ (ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں) نہ کہ خود یہ دونوں۔

۳... یہ آیت مشرکین کے رذ میں نازل ہوئی تھی، وہ کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مر جائیں تو ان کا دین بھی مٹ جائے گا، اس لئے وہ آپؐ کے وصال کی تمناً میں کیا کرتے تھے، انہیں جواب دیا گیا کہ دنیا میں جو انسان بھی آتا ہے وہ یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آتا، بلکہ اسے اپنے مقررہ وقت پر جانا ہوتا ہے، اب اگر آپؐ اپنے مقررہ وقت پر دنیا سے تشریف لے جائیں تو کیا ان لوگوں نے یہاں ہمیشہ رہنے کا پٹہ لکھا رکھا ہے؟ کیا یہ نہیں مریں گے؟ لہذا کسی کی نبوت کی تمنا کرنا عبث ہی نہیں جمات بھی ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی دنیا میں ہمیشہ نہیں رہیں گے، بلکہ ان کی وفات کے لئے جو وقت علم الٰہی میں مقرر ہے اس میں ان کا انتقال ہوگا۔ رہا یہ کہ وہ وقت ہے کون سا؟ اس کا جواب قرآن کریم اور حدیث نبوی میں دیا جا چکا ہے کہ وہ قرب قیامت میں نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے، تمام اہل کتاب ان پر ایمان لا میں گے، ساری دنیا کو اسلام پر جمع کریں گے، نکاح کریں گے، ان کے اولاد ہوگی، چالیس برس دنیا میں رہیں گے، تب ان کا وقت موعود آئے گا، اور ان کی وفات ہوگی۔

فَظَّ وَالسَّلَامُ

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

حضرت علیہ السلام شریعتِ محمدی کے پیروکار بن کر آئیں گے

ایک سوال کا جواب!

بسم اللہ الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت علیہ السلام قرب قیامت میں جب دنیا میں تشریف لا میں گے تو آپ متصف بالذوق تو ہوں گے ہی، کیونکہ انبیاء کی نبوت کبھی ختم نہیں ہوتی، مگر چونکہ ادیان سابقہ کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اس وقت آپ شریعتِ محمدیہ کا اتباع کریں گے، تو کیا آپ کا یہ اتباع امتی کی حیثیت سے ہو گا یا نہیں؟ یعنی آپ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ امتی بھی ہوں گے یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ: حضرت علیہ السلام کا نزول بحیثیتِ امتی ہونا قرآن و حدیث کسی سے حکماً ثابت نہیں ہے، حدیث میں صرف "اما ما عادلًا" یا "حَكَمَا عادلًا" کی حیثیت وارد ہوئی ہے، اور شریعتِ محمدیہ کا اتباع کرنا آیا ہے، اور اتباع سے امتی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

زید اپنی تائید میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتا ہے:

الف: حضرت یوشع بن نون اور دوسرے انبیائے نبی اسرائیل شریعت موسوی کے تابع ہو کر مبعوث ہوئے، ان کی اپنی شریعت نہیں تھی، ان سب انبیاء کا شمار امتی میں نہیں ہوتا، بلکہ وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء اور تائیدین کی حیثیت

رکھتے ہیں، تو اسی طرح جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو ان کی حیثیت امام، خلیفہ و نائب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی، اور آپ اُمّتی نہیں ہوں گے، حضرت یوشع بن نونؓ تبی بھی تھے اور تابع بھی تھے، مگر اُمّتی نہیں تھے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی بھی ہوں گے، تابع بھی ہوں گے، مگر اُمّتی نہیں ہوں گے۔

ب:... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب "اپنی تفسیر" "معارف القرآن" میں

تحریر فرماتے ہیں:

"دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ اگرچہ اس وقت فرائض
نبوت و رسالت پر مأمور ہو کر دنیا میں نہ آئیں گے، بلکہ اُمّتِ
محمدیہ کی قیادت و امامت کے لئے بحیثیتِ خلیفہ رسول تشریف
لامیں گے، مگر ذاتی طور پر ان کو جو منصب نبوت و رسالت
حاصل ہے، اس سے معزول بھی نہ ہوں گے، بلکہ اس وقت ان
کی مثال اس گورنر کی سی ہوگی جو اپنے صوبہ کا گورنر ہے، مگر کسی
ضرورت سے دوسرے صوبہ میں چلا گیا ہے، تو وہ اگرچہ صوبہ
میں گورنر کی حیثیت پر نہیں، مگر اپنے عہدہ گورنری سے معزول بھی
نہیں۔"

(معارف القرآن ج: ۲ ص: ۸۱)

ج:... نبی مصصوم ہوتا ہے، اور اُمّتی مصصوم نہیں ہوتا۔
د:... اُمّتی وہ ہوتا ہے جس کی ہدایت کے لئے کسی نبی یا رسول کو بھیجا جائے،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود نبی ہیں، پھر وہ کیسے اُمّتی ہو سکتے ہیں؟

اس کے مقابلہ میں عروکہتا ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بحیثیت
اُمّتی ہوگا، قبیح ہونے کے بھی معنی ہے، عمر و اپنی تائید میں مندرجہ ذیل دلائل پیش
کرتا ہے:

ان:... ملّا علی قاری اپنی کتاب "موضوعات کبیر" میں فرماتے ہیں

”فِيأَنِي فِي قَتْلِ الدَّجَالِ وَيَدْخُلُ الْمَسْجَدَ وَقَدْ

اَقِيمَ الصلوة فِي قَوْلِ الْمَهْدِیٍ: تَقْدِمْ يَا رَوْحَ اللَّهِ! فِي قَوْلِ: اَنَّمَا هَذِهِ الصَّلَاةُ اَقِيمَتْ لَكَ، فَيَتَقْدِمُ الْمَهْدِیٌ وَيَقْتَدِی
بِهِ عِيسَیٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَشْعَارًا بِأَنَّهُ مِنْ جَمْلَةِ الْاَمَّةِ، ثُمَّ
يَصْلِی عِيسَیٌ فِي سَائِرِ الْاَيَّامِ۔“ (ص: ۱۶۲ طبع نور محمد کراچی)
ترجمہ:... ”پس (عیسیٰ) آئیں گے دجال کو قتل کریں
گے، (حضرت عیسیٰ) مسجد میں داخل ہوں گے، نماز کی اقامت
کبھی جا چکی ہوگی، مہدی کہیں گے: روح اللہ! آگے بڑھ کر نماز
پڑھائیے۔ (حضرت عیسیٰ) کہیں گے: اس نماز کی اقامت آپ
کے لئے کبھی جا چکی ہے، (آپ ہی نماز پڑھائیے)، پس مہدی
آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ یہ بتلانے کے
لئے ان کی اقتدا کریں گے کہ وہ بھی اس امت میں سے ہیں،
اس کے علاوہ باقی دونوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز
پڑھائیں گے۔“

۲: ... مُلَّا عَلَى قَارِيٍّ کے قول کو حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ اپنی
کتاب ”خاتم النبیین“ میں نقل فرماتے ہیں:

”وَنَيْزُ قَوْلٍ مُلَّا عَلَى الْقَارِيِ فَلَا يَنَاقِضُ قَوْلَهُ
”خاتم النبیین“ اِذَا الْمَعْنَى اَنَّهُ لَا يَأْتِي بَعْدَهُ نَبِيٌّ يَنْسَخُ
مَلْتَهُ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهِ۔“

ترجمہ:... ”نیز مُلَّا عَلَى قَارِي کا یہ قول، ارشاد خداوندی
”خاتم النبیین“ کے خلاف نہیں، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا کہ آپ کے

دین کو منسوخ کر دے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔“
۳:... امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ اپنے مکتوبات فقرہ دوم
مکتب نمبر: ۶۷ میں تحریر فرماتے ہیں:

”عیسیٰ علیٰ تبینا و علیٰ الصلوٰۃ والسلام کہ نزول خواہد فرمود
عمل شریعت او خواہد کرد، ولعنوان امت او خواہد بود۔“

ترجمہ:... ”اور عیسیٰ“ جب نازل ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی پر عمل کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوں گے۔“

۴:... علامہ حکیم ولی کامل علی درہ اپنی کتاب ”خواتم الحكم المسمی
بحل الرموز و کشف الكوثر“ کے ص: ۱۳۲ میں فرماتے ہیں:

”ويكون من أمة محمد صلی الله علیہ وسلم
وخاتم اولیائه ووارثیه من جهة الولاية.“

ترجمہ:... ”اور (حضرت عیسیٰ) امتِ محمدیہ میں سے
ہوں گے اور آپ کی امت کے اولیائیں سے آخری ہوں گے،
اور ولایت کی نسبت سے آپ کے وارث ہوں گے۔“

۵:... امام جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ ”الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ
السلام“ میں نقل کرتے ہیں:

”قال السبکی فی تفسیر له ما من نبی الا اخذ
الله علیہ المیثاق انه ان بعث محمداً فی زمانه لیؤم من به
ولینصرنه ویوصی منه بذالک وفیه من النبوة وتعظیم
قدره مما لا يخفی وفیه مع ذالک انه علی تقدیر مجیئه
فی زمانه یکون مرسلًا الیهم، ویکون نبوته ورسالته

عامة لجميع الخلق من زمن ادم الى يوم القيمة ويكون الانبياء وأممهم من أمته فالنبي صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبياء ولو اتفق بعثه في زمن ادم ونوح وابراهيم وموسى وعيسى وجہ علیہم وعلى اممهم الا يمان به ونصرتہ ولھذا یأتی عیسیٰ فی آخر الزمان علی شریعتہ ولو بعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم فی زمانہ وفی زمان موسی وابراهیم ونوح وادم کانوا مستمرین علی نبوتہم ورسالتہم الی اممهم والنبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی علیہم ورسول الی جمعیتہم۔“ (تحذیر الناس ص: ۶۸)

ترجمہ:...”علامہ سکنی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ وعدہ لیا تھا کہ اگر ان کے زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں، تو آپ ان پر ایمان لائیں گے، ان کی مدد کریں گے۔ اسی وجہ سے ہر نبی نے اپنے ماننے والوں کو اسی کی وصیت فرمائی، اس میں ان کی نبوت اور جلالتِ قادر کی طرف اشارہ ہے، جو کسی پر مخفی نہیں، اسی وجہ سے اگر ان میں سے کوئی نبی بالفرض ان کے زمانہ میں مبعوث ہو جائے تو وہ رسول ہوگا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ساری مخلوق کے لئے عام ہوگی، اور تمام انبیاء اور ان کی امتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوں گے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں، اور بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت حضرت آدم، نوح، ابراهیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کے زمانہ میں

ہوتی تو ان سب پر اور ان کی امتیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا واجب ہوتا، لہذا عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر نازل ہوں گے، اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زمانہ میں مبعوث ہوتے یا حضرت موسیٰ، ابراہیم، نوح اور آدم (علیہم السلام) کے زمانہ میں مبعوث ہوتے تو وہ اپنی اپنی نبوت و رسالت پر قائم رہتے اور ان کی نبوت ان کی امت کے لئے ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے نبی و رسول ہوتے۔“

اور اسی چیز کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" ص: ۱۰۱، ۱۰۰ جلد دوم میں بحوالہ تفسیر ابن کثیر سے ذکر فرمایا ہے۔
۶: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ امام المحدثین والمفاسدین اپنی کتاب "تفسیر عثمانی" میں سورہ احزاب کی آیت: "مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ...الخ" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ میں مہر لگ گئی، اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی، پس جن کو ملنی تھی مل چکی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دوز سب نبیوں کے بعد رکھا، جو قیامت تک چلتا رہے گا۔
حضرت مسیح علیہ السلام بھی آخری زمانے میں بھیثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کے آئیں گے، جیسے تمام انہیاً (علیہم السلام) اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں، مگر شش جہت میں عمل صرف نبوتِ محمدیہ کا جاری و ساری ہے۔"

۷:... شیخ الحدیث و المفسرین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اپنی کتاب

”عقائد الاسلام“ حصہ دوم صفحہ ۵۷ میں تحریر فرماتے ہیں:

”از روئے قرآن و حدیث اور باتفاق صحابہ و تابعین“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپؐ پر نبوت ختم ہو گئی اور آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے چھ سو سال پہلے نبی بنائے گئے اور آسمان پر اٹھائے گئے، غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنائے گئے، آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کو نبوت نہیں ملی، قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور نزول کے بعد شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، اور آپؐ امتی اور تاریخ ہو کر رہیں گے۔“

۸:... حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ وعظ

مسئلہ ”الرفع والوضع“ میں فرماتے ہیں:

”اور انہیاً علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کا وجوب بالقوہ تو اس حدیث سے ظاہر ہے: ”لو کان موسنی حیاً لما وسعه الا اتبعی“ (اگر بالفرض موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا) اور باقص اس سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول الی الارض کے وجوباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرمائیں گے۔“

جب ایک تشریحی نبی وجوباً اتباع فرماتا ہے تو کیا اس سے امتی ہونا ثابت

نہیں ہوتا ہے؟

۹:... حضرت مولانا عاشق اللہ میر بھٹیؒ اپنی کتاب ”مقدمۃ القرآن“ مطبوعہ

۱۳۲۰ھ میں بعنوان ”کلام اللہ شریف“ میں ۲۵ انبیا کا صراحتاً ذکر ہے،“ کے تحت ص: ۳۱، ۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت عیسیٰ مسیح قیامت کے قریب حضرت مهدی کے زمانہ سر اپا سعادت میں پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر اُمتِ محمدیہ میں داخل ہونے کی عزت حاصل کریں گے، اور حاکم عادل بن کر قرآن و حدیث نبوی، غرض شریعت محمدی کے مطابق مقدمات کے فیصلے کریں گے۔“

۱۰: ... ارشاد باری تعالیٰ: ”وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا كَافِةً لِلنَّاسِ... الخ.“ اور جب حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو ”کافہ للناس“ میں داخل ہیں، پس ان سے مستثنی ہونے کی کوئی ولیل نہیں۔

اب دریافت طلب امریہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ واضح اور صاف الفاظ میں مل مفصل تحریر فرمادیں کہ حضرت عیسیٰ اُمتی ہوں گے یا نہیں؟ ۲: ... حضرت عیسیٰ اُمرتی کی حیثیت سے تشریف لا کیں گے تو ان کے اُمتی ہونے کو تسلیم کرنا، اور اگر اُمتی کی حیثیت سے تشریف نہ لا کیں گے تو ان کے اُمتی نہ ہونے کو تسلیم کرنا، اسلامی عقائد میں داخل ہے یا نہیں؟

ماہنامہ ”بینات“ کراچی ریجن الاؤن ۱۳۹۵ھ، اپریل ۱۹۷۵ء میں بعنوان ”شذور“، ”قادیانی نظریات مجد والف ثانی“ کی نظر میں،“ کے تحت مدیر رسالہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

”ہٹک یا عزت؟ اُمتِ اسلامیہ کا عقیدہ ہے کہ خاتم الانبیا بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ کا آنحضرت کی تصدیق و تائید کے لئے نازل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتی میں شمار ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ترین منقبت ہے۔“ (ص: ۱۱، ۱۲)

پھر فرماتے ہیں:

”مرزا صاحب نے اپنی امت کو یہ تصور دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے تعالیٰ شریعتِ محمدیہ ہونے سے اس امت کی ذلت و رسوائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہٹک اور کسرِ شان لازم آتی ہے، اور اسلام کا تختہ اُٹ جاتا ہے (ازالہ ص: ۵۸۲، روحانی خزانہ ج: ۳ ص: ۳۱۶)۔“

پھر مجدد الف ثانیؒ کا ایک مکتب نقل کر کے فرماتے ہیں:

”قادیانی صاحبان الناصف فرمائیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُستی مانا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے یا ہٹک؟“
 (”بینات“ رجوع الاول ۱۳۹۵ھ ص: ۱۲)

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُمتی نہ مانا قادیانی عقیدہ ہے؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُمتی مانا الٰی سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور یہ مسئلہ اسلامی عقائد میں داخل ہے؟ مل تحریر فرمادیں۔ بینوا و تؤجروا.... المستفتی:
 انور رحمن، برما

جواب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْعَصْدُ لِلّٰهِ وَسَلَوْنٰهُ) عَلٰى جَاهٰوَ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَسَلَّمَ)!“

سوال نامہ میں جو نکات درج کئے گئے ہیں، ان پر غور کرنے سے پہلے چند امور کا سمجھ لینا ضروری ہے:
 اول:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لانا

اسلام کا قطعی، یقینی اور متواری عقیدہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر آج تک ہر صدی میں یہ عقیدہ ایمانیات میں شمار ہوتا چلا آیا ہے، اور اہل حق میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس عقیدہ سے انکاپر کیا ہو، یا اس میں کوئی تاویل کی ہو۔

دوم:... یہ بات بھی ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں تشریف لا میں گے تو اپنی شریعت پر عمل نہیں کریں گے، بلکہ شریعت محمدیہ کے مطابق عمل کریں گے، کیونکہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد پہلی تمام کتابیں اور شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، اور اب صحیح قیامت تک صرف آپؐ ہی کی شریعت کا دور ہے۔

سوم:... انبیاء سالقین کا ایک تعلق اپنی امتوں سے ہے، اور ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، وہ اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امتوں کے ہادی تھے اور ان کی رشد و ہدایت کے لئے نبی بنا کر معمouth کئے گئے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ان کی حیثیت ماتحت کی تھی، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپؐ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا، جس کا تذکرہ سورہ آل عمران آیت: ۸۱ میں فرمایا گیا ہے: "وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتُنَصِّرُنَّهُ" اس آیت کے تحت محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "نبی الانبیا" ہیں، اور تمام انبیاء گز شدہ آپؐ کے امتی کی حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ جو جماعت الاسلام مولانا محمد قاسم نانو تویؒ بانی دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں:

"غرض جیسے آپ نبی الامم ہیں، ویسے نبی الانبیاء بھی ہیں، یہی وجہ ہوئی کہ بہ شہادت "وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتُنَصِّرُنَّهُ الخ" اور انبیاء کرام علیہ

علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع و اقتدا کا عہد لیا گیا۔ ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے۔ علاوہ بریں بعدِ نزول، حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔“

(تحذیر الناس ص: ۸، ۹ مطبوعہ ۱۹۷۶ء)

خود مرزا غلام احمد قادریانی کو بھی اعتراف ہے کہ:

”قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَئُوْمَنْ بِهِ وَلَتَصْرُّفْنَہُ۔ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوئے۔“

(برائین احمدیہ حصہ بجم ضمیرہ ص: ۲۰۰، روحانی خواشن ج: ۲۱ ص: ۲۳۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لئے نبی ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، باوجود نبی ہونے کے امتِ محمدیہ میں شامل ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

چہارام:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ شریعتِ محمدیہ کے خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور امتی ہونے کی حیثیت سے تشریف لائیں گے، مگر ان کو عام افراد امت پر قیاس کرنا ذرست نہیں، مناسب ہوگا کہ یہاں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کی ایک عبارت نقل کر دی جائے، ”الخیر الکثیر“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَعَيْسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ شَانًا وَأَجْلَهُمْ بِرَهَانًا، وَمِزاجَهُ ”السبوغ“، وَلَذَالِكَ كَانَتْ

معجزات سبوغیہ کلھا، وکان وجودہ من طریق السبوغ، ولذالک حق لہ ان ینبعکس فیه انوار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ویزعم العامة انہ اذا نزل فی الارض کان واحداً من الامّة، کلّا بل هو شرح للاسم الجامع المحمدی ونسخة مننسخة منه، فشتان بینہ وبنین احدی من الامّة، الا انہ یتبع القرآن، ویأتم بختام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، وذالک لا یقدح فی کمالہ بل یؤیدہ، فتعزف، وهو بذاته محاقد لشروع اليهود، ولذالک نزل بین یدی الساعة۔“ (ص: ۷۲)

ترجمہ: ...”اور عیسیٰ علیہ السلام من جملہ ان انبیائے کرام کے ہیں جن کی شان سب سے کامل اور جن کی برهان سب سے جلیل القدر ہے، اور ان کا مزاج ”سبوغ“ ہے، اسی بنا پر ان کے سارے معجزات سبوغیت کے رنگ میں ہیں، اور ان کا وجود بھی بطريق سبoug ہوا، اسی بنا پر وہ مستحق ہوئے کہ ان میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار منبعکس ہوں۔ اور عام لوگوں کا خیال ہے کہ جب وہ زمین میں نازل ہوں گے تو تھجھ ایک امتی ہوں گے، ایسا ہرگز نہیں، بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی شرح اور اسی کا ایک مُثُنی ہیں، پس ان کے درمیان اور عام افراد امت کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، ہاں! یہ ضرور ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی پیروی اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کریں گے، اور یہ بات ان کے کمال میں رخنه انداز نہیں، بلکہ ان کے کمالات کو دو بالا کر دیتی ہے، خوب سمجھ لو! اور وہ بغض

نقیص یہود کے شرور کو مٹانے والے ہیں، اسی مقصد کے لئے وہ
قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔“

اس تہذید کے بعد عرض ہے کہ زید کا یہ موقف صحیح نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کا امتنی ہونا کہیں ثابت نہیں، کیونکہ قرآنِ کریم کی آیت سے ابھی معلوم ہو چکا
کہ نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام بلکہ دیگر انبیاءؐ کرام علیہم السلام بھی امتنی محمد یہؐ کے ذیل
میں آ جاتے ہیں، احادیث نبویہ بھی بشرط فہم اسی طرف اشارہ کرتی ہیں، ایک حدیث
میں ہے: ”أَنَا سَيِّدُ الْأَدَمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.“
(مجموع الزواائد ج: ۸ ص: ۲۵۳)

یعنی ”میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا“ اور کون نہیں جانتا کہ
سیادت اپنے ماتحتوں پر ہوتی ہے، اب ان دونوں باتوں کی روشنی میں ارشادِ نبوی پر غور
کیجئے تو وہی نتیجہ نکلے گا جو قرآنِ کریم کی مذکورہ بالا آیتِ میثاق میں ارشاد فرمایا گیا ہے،
یعنی تمام انبیاءؐ کرام علیہم السلام کا آپؐ کے ماتحت ہونا۔

ایک اور حدیث میں مزید صراحةً ہے کہ: ”مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا مِنْ دُونَهُ
تَحْتَ لَوَائِيهِ“ یعنی ”آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جتنے نبی ہوئے ہیں وہ سب
میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔“ پس تمام انبیاءؐ کرام علیہم السلام کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلتے ہونا آپؐ کی سیادت و قیادت اور ان کی ماتحتی کی
دلیل ہے، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہفت اقلیم نبوت کے تاجدار ہیں، اور دیگر
انبیاءؐ کرام علیہم السلام آپؐ کی ماتحتی میں علاقائی گورنر ہیں، ہر گورنر اپنے صوبے کا
حاکم مطلق ہوتا ہے، مگر وہ بھی دیگر رعیت کی طرح شہنشاہ کی رعایا میں شمار ہوتا ہے، اسی
طرح تمام انبیاءؐ کرام علیہم السلام اپنی اپنی امت کے مطابع مطلق تھے، مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت چونکہ تمام ازمان و آکوان کو محیط ہے، اس لئے
تمام انبیاءؐ کرام علیہم السلام آپؐ کے زیر سیادت ہوئے۔

علاوه ازیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں متعدد احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی امت محمدیہ میں تشریف آوری اس امت کے ایک فرد کی حیثیت سے ہوگی، ایک جگہ فرمایا گیا: ”ینزل فیکم ابن مریم“، ایک جگہ ارشاد ہے: ”واماكم منکم“، ایک اور روایت میں ہے: ”فاماکم منکم“ ایک اور حدیث میں ہے: ”فیكون عیسیٰ فی امتی حَكْمًا عَدْلًا“، ایک اور حدیث میں ہے: ”الا إله خلیفتی فی امتی من بعدی“ یہ اور اس قسم کی اور احادیث بتاتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت مرحومہ کے ایک فرد کی حیثیت سے خاکم ہوں گے۔

اس سے قطع نظر اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کوئی اشارہ نہ فرمایا ہوتا تو بھی بدراہست عقل اسی طرف رہنمائی کرتی تھی، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپؐ کی تعلیم و شریعت تاقیامت ہے، اگر سارے انبیاء سابقین علیہم السلام بھی تشریف لے آئیں تو لامحالہ شریعت محمدیہ ہی کے ماتحت ہوں گے، کیونکہ ان کی اپنی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خبر دی ہے تو اس لئے ہر صاحب فہم بھی سمجھے گا کہ ان کا آنا شریعت محمدیہ کے ماتحت ہو گا، اور یہی معنی امتی ہونے کے ہیں، اسی بنا پر تمام اکابر امت اس امر کو تسلیم کرتے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں شامل ہو کر ہماری شریعت کی پیروی کریں گے، اور خود زید بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبیح شریعت ہو کر آنے کو تسلیم کرتا ہے، قبیح شریعت محمدیہ ہونا خود اس امر کی ولیل ہے کہ ان پر اس وقت امتی کے احکام جاری ہوں گے، درہ اتباع کے کیا معنی ہوئے؟

زید کے جو دلائل سوانح میں نقل کئے گئے ہیں، ان سے زید کا مدعہ ثابت نہیں ہوتا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف: ...حضرت یوحش اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل (علیہم السلام) کے

بارے میں زید تسلیم کرتا ہے کہ وہ ”شریعت موسوی کے تابع ہو کر مبouth ہوئے، ان کی اپنی شریعت نہیں تھی“ لیکن اسی کے ساتھ زید کا کہنا ہے کہ: ”ان سب انبیا کا شمار امتی میں نہیں ہوتا۔“ سوال یہ ہے کہ جب کتاب موسیٰ علیہ السلام کی ہے، شریعت موسیٰ علیہ السلام کی ہے، امت موسیٰ علیہ السلام کی ہے اور اسی امت میں وہ نبی مبouth ہوتے ہیں تو خود ان کے امت موسویہ میں شامل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب بن کر آئیں گے، ان کی اپنی شریعت نہیں ہوگی، آپ شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے، مگر ان کا امت محمدیہ میں آتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کے فرائض انجام دینا، ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی حیثیت اس وقت (اولوالمزم صاحب شریعت رسول ہونے کے باوجودو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی ہوگی۔

ب:... زید نے ”معارف القرآن“ ج: ۲ ص: ۸۱ کا حوالہ دیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لا کیں گے تو وصفِ نبوت و رسالت کے ساتھ موصوف ہونے کے باوجود ان کی حیثیت امت محمدیہ کے گورنر کی ہوگی، اس عبارت سے تو زید کے مدعای کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہو کر آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گے، تو جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، یہ تو ان کے امتی ہونے کی دلیل ہے، نہ کہ امتی نہ ہونے کی...!

ج:... زید کا یہ استدلال کہ ”نبی معصوم ہوتا ہے اور امتی معصوم نہیں ہوتا“، اس دوسرے جملے (امتی معصوم نہیں ہوتا) کو کلیہ سمجھنا غلط ہے، اس لئے کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ نبی بھی امتی ہو سکتا ہے، اس لئے یہ کہنا کہ: ”ہر امتی غیر معصوم ہوتا ہے“ غلط ہوا۔

دن:... زید کا یہ کہنا کہ: ”امتی وہ ہوتا ہے جس کی ہدایت کے لئے کسی نبی یا رسول کو بھیجا جائے“ صحیح نہیں، زید سے دریافت کیا جائے کہ امتی کی یہ تعریف کہاں

لکھی ہے؟ اس کے بجائے امتی کی یہ تعریف کیوں نہ کی جائے کہ: ”امتی وہ ہوتا ہے جو کسی صاحبِ شریعت نبی کی شریعت کی پیروی کا مکلف ہو۔“ ...؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کا اصل شبہ یہ ہے کہ اس نے ”امتی“ کا ایک خاص مفہوم ایسا سمجھ لیا ہے جو ”رسول“ کے مفہوم کی ضد ہے، اس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ رسول اور امتی کا مفہوم تباہی (ایک دوسرے کی ضد) ہے، پس نہ امتی، رسول ہو سکتا ہے، نہ رسول، امتی ہو سکتا ہے، اس شبہ کا حل یہ ہے کہ رسول اپنی امت کا مطاع ہوتا ہے، اور امت اپنے رسول کی مطیع ہوتی ہے، مگر یہی رسول جو اپنی امت کا مطاع تھا، کسی دوسرے رسول کا مطیع ہو سکتا ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اگر مویٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔“ اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک رسول کا اپنے سے بڑے رسول کے ماتحت ہونا، اس کی پیروی کرنا اور اس کی امت کی طرف منسوب ہو کر اس کا امتی کہلانا رسالت و نبوت کے منافی نہیں، اور رسول اور امتی کے مفہوم میں تباہی سمجھنا غلط ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا اگرچہ بہ وصفِ نبوت و رسالت ہوگا، جو انہیں پہلے سے حاصل ہے، مگر ان کی دوبارہ تشریف آوری کا وقت چونکہ نبوت و شریعتِ محمدیہ کا وقت ہوگا، اس لئے وہ خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے اور دوسروں کو بھی شریعتِ محمدیہ پر چلا کیں گے، اور یہی مطلب ہے ان کے امتی کی حیثیت میں آنے کا۔ اور یہ بات قرآن و حدیث سے ثابت اور اکابر امت کے ورمیان متفق علیہ ہے، اس لئے زید کو اپنے نظریہ پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، وَاللَّهُ يَقُولُ لِلْحَمْدِ وَلِلْحُكْمِ بِهِرِيْ (الْمُبِيْدِ)!

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

مرزا جی کی ذہنی اور فکری صلاحیت!

ایک فریب خورده مرزا جی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ) علیٰ بَرَادُو وَالْبَرَادُ اصْنَافُ!

مخدوم و کرم، زیدت الطافہم، آداب و دعوات!

نامہ کرم موجب عزت افزائی ہوا، میرا مقصد آجناہ کو طلب حق کی طرف توجہ دلانا ہے، بھیش تو ایک مدت سے ہو ہی رہی ہیں، اس لئے بحث برائے بحث نہ پہلے میرا مقصد تھا، نہ اب ہے۔

ا:... جب کوئی شخص دعویٰ لے کر اٹھتا ہے تو ہمارا پہلا فرض یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ شخص اپنی عام گفتگو اور تحریر و تقریر میں صدق شعار اور راست باز ہے یا نہیں؟ اور اس کی اخلاقی حالت کیسی ہے؟ ذہنی و فکری صحت کس معیار کی ہے؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ مدعی اپنی تقریر و تحریر میں غلط بیانی اور کذب و افتراء کا عادی ہے، یا اس کی اخلاقی حالت اور ذہنی و فکری صحت ایک عام آدی سے بھی فروتن ہے، تو اس کے دعوے کی طرف کوئی عکلنڈ التفات نہیں کرے گا۔

اس ناکارہ کو جناب مرزا صاحب سے کوئی ذاتی پر خاش نہیں، بلکہ ان کے دعوے پر غور کرنے کے لئے جب ان کی تحریروں کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی تحریر و تقریر میں سچائی کے پابند نہیں، بلکہ ایسے ایسے جھوٹ بولتے ہیں کہ آدی کانپ جاتا

ہے، چنانچہ ان کے جھوٹ کی تیس مثالیں تو اپنے مضمون میں (جو چوہری ظفراللہ صاحب کے جواب میں لکھا گیا تھا) پیش کر چکا ہوں، ان کے علاوہ ایک طویل فہرست ان کی غلط بیانیوں کی میرے سامنے پھیلی ہوئی ہے، اور آنجتاب جتنی تعداد چاہیں پوری کر دوں گا، جس شخص کے سیکڑوں جھوٹ ریکارڈ پر موجود ہوں، ابے لائقِ الفات آدی سمجھنا صحیح نہیں۔

رہی اخلاقی حالت! سو وہ بھی اسی مضمون میں آچکی ہے، کیونکہ ان کی گالیوں کا نمونہ اس میں عرض کیا گیا ہے، جبکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

”گالیاں دینا اور بذریعی کرنا، طریقِ شرافت نہیں۔“

(ضیغمہ الریعن نمبر: ۲، ۳، ۴ ص: ۵)

اسی مضمون میں ”الحکم قادریان“ کے حوالے سے یہ بھی بتا چکا ہوں کہ مرزا صاحب ناخمرموں سے پاؤں دبواتے تھے۔

رہی دماغی صحت! اس کی طرف بھی اسی مضمون میں کتابوں کے حوالوں سے اشارہ کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب مراق، ہمیریا، ذیابطس اور سلس البول ایسے امراض کے مریض تھے، یہ کتابیں موجود ہیں، اور آپ ان کا مطالعہ فرمائتے ہیں۔

اب انصاف فرمائیے! جو شخص عام گفتگو میں بھی جھوٹا ثابت ہو، جس کی اخلاقی حالت، معیارِ شرافت سے گری ہوئی ہو، اور جو باقر ای خود مراق اور ہمیریا کا مریض ہو، اس کے دعوے کو صحیح سمجھنا تو کجا؟ اس کی طرف الفات کرنا بھی عقلاء، شرعاً، اخلاقاً، دیناً تراوا ہے؟ اس لئے میں نے عرض کیا تھا کہ آپ سے مرزا صاحب کے دعوے کو ماننے میں غلطی ہوئی ہے۔ خدارا! اپنے عقیدے پر نظر ہانی کیجئے، اور خدا تعالیٰ سے دعا میں کیجئے کہ وہ کریم ہدایت کی طرف دشکنیری فرمائے۔

۲... اور اگر کوئی شخص پہلے معیار پر پورا اترتتا ہے، یعنی وہ جھوٹا بھی نہیں، بد اخلاق بھی نہیں، ذہنی مریض بھی نہیں، تو اس کے بعد ہمارا فرض یہ ہو گا کہ یہ معلوم

کریں کہ اس کا دعویٰ کیا ہے؟ اور اس کے دعوے کو اچھی طرح سمجھ لیں، کیونکہ جب تک اس کا دعویٰ ہی صحیح نہ ہو، اس کے صحیح یا غلط ہونے پر غور ہی نہیں ہو سکتا۔

جب ہم جناب مرزا صاحب کو اس معیار پر جا پہنچتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں خود بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کا دعویٰ کیا ہے؟ انہوں نے اتنے مختلف اور متناقض دعوے کئے ہیں کہ ان کا مشاشاید وہ بھی نہیں جانتے تھے۔

کیا ایسا غبی مسیح بن سکتا ہے؟ ایک قادریانی کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ صَلَوَاتُهُ وَسَلَامُهُ عَلَىٰ مَحْمُودٍ الْمَرْضَانِيِّ!

مکرم و محترم، زید لطفہ، آداب و دعوات!

نامہ کرم موصول ہوا، یاد فرمائی پر بہت بہت شکریہ! جناب نے ”ازالہ اوہام“ کی جو طویل عبارت نقل فرمائی ہے، اس میں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے ”براہین“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ لکھا تھا، مگر یہ عذر فرماتے ہیں کہ یہ رسمی عقیدہ لکھا تھا، مرزا صاحب تو تشریف فرمانہیں، ورنہ ان سے گزارش کرتا، لیکن آپ ان کے وکیل ہیں، آپ سے پوچھتا ہوں:

۱:....براہین میں مرزا صاحب نے جو عقیدہ تحریر فرمایا تھا وہ سچ تھا یا جھوٹ؟
اگر سچ تھا تو اس کے خلاف کا عقیدہ جھوٹ ہو گا، اور اگر جھوٹ تھا تو کیا ایسا شخص جو جھوٹے عقیدے لکھے، سچا کہلانے گا یا جھوٹا؟ اور کیا جھوٹا آدمی ”مسیح“ کا دعویٰ کرے تو وہ ”مسیح صادق“ ہو گا یا ”جھوٹا مسیح“؟

۲:....”ازالہ“ میں مرزا صاحب نے جو تیس آیتیں وفات مسیح کی لکھی ہیں وہ ”براہین“ کے زمانے میں قرآن میں موجود تھیں یا بعد میں اُتری تھیں؟ اگر پہلے بھی

موجود تھیں تو مرزا صاحب ان کا مطلب سمجھے تھے یا نہیں؟ اگر ان صرائع اور کھلی کھلی آتیوں کا مطلب بھی نہیں سمجھے تھے تو کیا ایسا غبی آدمی "مسیح" بن سکتا ہے؟ اور جو شخص قرآن کی ایک دنیوں بلکہ اکٹھی تیس صرائع اور صاف آتیوں کے خلاف عقیدہ لکھے اور اسے دنیا میں شائع کرے، کیا وہ شخص "ایمان دار" آدمی کہلانے کا مستحق ہے؟

۳:... "براہین" ص: ۳۹۸، ۳۹۹، ۵۰۵ کھول کر دیکھئے اور پھر بتائیے کہ مرزا صاحب نے اس عقیدہ کے لئے قرآن اور اپنے کشف: "لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے۔" اور اپنے الہام: "عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَنِي مِنْ دِيَاتِهِ؟" کا حوالہ نہیں دیا تھا؟ اگر دیا تھا تو "ازالہ" میں مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ: "براہین میں اپنی طرف سے کوئی بحث نہیں کی گئی" یہ بھی ہے یا جھوٹ؟ اگر بھی ہے، تو ذرا یہ فرمائیے کہ اپنی طرف سے بحث کرنا کے کہتے ہیں؟ اور اگر یہ جھوٹ ہے تو مرزا صاحب پچھے سمجھ ہوئے یا "جھوٹے مسیح"؟

امید ہے مزاج سامی بعافیت ہوں گے، جواب کا منتظر ہوں گا، جواب کے

ساتھ میرا یہ عریضہ بھی بھیجئے۔ فقط والدعا!

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

”احمر رسول“ کی پیش گوئی کا مصدق؟

بسم الله الرحمن الرحيم
 نحمدة ونصلى على رسله الكريمه
 كرم محترم مولانا محمد يوسف صاحب لدھیانوی
 السلام عليکم ورحمة الله وبرکاتہ!

آپ جس شفقت اور محبت سے خطوط کا جواب دیتے ہیں، اس کے متعلق میں سوائے جزاً کم اللہ احسن الجزاء کے اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت والی بُری عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین! حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے سورہ صف میں جو ایک ”احمر رسول“ کی پیش گوئی کی ہے، اس میں آگے چل کر اس ”احمر رسول“ کے متعلق کہا ہے کہ: ”وَهُوَ يَدْعُ إِلَى الْإِسْلَامِ“ یعنی اور اس کو بلا تے ہیں مسلمان ہونے کو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خود داعی اسلام ہیں، آپ کو مسلمان ہونے کو کون بلا سکتا ہے؟ امید ہے کہ آپ اس کی وضاحت فرمائے اور عند اللہ مأجور ہوں گے۔ خاکسار

محمد شفیع خان نجیب آبادی

۱۹۷۹/۷/۱۸

جواب:

اس آیت کریمہ میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان منکرین کا ذکر ہے جن کے

بارے میں اس سے بھی آیت میں فرمایا ہے: ”فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا^۱
سِخْرَىٰ مُبِينٌ“ اس لئے یہ آیت ”ایک احمد رسول“ سے متعلق نہیں، بلکہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے مکذبین کو اس آیت میں ”أَظَلَمُ“، ”مُفْتَرٍ“، ”يُذْعَنَى إِلَى
الْإِنْسَانَ“ اور ”وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“ کا مصدق قرار دیا گیا ہے، آپ
کسی اردو تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔ فقط والدعا!

محمد یوسف عفاف اللہ عنہ

۱۴۹۹/۸/۲۵

مرزا سیوں کو دعوتِ غور و فکر!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَوٰتُ عَلٰى عَبْدِهِ الْمَصْفُوْنِ!

مخدوم و مکرم، زیدت الطافہم، آداب و دعوات!

جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا، بحث تو میرا مقصد نہ پہلے تھا، نہ اب ہے،
البتہ طلب حق کی دعوت مقصود ہے، حق تعالیٰ شانہ کے فضل و عنایت سے کیا بعید ہے کہ
ہمارے ان بھائیوں کو، جو ہم سے کٹ گئے، دوبارہ ملادے، اور اپنی قدرت سے
ہدایت کا فیصلہ فرمادے، اللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَأَرْزُقْنَا اِتَّبَاعَهُ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ
بَاطِلًا وَأَرْزُقْنَا اِجْتِيَابَهُ!

جناب جو گرامی نامہ تحریر فرمائیں گے، یہ ناکارہ اس کا جواب ضرور دے گا،
مگر اڑائی مقصود نہیں، طلب حق کو مقصود بنانا چاہئے، اگر آپ مجھے دعوت دینا چاہتے
ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ آپ جس کی دعوت دے رہے ہیں اس کا سچا ہونا دلائل سے
ثابت کریں، اور میں آپ کو مرزا صاحب سے اجتناب کی دعوت دے رہا ہوں، میرا
فرض ہے کہ میں مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے پر دلائل پیش کروں، اور آپ سے
بنظرِ انصاف غور کرنے کی توقع رکھوں۔

جان برادر! میں نے اپنے مضمون میں (جو چوبہری صاحب کے جواب میں

لکھا گیا تھا) جناب مرزا صاحب کی راستی، دیانت و امانت اور ان کی ذہنی صحت کا ایک خاکہ پیش کیا تھا، یا تو آپ یہ ارشاد فرماتے کہ جو باتیں میں نے لکھی ہیں، غلط ہیں، جناب مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ باتیں موجود نہیں، یا آپ الصاف کے تقاضوں کے مطابق غور فرماتے کہ جو شخص اتنے بڑے بڑے جھوٹ بولتا ہو، انہیاً اولیاً کی گستاخیاں کرتا ہو، باقرار خود مراق کا مریض ہو، نامحروم عورتوں سے پاؤں دبواتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برتری کا دعویٰ کرتا ہو، کیا وہ "مسیح موعود" ہو سکتا ہے؟ نہیں...! بلکہ اس کو شریف آدمی کہنا بھی صحیح نہیں۔

یقین جائیئے! مجھے نہ تو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی پر خاش ہے، نہ ان کی جماعت کے کسی فرد سے، میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ سے مرزا صاحب کو "مسیح موعود" ماننے میں غلطی ہوئی ہے، ہو سکتا ہے کہ آپ نے اخلاص سے ہی ان کو مانا ہو، مگر غلطی بہر حال غلطی ہے، جب ایک شخص کا جھوٹا ہوتا بالکل کھل کر سامنے آجائے تو انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ایسے شخص سے بیزار ہو جائے، قیامت کے دن صادقوں کو ان کا صدق کام دے گا...!

میں پہلے بھی کئی دوستوں سے عرض کر چکا ہوں اور آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے "مراق" کا اقرار کیا ہے، اگر قیامت کے دن مرزا صاحب سے سوال ہوا کہ تم نے ایسے دعوے کر کے خدا کی مخلوق کو کیوں گراہ کیا؟ اور امتِ محمدیہ میں کیوں تفرقہ ڈالا؟ اور وہ اس کے جواب میں یہ عرض کریں کہ: اے اللہ! میں نے یہ سارے دعوے "مراق" کی بنی پر کئے تھے، اور اپنے "مراق" کا اقرار بھی خود اپنے قلم و زبان سے کیا تھا، یہ تو ان دانشمندوں سے پوچھئے کہ انہوں نے ایک مراتی کو مسیح موعود مان کر گراہی کا راستہ کیوں اپنایا؟ اور تیرہ سو سال کے اسلامی عقائد سے کیوں انحراف کیا؟ تو آپ حضرات کے پاس مرزا صاحب کی اس دلیل کا کیا جواب ہو گا...؟

جان براور! صحیح راستہ وہی ہے، جس پر مرزا صاحب سے پہلے تیرہ صد یوں کے انہر مجددین اور اکابر امت گامزن تھے، جناب مرزا صاحب نے نہ صرف ان بزرگوں کی طرف غلط باتیں منسوب کیں، بلکہ خدا رسول کے کلام کو بھی غلط معنی پہنانے۔ میں آپ کی خیرخواہی کے لئے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے موقف پر نظرِ ہاتھی فرمائیں، اور جناب مرزا صاحب کی اصل حالت پر غور فرمائیں کہ ان سے علیحدگی اختیار فرمائیں، اس کے لئے خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں، اور ہدایت کے لئے التجاًیں کریں، علائے امت تو یہی کر سکتے ہیں کہ کسی جھوٹے کا جھوٹا ہونا دلائل سے واضح کر دیں، والوں کو پھیرنا اور ہدایت کا نوران میں بھر دینا یہ ان کے قبضے میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

جناب نے اپنے گرامی نامے میں جو باتیں تحریر فرمائی ہیں، میں نے ان کا جواب لکھ کر بایں خیال بھیجنا مناسب نہیں سمجھا کہ یہ اصل دعوت سے ہٹ کر بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا ہے، آپ کی جماعت کے بہت سے لوگ اس ناکارہ کو خط لکھتے ہیں، اور مضمون تقریباً یکساں ہوتا ہے، میں سب کو یہی دعوت دیتا ہوں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ صحیح نہیں، آپ خدا کے لئے اپنی آخرت کی فکر کیجئے! قیامت کے دن کسی کی کوئی تاویل کام نہ دے گی، اور اگر آپ کو میری اس دعوت میں تردد ہو تو میں ناچیز استطاعت کے مطابق مرزا صاحب کا مفتری ہونا، سمجھانے کے لئے تیار ہوں، اس کے باوجوداً اگر آپ اصرار کرتے ہیں کہ مرزا صاحب بحق ہیں تو میں آپ کو گواہ بنانا چاہتا ہوں کہ میں نے آپ حضرات کی خدمت میں مرزا صاحب کو چھوڑنے اور وینِ اسلام کی طرف پلٹ آنے کی دعوت دی تھی، آپ قیامت کے دن میرے حق میں یہ گواہی ضرور دیں، فقط والدعا!

آپ کا تخلص

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

کافر گر مُلَّا کا مصدق: غلام احمد قادریانی!

غلظ فہمی کے شکار ایک قادریانی کی خدمت میں

مکرم مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی
سلام مسنون!

گزشتہ جمعہ کے اخبار جنگ میں ایک سوال کے جواب میں آپ کے قلم سے اس حقیقت کا اظہار پڑھ کر انہائی خوشگوار تعبیر ہوا کہ آپ کے نزدیک ابھی تک مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شہادت پڑھنا کافی ہے، گویہ اظہار یقیناً میرے پیارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہے، اور آپ کا اس کو ذہراً نامعمول کے مطابق ایک بات ہے، لیکن پھر بھی اس میں میرے تعبیر کا سبب موجودہ حالات ہیں، جن میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ فرمودہ رسول مُلَّا کے رویے کافر گری کا شکار ہو کر اب عملًا متذکر ہو چکا ہے، اور کم از کم پاکستان کی حدود میں نافذ اعمل نہیں رہا، وطنِ عزیز میں مُلَّا نے اپنی دکان کو چلانے رکھنے کے لئے حسب ضرورت اس سادہ تعلیم میں پیوند کاری کر کے مسلمانوں کو کافر قرار دینا اپنا مشغله بنارکھا ہے، جس کی حالیہ مثال مُلَّا اور مجاهدِ ختم نبوت کے روٹی اور کرسی کی بقا کے لئے کئے جانے والے ناپاک گھٹ جوڑ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مسلمان کی وہ تعریف ہے جس نے اللہ اور رسول صلعم کے فرمودات پر مشتمل آپ کی تحریر کردہ اسلامی تعلیم کی جگہ لے لی ہے۔

اس راجح تعریف کی دینی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے مرتبین اور منظور کرنے والوں کا دین میں خود کیا مقام ہے؟ یا اس کے دینی اغراض و مقاصد کیا تھے؟ ان سوالات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ ان کے جواب کسی سیاسی کالم میں مناسب معلوم ہوں گے، کیونکہ یہ سب کچھ ایک سیاسی ڈرامہ ہی تو تھا، میرا سوال تو آپ سے یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے جس طریقہ کار کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، اگر وہ خدا اور رسول صلعم کا فرمودہ اور اسلامی تعلیم ہے، تو پھر بار بار کلمہ شہادت پڑھنے اور اس پر ایمان رکھنے کے باوجود جماعتِ احمد یہ سے تعلق رکھنے والے لاکھوں مسلمانوں پر دستوری طور پر ”ناٹ مسلم“ کا شپہ کیوں غیر اسلام نہیں؟ اور کیا کوئی آئین، دستور، قانون اور سازش اس اسلامی تعلیم پر بھی بھاری ہے؟

امید ہے جواب سے محروم نہ رکھیں گے۔ والسلام!

خاکسار جمیل احمد بٹ، کراچی

جواب:

مکرم و محترم، زید لطفہ، آداب و دعوات!

نامہ کرم ملا، جس ”کافر گر ملاؤ“ کا آپ نے تذکرہ فرمایا، وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادریانی ہے، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو کافر اور جہنمی قرار دیا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے اپنی پیروی کو کو مدارِ نجات نہیں کیا، اللہ تعالیٰ ایسے ”کافر گر ملاؤں“ کے دام فریب سے ہر عظمند کو محفوظ رکھے، آئین!

بلاشہ جس ”کافر گر ملاؤ“ کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کی حرکت واقعی لائق احتجاج ہے، اس نے کسی خاص فرد یا گروہ کو نہیں، بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت کو کافر و مشرک اور جہنمی قرار دے کر اپنے ”ذوق کافرگری“ کو تکسین دی

ہے، اس کے کیمپ سے یہ آواز لگائی گئی:

الف:....”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے، مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے، مگر محمد کو نہیں مانتا ہے، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر، بلکہ پاک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ (کلمۃ الفصل ص: ۱۱۰)

ب:....”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنایا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“ (آیتۃ صداقت ص: ۳۵)

کیا آپ اس ”کافر گر ملا“ کے خلاف احتجاج کریں گے؟ جناب کوشاید علم ہو گا کہ اس ”ملا“ کا نام غلام احمد قادری تھا، جو مراق کا مریض ہونے کے علاوہ عام لوگوں پر بھی نہیں، بلکہ خدا رسول پر بھی پہیٹ بھر کر جھوٹ بولنے کا عادی تھا، خدا تعالیٰ ہر چند کو اس ”کافر گر ملا“ کی فتنہ پر داڑی سے محفوظ رکھے، فقط والدعا!

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

فتن میں اٹھانے کی بجائے دلائل کی ضرورت

(۱)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

کرم و محترم جناب مولانا صاحب سلام نیاز!

ا:....ایک خط آپ کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری معرفت اخبار جنگ بھجوایا تھا، جو انکار (Refund) ہو کر واپس آگیا ہے، مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ خط آپ کے ایسا پروپر واپس کیا گیا ہو؟

ج:....جی ہاں! میرے علم کے بغیر ایسا ہوا ہے، میں کسی کا رجسٹری خط واپس نہیں کیا کرتا، البته مرزا ناصر احمد صاحب کو یہ مقام عالی نصیب ہے۔

۲:....اب دوبارہ یہ خط آپ کے نیوٹاؤن مسجد کے پختہ پر بھجو رہا ہوں۔

ج:....رجسٹری کرنے کی ضرورت نہیں، سادہ ڈاک میں بھیج دینا کافی ہے۔

۳:....عرض یہ ہے کہ میرے نزدیک آپ مدئی اور جماعت احمدیہ مدعا علیہ نہیں، بلکہ آپ نے جماعت احمدیہ پر یہ بہتان لگایا ہے۔

ج:....ازام لگانے والے کو ہی "مدئی" کہتے ہیں۔

۴:....آپ کا یہ کہنا کہ ہم احمدی لوگ کلمہ میں "محمد رسول اللہ" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیتے، بلکہ اس سے مراد مرزا غلام احمد لیتے ہیں، سراسر

بہتان ہے، میں نے موکد بہ لعنت قسم سے اس کی تردید کی تھی، تو آپ پر واجب تھا کہ یا تو اپنے بہتان کو واپس لیتے یا مقابلہ میں موکد بہ لعنت قسم اٹھاتے، اور یہی مبالغہ کی شرط ہوتی ہے، میں امید رکھتا ہوں کہ آں محترم یا تو موکد بہ لعنت قسم اٹھائیں گے یا اپنا بہتان واپس لے لیں گے۔

نیاز مند عبدالجید، کراچی

ج..... یہ جان چھڑانے کی پرانی قادیانی روش ہے کہ وہ ہمیشہ لعنت کے نیچے رہنے کو پسند کرتے ہیں، اسی طرح یہ مرتضیٰ غلام احمد قادیانی کی بھی عادت رہی ہے کہ وہ بجائے دلائل دینے کے ہمیشہ اپنی امت کو دھوکا دیتا اور جھوٹی فتنیں اٹھاتا رہا، اسی سبق کو آپ بھی ذہرار ہے ہیں۔ دلائل کی دنیا میں فتنیں کام نہیں دیتیں، بلکہ صاف صاف دلائل لایئے۔ بھلا یہ بھی کوئی موکد بہ لعنت قسم کی بات ہے کہ میں آپ کے نبی کے دعویٰ اور الہامات پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو "محمد رسول اللہ" کہتا ہے، اور آپ موکد بہ لعنت قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم پر یہ بہتان اور الزام ہے اور آپ کا دعویٰ غلط ہے۔

(۲)

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده و نصلى على رسوله الكريم
مَكْرُمِ مُولانا صاحب، سلام نیاز!

ان.... میں نے آپ کے بہت سے سوالات مرسلہ کے جوابات کے لئے قاضی محمد نذیر صاحب کو تکلیف دی تھی، اور ان کے جوابات آپ کو بھجوادیے تھے، اب آپ ان کے جوابات پر کچھ لکھنے سے پہلے میرے ذریعہ ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ قاضی صاحب نے آپ کے مسلمہ بزرگوں کی جو عبارتیں پیش کی تھیں، ان عبارتوں کو انہوں نے باطل جانتے ہوئے پیش کیا ہے یا حق جانتے ہوئے۔ میرے نزدیک اس بات کا

جواب قاضی صاحب سے لینے کی ضرورت نہیں۔

ن:... ضرورت اس لئے ہے کہ جناب قاضی صاحب کا اپنا موقف بصراحت سامنے آجائے۔

ج:... یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے بروز، ظلیت وغیرہ کی تقریب میں آپ کے مسلمہ بزرگوں کی عبارتوں کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے، تو وہ ان عبارتوں کو اصولی طور پر سچا ہی جانتے ہیں، تبھی اپنی تائید میں پیش کر سکتے ہیں۔

ن:... ”اصولی طور پر“ سچا جانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

ج:... آپ قاضی صاحب سے یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ کسی کی عبارتوں کو منشاء متكلم کے خلاف معنی پہنانا بد دیانتی اور تحریف اور خیانت ہے یا نہیں؟ یہ بات بھی ان سے پوچھنا غیر ضروری ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایسا کرنا ضرور بد دیانتی، تحریف اور خیانت ہے۔

ن:... جزاک اللہ! آپ نے قاضی نذیر صاحب کے پیش کردہ مزاعمہ دلائل کا قصہ خود ہی پاک کر دیا۔

ج:... قاضی صاحب خود آپ کو مرسلہ مضمون میں لکھ چکے ہیں: ”تفسیر القول بسالا یرضی به قائلہ درست نہیں ہوتی۔“ (ص: ۵ سطر: ۲۷) پس ان کی طرف سے آپ کے دوسرے سوال کا جواب تو پہلے سے موجود ہے۔
پس اگر آپ قاضی صاحب کے مضمون پر کچھ تبصرہ کرنا چاہتے ہیں، تو مجھے لکھ کر بھیج دیں۔

ج:... اس کا تفصیلی جواب الگ کاغذ پر لکھ کر بھیج رہا ہوں۔

ج:... میں خود موازنہ کرلوں گا کہ قاضی صاحب نے آپ کے بزرگوں کے حوالہ جات پیش کرنے میں کیا غلطی کی ہے؟

ج:.... غلطی نہیں، بلکہ تحریف کی ہے، میں دلائل سے اس کو واضح کروں گا۔
۶:.... پھر اگر ضرورت تجویز تو ان سے وضاحت طلب کر کے آپ کو ان کے
عندیہ سے مطلع کر دوں گا۔

قاضی صاحب نے ”توغی“ کے متعلق جو بحث کی ہے، اس پر آپ کے وعدہ
کے مطابق آپ کی تقدیم کا شدید انتظار ہے، اس بارہ میں مزید انتظار میں نہ رکھیں۔
ج:.... مجھے تجویز ”رفع“ اور ”بل“ کی بحث میں قاضی صاحب کے افادات
کا انتظار ہے، جب تک ایک بحث کا تصفیہ نہ ہو جائے، دوسرا موضوع شروع کرنا
بے سود ہے۔

۷:.... مبلغہ کے سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ آپ نے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد
کی دو عبارتوں سے غلط استدلال کیا تھا۔
ج:.... میرے استدلال میں کیا غلطی تھی؟ اس کی وضاحت فرمادیں تاکہ
بات مزید جاری رکھی جاسکے۔

۸:.... یعنی آپ نے ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ قرار دے کر نئے کلمہ کی ضرورت سے انکار کو اپنی طرف سے یہ
معنی پہنانے تھے کہ احمدی کلمہ شریف میں ”محمد رسول اللہ“ سے مراد مرزا صاحب کو لیتے
ہیں، اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیتے ہیں۔

ج:.... جب مرزا صاحب، بقول قادیانی صاحبان کے بیاعنہ ”محمد رسول اللہ“
ہیں، تو میں نے غلط فہمی پھیلانی ہے؟ یا خود قادیانیوں نے غلطی کھائی؟

۹:.... آپ نے احمدیوں کے متعلق اس طرح یہ غلط فہمی پیلک میں پھیلانے کی
کوشش کی کہ وہ کلمہ شریف میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم مراد نہیں لیتے، چونکہ آپ کا احمدیوں پر یہ بہتان تھا، اس لئے میں نے بھیتیت
 ایک احمدی کے اپنی صفائی موکدہ بے لعنت حلف سے پیش کی۔

ج:.... مبارک ہو! میں آپ کے لئے سوال کا جواب پہلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ یہ مرا جی کی پرانی روش ہے کہ جب وہ دلائل سے عاجز آ جاتے ہیں تو موکدہ بہ لعنت قسمیں اٹھا کر اپنے مریدین کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور وہی آپ نے بھی کیا۔

۱۰:.... آپ کو بھی بالمقابل ایسی حلف کی دعوت دی، اگر آپ حلف اٹھائیتے تو میں سمجھ لیتا کہ آپ اپنے استنباط میں اپنے آپ کو سنجیدہ جانتے ہیں۔
ج:.... کیا استنباط پر مبایہ ہوا کرتے ہیں؟

۱۱:.... آپ کو چاہئے تھا کہ نتیجہ کو خدا کے حوالے کر دیتے، مگر آپ نے تو اس معاملہ کو عدالتی رنگ دینے کے لئے اپنے آپ کو مدعا ظاہر کیا۔

ج:.... مدعا اور مدعا علیہ صرف عدالت میں نہیں ہوتے، علمی مباحث میں بھی ہوتے ہیں، اور مدعا کے ذمہ حلف نہ عدالت میں ہوتا ہے، نہ علمی بحث میں۔

۱۲:.... آپ نے مدعا بن کر اپنے لئے قسم کو غیر مشروع قرار دیا۔
ج:.... جی ہاں! دین و شریعت اور دُنیا بھر کی عدالتوں کا یہی دستور ہے کہ مدعا پر قسم نہیں ہے۔

۱۳:.... حالانکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ میرا آپ سے ایسا مطالبہ مبایله کی روح کا حامل ہے، جس سے آپ اپنے آپ کو مدعا ظاہر کر کے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ج:.... مطالبہ کی شرائط؟ اور اس کا نتیجہ؟ اور پھر مطالبہ کرنا تھا تو اپنے اوپر لعنتیں برسانے سے پہلے آپ کو دعوت دینی چاہئے تھیں۔

۱۴:.... لہذا قاضی صاحب اس مشورہ دینے میں حق بجانب ہیں کہ اس طرح بالمقابل موکدہ بہ لعنت اللہ علی الکاذبین کی حلف کو مطالبہ سمجھا جائے۔

ج:.... آپ کے پہلے موقف اور قاضی صاحب کے مشورہ کے بعد اختیار کردہ

موقف میں کیا فرق ہوا؟

۱۵:...اب میری اس وضاحت پر کہ میرا مطالبہ آپ کو مبایلہ کی دعوت ہے، آپ نے یہ شرط عائد کر دی ہے کہ میں پہلے اعتراف کروں کہ پہلے موکد بہ لعنت حلف اٹھانا میری غلطی تھی، پھر آپ مجھے مبایلہ کا فلسفہ اور اس کی شرائط سمجھائیں گے، یہ بھی مبایلہ سے بچنے کا ایک حیلہ ہے، اور اس پر ”نہ نومن تیل ہوگا، نہ رادھاناتھے گی“ کی ضرب المثل صادق آتی ہے۔

رج:...مگی ہاں! مرزا صاحب کے وقت سے آج تک قادریانی صاحبان اسی ضرب المثل کا مصدقہ ہیں۔

۱۶:...یہ تو آپ بھی سمجھتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو اس حلف کے اٹھانے میں غلطی پر نہیں سمجھتا، لہذا آپ سمجھتے ہیں کہ میں تو اسے اپنی غلطی قرار نہیں دوں گا، لہذا آپ سے مجھ پر شرط پورا نہ کرنے کا الزام دے کر اسے مبایلہ سے بچنے کا حیلہ بنالیا۔
رج:...اگر غلطی سمجھ میں آنے لگے تو آدمی قادریانی ہی کیوں بنے؟ اصل آفت تو یہی ہے کہ غلطی کو غلطی سمجھنے کی استعداد ختم ہو چکی ہے۔

۱۷:...ہمارے امام حضرت خلیفۃ الرسول رضی اللہ عنہ نے صاف فرمادیا ہے کہ کلمہ شریف تمام انبیاء میں سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہے، اور یہ آپ کا امتیاز ہے۔

رج:...یہ غلیفہ صاحب نے بالکل غلط اور من گھڑت بات کہی ہے، جائے عبرت ہے کہ ایک جھوٹی نبوت کو ہضم کرنے کے لئے کتنے نئے جھوٹ گھڑنے پڑے!
۱۸:...جماعتِ احمدیہ اس لئے کلمہ شریف میں ”محمد رسول اللہ“ سے مراد اپنے امام کے قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی جانتی ہے اور مرزا بشیر احمد صاحب کے کسی قول کا مطلب ہم یہ نہیں جانتے کہ ان کے نزدیک کلمہ شریف میں ”محمد رسول اللہ“ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں۔

ج:... کیا صریح الفاظ کو بھی مطلب پہنانے کی ضرورت ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں، تو ایک بار پھر کلمۃ الفصل کی عبارت کو پڑھ لجھئے!

۱۹:... پس اگر آپ حضرت خلیفۃ الرسالۃؑ رضی اللہ عنہ کی تحریر کی روشنی میں اپنے الزام کو احمدیوں سے واپس لے لیں تو پھر مبایلہ کی ضرورت نہیں رہتی، لیکن آپ احمدیوں پر بہتان بھی لگائیں اور پھر کوئی احمدی صفائی پیش کرنے کے لئے آپ سے مبایلہ پر آمادہ ہو تو پھر آپ کے اُس کے بال مقابل مؤكد بے لعنت اللہ علی الکاذبین حلف کے اٹھانے کے لئے عذرات تراشئے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آپ اپنے اس الزام کے لگانے میں سنجیدہ نہیں ہیں، اگر آپ مبایلہ نہ کرنا چاہیں تو میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔

ج:... میں الزام کیوں واپس لوں؟ آپ یہ بتائیں کہ مرزا بشیر احمد صاحب کی عبارت کا مطلب اس کے سوا کیا ہے جو میں نے سمجھا ہے؟

۲۰:... لیکن اسچاہی اور ہیر پھیر کرنا تو دعوت الی الجیل اور الموعظۃ الحستہ نہیں۔

ج:... اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا سارا مدارہ اسچاہی اور تاویل

و تحریف پر ہے، ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟

۲۱:... میرا خیال ہے کہ یہ محض مبایلہ سے بچنے کے لئے عافیت کوئی ہے، مگر یہ یاد رکھیں کہ بہتان باندھ کر قیامت کے دن جواب دہی سے آپ بری الذمہ نہیں ہو سکتے، کیونکہ ہم پر آپ نے ظلم کی راہ سے بہتان باندھا ہے کہ ہم لوگ کلمہ شریف "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا رَبَّ يَرْبُوْنَ" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیتے، بلکہ مرزا غلام احمد مراد لیتے ہیں۔

ج:... اور یہ ظلم خود آپ کے بڑوں نے اپنے اوپر کیا ہے، اس لئے اسے اپنے خلیفۃ الرسالۃؑ مرزا بشیر الدین محمود کا تحفہ سمجھئے!

۲۲:... آپ حضرت مرزا غلام احمد یا آپ کے خلافاً میں سے کسی کا ایسا قول

پیش نہیں کر سکتے کہ کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں، مرزا بیش احمد صاحب کے قول میں بھی یہ بات مذکور نہیں۔
ج:.... اور کیا مذکور ہے؟ اس کی وضاحت ارسال کریں۔

ج:.... آپ کے استنباط کو ہم بہتان اور تفسیر القول لما لا یرضی به قائلہ کا مصدق جانتے ہیں، جو آپ کے نزدیک بھی آپ کی اپنی چٹھی کے رو سے بد دیانتی، خیانت اور تحریف ہوتی ہے۔

ج:.... بالکل صحیح فرمایا! بد دیانتی، خیانت اور تحریف کو نقل کرنا بھی صورۃ بھی ہے، مگر نقلِ کفر کفر نباشد!

ج:.... آپ کی اصل حیثیت ہمارے نزدیک تصحیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں منکر کی ہے۔

ج:.... پہلے اپنے تصحیح موعود کو "تصحیح موعود" بنالیجھے، پھر منکروں کے منکر ہونے کی نوبت آئے گی۔

ج:.... اور منکر کو دعوتِ مبالغہ دی جاسکتی ہے، جب وہ کوئی بہتان باندھے، فقط۔

نیاز مند عبدالجید، کراچی

ج:.... دعوتِ مبالغہ تو مرزا صاحب کے وقت سے آپ دے رہے ہیں، لیکن نتیجہ وہی ہو گا جو مولانا عبدالحق امرتسریؒ کے مبالغہ کا ہوا تھا کہ مرزا جی، مولانا عبدالحق امرتسریؒ کی زندگی میں منہ مانگی ہیئے کی موت مر گئے اور مولانا عبدالحق امرتسریؒ ایک عرصہ تک زندہ رہے اور اپنی موت آپ اس دُنیا سے رخصت ہوئے۔

اسلام لانے کی شرائط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْحُمْدُ لِلّٰهِ) عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ أَصْطَفَنِي!

کرم و محترم، زیدت الطافہم، آداب و دعوات!

خط بند کر چکا تھا، خیال آیا کہ دعوت اسلام کے بارے میں بھی دو حرف لکھ دوں، جیسا کہ گزشتہ عریضہ میں لکھ چکا ہوں، اس دعوت سے دو مقصد ہیں (بطورِ منع الخلو) یا تو اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت سے نواز دیں گے، تو یہ آپ کے لئے اور آپ کے طفیل اس ناکارہ کے لئے ذریعہ نجات بن جائے گا، یا کم از کم آپ میری دعوت کے گواہ تو بن ہی جائیں گے، یہ بھی انشا اللہ میرے لئے ذریعہ نجات ہو گا۔

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ کلمہ "محمد رسول اللہ" تو آپ اب بھی پڑھتے ہیں، اسلام لانے کے بعد کون سا کلمہ پڑھنے کا حکم ہو گا؟ یا یہ کہ اب آپ اس کلمے سے کیوں مسلمان نہیں ہوتے، پھر کیسے ہو جائیں گے؟

اس کے بارے میں گزارش ہے کہ کلمہ "محمد رسول اللہ" سے مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر آپ کی فرمودہ ہر بات کو بغیر چوں و چرا اور بغیر کسی خدشے کے مان لینا، جب تک یہ نہ ہو، ایمان نہیں۔

علاوہ ازیں اسلام لانے کے لئے کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ منافی اسلام

ادیان و مذاہب اور اقوال و افعال سے برآت بھی شرط ہے، جب تک یہ تمri
(برآت) نہ ہو آدمی مسلمان نہیں ہوتا، مثلاً: ایک شخص کسی بت یا قبر یا بزرگ کو خدا کا
خل سمجھ کر سجدہ کرتا ہے تو اس کا یہ فعل اسلام کے منافی ہے، جب تک توبہ نہ کرے اس
کا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھنا کافی نہیں، اسی طرح کوئی شخص کسی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
سمجھ کر ”محمد رسول اللہ“ کہتا ہے، وہ جب تک اس سے تمri (اطھار برآت) نہ کرے،
اس کا کلمہ پڑھنا کافی نہ ہوگا۔ اور توبہ و تمri کے بعد بھی اگرچہ وہ کلمہ یہی پڑھے گا مگر
اس کے عقیدے میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہوگا۔ فقط والدعا!

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

۶ ربیع الاول ۱۴۹۹ھ

مرزاںی اخلاق اور اسلامی شاستری

مرزاںی امت کی "شاستری" حذف کر کے خط کے
ضروری اقتباسات اور حضرتؐ کا جواب ملاحظہ ہو: (مرتب)

جتاب محمد یوسف لدھیانوی صاحب

سلام من اتبعی الهدی! (نقل مطابق اصل) ازیں پیشتر ایک عربی مذہبی آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، اور اس خط سے بھی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کا خصوصی تعصب سے بھرا صفحہ کتنے غور سے پڑھتا ہوں، لیکن کمال یہ ہے کہ آپ اپنی تو بڑے شور سے کہہ جاتے ہیں، کیونکہ آپ کے پاس "جنگ" اخبار کا "جنگی" صفحہ ہے، لیکن دوسروں کی سفے یا پڑھنے یا اس کا جواب دینے کے آپ روادار نہیں ہوتے، جیسا کہ میرے پہلے عربی مذہبی کا آپ حشر کر چکے ہیں، اور آپ جن صاحبان کے جواب دیتے ہیں ان بیچاروں کی استعداد ہی اتنی ہوتی ہے کہ آپ اللہ و رسولؐ کے نام کو استعمال کر لیں تو وہ آمنا و صدقتا کہہ کر آپ کے ہر فتویٰ کو (نعوذ باللہ) اللہ و رسولؐ کے احکام سے بھی بالآخر سمجھنے میں مجبور ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس علم تو ہوتا نہیں، بلکہ آپ ہی کے دعویٰ پر آپ کو واقعی وارث رسولؐ سمجھے جا رہے ہیں، ورنہ شاید آپ کو احساس نہیں کہ جہاں کہیں بھی آپ فتویٰ داغنے ہیں، تو اس میں صریحاً آپ اپنی ذاتی انا، ذہنیت اور پہلی تک محدود علم کا "گھپلا" ہوتا ہے، لیکن جنگ اخبار کے اکثر قارئین ایسے بھی ہیں جو آپ کی علمی حالت پر خون کے آنسو روئے ہیں، لیکن مجبور ہیں، کچھ کہہ

نہیں سکتے۔

اس بار بھی ۲۰ را کتوبر کا جنگ پڑھا ہے، یہ دیکھ کر پھر دکھ ہوا کہ آپ اس دور
جدید اور سائنسی دور میں رہ کر بھی لوگوں کے مسائل خالصتاً قرآن و سنت کو عملاء پیش
پیچھے چھوڑ کر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ کے لئے مار قاتلوں سے ہی آج کی
نوجوان نسل دین اسلام سے بھاگ کھڑی ہوئی ہے، اور یہ محض آپ جیسے مفتیوں اور علماء
کی متعصب ذہنیت کی وجہ سے ہو رہا ہے..... عبد الرؤف لودھی، کوئٹہ

جواب:

گرامی مقاوم جناب لودھی صاحب، آداب و دعوات!

عتاب نامہ (محررہ ۱۹۷۸ء/۲۵) موصول ہوا، جناب کی عناصر و توجہ کا
بہت بہت شکریہ۔ جناب نے اس فقیر کے حق میں جو کچھ ارشاد فرمایا، میں اسے جناب
کی وسعتِ ظرفی سمجھتا ہوں، تمیں وجہ سے:

اول:.... میں اس سے بھی بدرجہا فرود تر ہوں جو کچھ آپ نے فرمایا۔

دوم:.... یہ حق کی بہت ہی خفیف سزا ہے جو آپ نے دینا چاہی۔

سوم:.... آپ نے اپنے نبی کی سنت پر عمل فرمایا، اور وہ بھی بہت ہلکے ہلکے
انداز میں، لہذا مجھے اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کہنا چاہئے: اللہم اهـ

قومی فانهم لا يعلمون!

حق تعالیٰ آپ کو حسنِ ظن کی جزاۓ خیر دے۔

جان برا در! لوگ سوال کرتے ہیں، یہ فقیر اپنی ناص فہم کے مطابق اس کا
جواب لکھ دیتا ہے، اس میں غصے اور جھنگلا ہٹ کی کیا بات ہے؟ اگر آپ کے نزدیک
کوئی جواب قواعدِ شرعیہ کے خلاف ہے تو اس پر گرفت کر سکتے ہیں کہ یہ فلاں شرعی
قاعدے کی رو سے غلط ہے۔ باقی رہے مناظرے اور گالم گلوچ! تو یہ ایک صدی سے

ہو ہی رہا ہے، اب کوئی کہاں تک کرتا جائے۔

بہر حال آپ کو اختیار ہے کہ جس قسم کی چاہیں فقیر کے بارہ میں رائے قائم کریں، اور جو کچھ فرمانا چاہیں فرمائیں، میں ذمیا و آخرت میں آپ کو معاف کرتا ہوں۔ اگر جناب مرزا صاحب کی نبوت و مسیحیت اس قسم کے طرز تجھاطب سے فروع پاسکتی ہے تو یہ آپ کے لئے بڑی سعادت ہوگی، اور میرا کچھ نہیں گزرے گا، کل امت محمدیہ کے کافروں مشرک تھہرائے جانے سے کچھ نہیں گزرًا تو یہ فقیر کس شمار میں ہے؟
بحمد اللہ! فقیر آپ کی دعا سے بصحت و عافیت ہے، امید ہے مزاج سامی
بعافیت ہوں گے، کبھی نہ تاؤں تشریف لائیے اور شرف میز بانی بخٹے، فقط والدعا!

آپ کا تخلص

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

۲۸ / ۱۳۹۸ھ

قادیانیوں سے ہمدردانہ درخواست

مرزاںی امت کی "کوشش و تسلیم" سے ڈھلی زبان کے
شاہپاروں کو قلم زد کر کے متعلقہ ضروری اقتباسات اور ان کا
جواب:.....(مرتب)

محترم جناب محمد یوسف صاحب!
سلام من اتبعی الهدی، (نقل مطابق اصل) امید کہ آپ بخیر و عافیت
ہوں گے، آمین!
آپ کا ۲۸ رزیقعدہ والا خط یہاں مظفرگڑھ میں ملا ہے، جبکہ میں چند ایام کی
رخصت پر آیا ہوا ہوں

آپ کا خط پڑھ کر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ آپ صرف روز نامہ جنگ
کے میدان کے شیر ہیں، اس میں لکھنے کی آپ کو کھلی چھٹی ہے، خواہ قارئین کے
سائل کا کوئی حل بروئے قرآن و سنت ہو یا نہ ہو، مجھے اس بات کا بھی احساس ہے
کہ بالآخر آپ نے بھی اپنے پیٹ کو کچھ ایندھن مہیا کرنا ہوتا ہے، کسی نہ کسی طور تو
کما کھائے مچھندر!

حقیقت تو یہی ہے کہ میں نے آپ پر طعنہ زدنی نہیں کی تھی، بلکہ صاف
صاف الزام عائد کئے تھے، لیکن ہوا یہ کہ الزامات کے جواب میں آپ نے اپنی بریت
کی کوئی ایک بھی سنبھل نہ نکالی، اور کیا یہ بہتر نہ تھا کہ آپ میرے "ظرف" کو اپنے

پیانے سے تو نے کی بجائے اپنے "ظرف عالی" کا بھی پہلے جائزہ لے لیتے، آپ نے میرے ظرف کی دعوت کی بھی ایک ہی کمی.....

آپ نے اس احقر کو کراچی پہنچ کر ملنے کی دعوت دی ہے، شکریہ! ان شاء اللہ جب بھی کراچی پہنچا تو آپ کے نیاز حاصل کرنے کی حقیقت مقدور کوشش کروں گا۔ میرا کراچی آنا جانا ہوتا ہی رہتا ہے، لیکن سوچتا ہوں کہ نیٹواؤن تو کافی وسیع علاقہ ہے نہ معلوم آپ کا دفتر بآسانی ملے کہ نہ ملے، کچھ مزید آتہ پتہ لکھ بھیجتے تو کرم ہوتا۔

اسی طرح میری طرف سے بھی مخلصانہ اک دعوت غریبانہ قبول فرمائیے، وہ یہ کہ ۲۶ اور ۲۸ دسمبر ۱۹۷۸ء کے ایام میں جماعت احمدیہ کا جلسہ ربوہ میں ہونے والا ہے..... اگر آپ مزید تحقیق کرنا چاہیں تاکہ اس جماعت کو قریب سے بھی مطالعہ کر لیا جائے تو زیاد نصیب!

میں یہ دعوت محض اللہ اور آپ کے طبقہ کی پھیلائی ہوئی لا تعداد غلط فہمیوں اور بہتانوں کی پیشہ خود چھان بین کرنے کی غرض سے دے رہا ہوں..... فقط والسلام!

احقر الزمان

عبدالرؤوف لودھی

جواب:

محمد و مکرم، زیدت الطافہم، آداب ددعوات!

نامہ کرم (محررہ ۱۲/۱۱/۱۹۷۸ء) موصول ہوا، لطف و کرم کا بہت بہت شکریہ! غصہ اور جھنگلاہٹ کی تلخی پہلے عتاب نامہ سے اگرچہ خاصی کم ہے، تاہم اب بھی اتنی زیادہ ہے کہ شیرینی کو ایسا سکتی ہے، خیر! جزاکم اللہ، بقول عارف:

جواب تلخ می نسید لب لعل شکر خارا

محمد و ما! اس فقیر نے آپ پر طنزیوں کیا، آپ نے دل کی گہرائیوں سے نکلی

ہوئی بات کو بھی طرف سمجھا، یہ اسی احساسِ کہتری کا نتیجہ ہے، جو غصہ اور جھنگلاہٹ سے جنم لیتا ہے۔

مکرم! آپ میری ذات کی حد تک جو کچھ بھی فرمائیں، میں اپنے آپ کو اس سے بھی فروٹ سمجھتا ہوں، اور اپنے مالک کی ستاری پر نظر رکھتا ہوں، اس لئے جناب کے ”صاف صاف الزامات“ کا جواب نہیں دوں گا، آپ ”پیٹ کے ایدھن“ کی بات کریں، یا ”کما کھائے مچھندر“ کی، مجھے اس زبان میں بہر حال بات نہیں کرنی چاہئے۔

محترم! مجھے نہ آپ سے کوئی کہا ہے، نہ آپ کی جماعت سے ذاتی مخاصمت ہے، نہ جناب مرزا صاحب بالقبہ سے، نفرت ہے تو بس اس غلط روی سے جس کی بنیاد جناب مرزا صاحب نے ڈالی اور جس پر آپ کی جماعت رواں دواں ہے، یہ جناب کا حسن ظن ہے کہ اس فقیر نے مرزا صاحب کو پڑھے بغیر ہی انہیں جھوٹا سمجھ لیا ہے، اس ناکارہ کو جناب مرزا صاحب کے مطالعہ کا جتنا شرف حاصل ہے (اگر یہ شرف کی چیز ہے) ان کی جماعت کے کم ہی افراد کو حاصل ہو گا، اور اب بھی یہ شغل سدا بہار ہے۔ میں نے جناب مرزا صاحب کے بارے میں جو رائے قائم کی ہے، وَكَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا... وَهُنَّ نَاسٌ لَا يُنْبَغِي لَهُمْ مِنْ خَلْقٍ... اگر مجھے آنحضرت کی دل آزاری کا اندر یشناہ ہو، تو میں اس دعویٰ پر دلائل پیش کرتا کہ جناب مرزا صاحب نے کذب و افتراء کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے، اس کی نظیر ان کے کسی پیش رو میں کم ملے گی، اور حق تعالیٰ شانہ نے ان کے کذب و افتراء پر اتنے دلائل جمع کر دیئے ہیں جو چشم عبرت کے لئے کافی و شافی ہیں۔

بعض غلط فہمیاں لاائق درگز رہوتی ہیں، لیکن جناب مرزا صاحب کی حالت کھل جانے کے بعد میں ان کے ”متح موعود“ مانے والوں کو معدود نہیں سمجھتا، جہاں تک عقائد کے بعض مسائل کا تعلق ہے ان پر ایک صدی سے مباحثے، مناظرے،

جادلے، مبارے سمجھی کچھ ہو چکا ہے، حق طلبی اور حق پروری مقصود ہو تو اب بھی تبادلہ خیال کا مفہوم نہیں، لیکن اگر مرغ بازی ہی مقصود ہو تو ساری لمحات اپنے کے جواب میں ”لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِّيَ دِيْنِ“ کہہ دینا ہی سنت نبوی ہے۔ جو لوگ ضد، تعصب، غصہ، جھنجڑا ہست کی اس حد کو عبور کر چکے ہوں کہ مرزا صاحب کا ہر جھوٹ انہیں بچ نظر آئے، ہر کجی کوراتی سمجھیں، اور ہر الحاد و زندقہ کو ”علوم و معارف“ کا نام دیں، ان کو کیا سمجھائیے؟ اور کس طرح سمجھائیے؟ انہیں بہر حال ”يَوْمَ تُبَلَّى السَّرَّاَتُ“ ہی کے انتظار کا مشورہ دیا جاسکتا ہے۔

جناب کے مخلصانہ جذبات سے، جو جناب مرزا صاحب بالقبہ کی ذات گرامی سے وابستہ ہیں، مجھے ہمدردی ہے، اور میں جانتا ہوں کہ آدمی اپنے مقدس پیشووا کے بارے میں کتنا حساس ہوتا ہے، آپ چونکہ نقد ایمان مرزا صاحب کے پرورد کر چکے ہیں، اس لئے میں موصوف کے حق میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے جناب کے آگبینہ احساس کو ٹھیس پہنچے، لیکن جناب کے اس ارشاد پر کہ: ”چونکہ اس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے، الہذا یہ جھوٹا ہے“ مجھے بطور اطمینان واقعہ کے یہ چند الفاظ حوالہ قرطاس کرتا پڑے، امید ہے کہ آپ مجھے جھوٹ کو جھوٹ کہنے میں لائق عنفو سمجھیں گے۔

جناب نے ”وَسْعَتِ ظَرْفِي“ کے ضمن میں جو نگارشات فرمائی ہیں، ان کا جواب ... بقولِ شخصی ... ترکی بہتر کی دے سکتا ہوں، لیکن سیرے خیال میں شجرہ کذب کی جڑ کو چھوڑ کر اس کی شاخوں سے الجھنا غیر فطری ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ جب مرزا صاحب ہی کذباً ہوں، تو ان کے الہامات، تحقیقات، دعاویٰ وغیرہ میں صداقت گھاٹ سے آئے گی؟ ان پر بحث ہی کیوں کیجئے۔

جناب کراچی تشریف لایں تو کسی نیکی رکشہ والے سے جامع مسجد نیو ٹاؤن (اور اب علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن) کہہ دیجئے، وہ آپ کو سیدھا یہاں لائے گا،

اور یہاں پہنچ کر اس گفتگو کا نام کسی سے پوچھ لجئے۔

جانب کی دعوت پر مشکور ہوں، مگر جانب کی اطلاع کے لئے عرض پرداز ہوں کہ رب وہ دیکھا ہے، بارہا دیکھا ہے، ”احمدیت کاظلی حج“، بھی آنکھوں میں ہے۔

بحمد اللہ! فقیر آپ کی دعا سے بصحت و عافیت ہے، اور جانب کی خبر و بہبودی کے لئے دعا کو، فضائل الدعا!

آپ کا تعلق

محمد یوسف عطا اللہ عنہ

۱۸ اردوا الحجہ ۹۸

قادیانی اپنا انسان ہونا ثابت کریں!

محترم جناب محمد یوسف صاحب
سلام من اتبعی الهدی! (نقل مطابق اصل)

آپ کے دو خط اکٹھے ایک ہی لفافے میں ملے تھے، ان کے لئے آپ کا
شکرگزار ہوں، اور ساتھ ہی معرف بھی ہوں کہ آپ واقعی "قابلِ داد" ہستی ہیں، آپ
کی کثی جمعی پر تو اب مجھے شبہ بھی نہیں رہا، جو آپ نے میرے سیدھے سے سوالات
کے جواب دینے میں استعمال فرمائی ہے۔ دراصل جو دو ایک مسائل تھے انہیں آپ
نے کچھ بخشی کی نذر کر دیا ہے، جو تحقیق کے جذبہ کو یقیناً مجرور کرتی ہے، بہر کیف آپ
نے جب یہ طرح دی ہے تو چلنے یونہی سکی۔

یہ میں محض آپ کے لگائے ہوئے ازامات کے جواب میں عرض کر رہا ہوں
اور اک چھوٹا سا آئینہ دکھار رہا ہوں کہ جناب من! آپ کی طرح کسی پر: جھوٹا، کذاب،
گندم نما جو فروش اور وحشی جیسے خطاب دینا تو بڑا آسان ہوتا ہے، لیکن تغیری کام کرنا
بہت مشکل.....

جواب:

برادرِ کرم زید لطفہ، آدب و دعوات!
طویل نامہ کرم موصول ہوا، جناب کو غلط فہمی ہوئی کہ میں نے از خود آپ کو یا

آپ کی جماعت کو وحشی کہا ہے، حالانکہ میں نے نہیں، بلکہ جناب مرزا صاحب نے آپ کو یہ بہترین اور بھل خطاب عطا کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”اور پیش گوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اس کے بعد یعنی اس کے مرنے کے بعد نوع انسانی میں علتِ عظم سرایت کرے گی؛ یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے، اور انسانیت حقیقی صفت، عالم سے محفوظ (نقل مطابق اصل) ہو جائیں گے، وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام، پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔“

(تربیت القلوب ضمیر دوم ص: ۱۵۹)

میرا عقیدہ یہ ہے کہ پیش گوئی صحیح ہے، لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا، ایسا بالکل قرب قیامت میں ہو گا، لہذا مرزا صاحب مجھ میں موعود نہیں، بلکہ انہوں نے اپنے اور پر غلط چیزوں کیا ہے۔ لیکن آپ فرمائیے کہ جو لوگ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد پیدا ہوئے ہیں، انہوں نے جناب مرزا صاحب کو مجھ میں موعود مان کر اپنا وحشی ہوتا تسلیم کر لیا ہے یا نہیں؟ نہیں حقیقی انسان کہا جائے یا انسان نما وحشی اور حیوان جنہیں حلال و حرام کی کوئی تیزی نہیں، پہلے یہ معامل کر لیجئے، پھر ان شاء اللہ آگے چلیں گے، العلم نقطہ کثرہا الجاہلوں!

امید ہے مزاج سامی بعافیت ہوں گے، اس فقیر کے بارے میں جو عالم نہیں، علاما کا کفشن بردار ضرور ہے، آپ جو حسنِ ظن رکھیں آپ کو سب معاف ہے، مگر مرزا صاحب کی اس عبارت کو سامنے رکھ کر اپنا انسان ہوتا ہی ثابت کرو تجھے! فقط والدعا۔

آپ کا بے حد خلص

محمد یوسف عفان الدین عنہ

۱۸ ربیع المحرّم ۱۴۹۹ھ

قادیانی شبہات

محترم مولوی محمد یوسف صاحب!

آپ کا ۱۶ نومبر ۱۳۹۹ھ کا طویل مراسلہ مجھے کوئی ایک ہفتہ قبل ملا تھا، اس کے لئے دل سے شکرگزار ہوں۔

آپ کا مراسلہ ۵ مریع الاول مجھے ملا تھا، آپ نے اب بھی بار بار اپنے اس مراسلے کے حوالے دیئے ہیں، بخدا مجھے وہ مراسلہ نہیں ملا۔
ج:.... دوبارہ اس کی نقل بھیج دی ہے، امید ہے مل جائے گا۔

۲:.... یہ تو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ کسی پر اڑام دھرنے کا کیا ہے، جب دلوں میں کھوٹ ہو، بغضہ ہو، تعصب ہو، اور یہ تہی یہ بھی ہو کہ اپنے مخالف الخیال کی کوئی بات کیسی ہی اچھی کیوں نہ ہو اسے ماننا ہی نہیں یا اسے کسی نہ کسی رنگ میں توڑ مروڑ کر ضرور بیان کرنا ہے، تو پھر مجھے جیسے بے علم انسان کے بس کاروگ نہیں کہ کسی ”ابوالحکم“ سے کوئی بات منوا سکوں۔

ج:.... خصوصاً جب ”بے علم انسان“ کسی ”بومسلم“ کا شکارِ دجل ہو جائے۔
۳:.... خصوصاً اس وقت جب وہ یہ کہے کہ ”جو شخص حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعا ہو، اس کا جھوٹا ہوتا ہے میرے نزدیک کسی دلیل کا محتاج نہیں، خود اس کا دعویٰ نبوت ہی سو جھوٹ کا ایک جھوٹ ہے۔“

ج:.... بلا ریب و تردد مدعی نبوت سے دلائل مانگنا عقیدہ ختم نبوت میں مشک کے مترادف ہے! اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہ، مدعی نبوت سے دلائل مانگنے کو کفر باور کرتے ہیں۔

ج:.... اس بارے میں صرف اتنا ہی کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ نے تو حضرت ابنِ عربیٰ اور حضرت قاسم نانو توی جیسوں کو بھی ایک طرف رکھ دیا، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت غیر تشریعی ممکن ہے۔

ج:.... ان دونوں بزرگوں کا عقیدہ وہی ہے جو میرا ہے، وہ بھی مدعی نبوت اور اس کے ماننے والوں کو دائرۃِ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

ج:.... آپ نے اپنے اس طویل مراسلہ میں جگہ جگہ الخاد، زندق، کفر، کذب وغیرہ کے فتوے خوب استعمال کئے ہیں۔

ج:.... بے محل یا محل و موقع کے عین مطابق؟ اگر کوئی بے محل فتویٰ صادر کیا ہو تو اس کی نشاندہی کریں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کفر والخاد بھی کریں اور آپ کو کافر و ملد بھی نہ کہا جائے؟

ج:.... پیارے مولوی صاحب! یہ دور جس میں آپ اس قسم کی تکنیک استعمال کرتے ہیں، سائنسی دور ہے۔

ج:.... کیا سائنسی دور میں دین اور دینی اصطلاحات نہیں چلتیں؟

ج:.... آپ کو عقل سے خود بھی کام لینا پڑے گا اور دوسروں کے سامنے بھی عقل اور دلائل کے ساتھ ہی لب کشائی کرنی پڑے گی۔

ج:.... مجھے بتائیے کہ میں نے کون سی بات بے دلیل کی؟

ج:.... یہ میری قسمت کہ واسطہ ہی آپ جیسی ہستی سے پڑ گیا جو لکھنا تو بہت جانتی ہے (اور شاید بولنا بھی خوب جانتی ہو)، مگر ”کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!“ کے مصداق نہ خود سمجھنے کی کوشش کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کے پلے کچھ ذال سکے۔

ج:...یہی شکایت مجھے اپنے ذوقِ حریف سے ہے۔

۹:...آپ فرماتے ہیں: ”قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے۔“ الحمد للہ!

ج:...”الحمد للہ!“ کے بجائے ”استغفار اللہ“ لکھنا تھا کہ آپ نے پہلے عمداً یا
سہوا جو غلط الزام لگایا تھا، خدا اسے معاف فرمائے۔

۱۰:...آپ نے یہ تو تسلیم فرمایا کہ بوقتِ نزول حضرت عیسیٰ نبی بھی ہوں

گے اور اُمّتی بھی، تو یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کے نزول سے ختم نبوت متاثر نہ ہو گی،
لیکن یہی دعویٰ حضرت مرزا صاحب کا ہے۔

ج:...آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، ایک ہے کسی نبی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت میں داخل ہوتا، یہ تو قرآن میں منصوص ہے، اور ایک آپ کے کسی اُمّتی کا
نبوت حاصل کر لینا، یہ عقلاء و شرعاً باطل ہے، اور مرزا صاحب اسی باطل کے قائل ہیں۔

۱۱:...یہ بھی خوب ہے کہ اسی کی بنا پر انہیں کافر، زندق، فاسق، فاجر، مخدود،
وجال اور نہ جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔

ج:...اس لئے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حصول نبوت کا
دعویٰ کرے، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجال و کذاب کہا ہے، پس ایسے شخص
کے فاسق و فاجر اور مخدود وجال ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟

۱۲:...آپ نے ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۲۸۹ کا حالہ حسب عادت کہہنہ ناکمل
پیش فرمایا کہ اچھا مظاہرہ نہیں کیا، اس فقرہ سے متعلق الفاظ یہ ہیں جو آپ
خود چھپا گئے، یا پھر آپ کے پاس مواد ہی اتنا کترائی ہوتا ہو گا، اور وہ الفاظ یہ ہیں:

”اور بعض صحابی جو اس اجماع کے مخالف قائل ہوئے کسی نے ان کی تکفیر
نہیں کی اور نہ ان کا نام ملحد اور ضال اور ماذل خطی رکھا، پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ
ہمارے نبی صلیم کا جسمانی معراج کا مسئلہ بالکل متع کے جسمانی طور پر آسان پر چڑھنے

اور آسمان سے اُترنے کا ہم شکل ہے۔“

ج:... میں نے جس دعویٰ کے لئے ”ازالہ“ کی عبارت کا حوالہ دیا تھا کیا ان منقولہ الفاظ سے اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر شکایت کیوں؟ پس جب معراج جسمانی پر صحابہؓ کا اجماع تھا تو یقیناً حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر بھی اجماع ہوا۔

۱۳:... حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہمارے نبی صلم کے جسمانی معراج کی نسبت انکار کرنا درحقیقت اور درپرداز مسیح کے جسمانی رفع اور معراج سے بھی انکار ہے۔
ج:... جیسا کہ باقی سب صحابہؓ کا معراج جسمانی کا اقرار کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و رفع جسمانی کا اقرار ہے۔

۱۴:... کیوں جناب! اب بھی آپ میرے اس الزام کی تردید کریں گے کہ آپ جناب مرزا صاحب پر بے ثبوت الزام تراشی کے صرف مرتكب ہی نہیں ہوتے، بلکہ ایسا کرنے کی قسم کھاچکے ہیں، اس حوالہ میں دو جگہ آپ الزام تراشی کے مرتكب ہوئے ہیں۔

ج:... کیا الزام ہوا، ذرا وہ بھی فرمادیا جاتا؟
۱۵:... لیکن پھر بھی حضرت عائشہؓ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ وہ ایک روایائے صالحہ تھی اور کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نام نعوذ بالله ملحدہ یا ضالہ نہیں رکھا۔

ج:... جی ہاں! ان کو ضالہ ملحدہ نہیں کہا، مگر اس سے کیا ثابت ہوا؟ اس کی بھی وضاحت ہو جاتی۔

۱۶:... شبِ معراج میں دوسرے انیما کے اجسامِ مثالیہ اور حضرت عیسیٰؓ کے جسدِ غیری کو ہم رنگ و ہم شکل قرار دے کر خود ہی ثابت کر رہے ہیں کہ ان سب کی بیست اور کیفیت ایک سی تھی، لازماً یا تو وہ سب وفات شدہ تھے یا سب زندہ تھے، رسول

پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظارہ میں کہیں بھی حضرت عیسیٰ کی الگ اور منفرد کیفیت بیان نہیں فرمائی۔

ج:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو متواتر احادیث میں ان کی منفرد کیفیت بیان فرمائے چکے ہیں۔

۷:... باقی آپ نے میدانِ حرث کی بھی مثال غلط دی ہے، میدانِ حرث میں تو صرف مرنے والے ہی جمع ہو سکتے ہیں نہ کہ زندہ انسان؟
ج:... میں نے اولین و آخرین کی جو قیدِ لگائی تھی اس میں آپ کا جواب موجود ہے۔

۸:... جیسا کہ آپ بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مجبد عصری شبِ معراج میں اُسی طرح موجود تھے، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر آپ کو یہ بھی مانتا پڑے گا کہ حضور سرورِ کائنات کے معراج میں حضرت عیسیٰ بھی برابر کے شریک تھے؟
ج:... بندہ خدا! آسمان پر ہونے سے معراج میں شرکت کیسے لازم آگئی؟
کیا آسمان کے بے شمار فرشتے بھی شریکِ معراج قرار پائیں گے؟

۹:... اس لحاظ سے تو امتِ مسلمہ کو حضرت عیسیٰ کا معراج بھی تسلیم کر لینا چاہئے۔

ج:... منکر کون ہے؟ ان کی معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی صدی پہلے ہو چکی تھی۔

۱۰:... حق ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔
ج:... حق جھوٹ کے فرق کو مجھنے کے لئے دل کی پینائی شرط ہے، اور وہ بدمقتو سے نصیب اعداء ہے۔

۱۱:... ظاہر ہے یہ دو معراجوں والا عقیدہ اہلِ اسلام کے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتا۔

ج:...کون سے اہلِ اسلام؟ بھم اللہ! سب مسلمان اس کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے اور قرب قیامت میں نازل ہوں گے۔

ج:...آپ خود ہی فرماتے ہیں: ”مثلاً کسی صاحبِ کشف کو میدانِ محشر کا نقشہ منکشف ہو جائے اور وہ دیکھئے کہ تمام اؤلین و آخرین وہاں جمع ہیں تو اس پر کیا یہ لازم آئے گا کہ اب دنیا میں کوئی انسان زندہ نہیں، سب میدانِ محشر میں پہنچ چکے ہیں؟ میں جیران ہوں کہ یہ سوال آپ نے مجھ سے کیا ہے یا کہ اپنے آپ سے؟ چلتے ہوں کہیجے کہ اپنے اسی سوال کو بار بار دُھرایے اور گریبان میں جھاکنک کر بتائیے کہ اس کا نتیجہ کیا تھلتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی تھایا کہ رُوحانی؟

ج:...ذری میری تحریر ایک بار پھر پڑھئے، اور غور کیجئے کہ میں نے یہ بات کس تناظر میں کہی ہے؟ میں نے یہ بات کہی ہی اس تقدیر پر ہے جبکہ معراج جسمانی نہ ہو، بلکہ اسے کشفی و رُوحانی فرض کیا جائے۔

ج:...نہ جانے یہ کیسے عالم صاحب ہیں کہ جب جی چاہے کسی سیدھی بات کو الٹا کر دیں، اور جب جی چاہے الٹی بات کو سیدھا کر دکھائیں۔

ج:...لیکن سیدھی بات کو الٹ سمجھنا بھی قادریانیت کا خاص امتیاز ہے۔

ج:...اسی صفحہ کے آخر میں جو تین حوالے آپ نے دیئے ہیں، ان کے متعلق اصولی بات عرض کرتا ہوں۔

ج:...یہ اصولی باتیں آنحضرت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں تراشنے کی رسمت کیوں فرمائی؟

ج:...ہم کب کہتے ہیں کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوں گے؟

ج:...”فوت نہیں ہوں گے“ مستقبل کا صیغہ ہے، ”وفات پاچکے“ ماضی کا، ذرا سوچ لیجئے آپ اتنے بدحواس کیوں ہو رہے ہیں کہ ماضی، مستقبل کی تمیز بھی اٹھ گئی؟

۲۶:... ہمارا عقیدہ تو واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پاچکے اور اب آخری زمانہ میں جو شخص بھی عیسیٰ کے نام اور ان کی خوبی پر آئے گا یا آچکا ہے وہ بھی وفات پائے گا یا پاچکا ہے۔

ج:... یہ خوب کہاں لکھی ہے؟ اور کیا ہوتی ہے؟ کچھ تشریع فرمادی جائے گی؟

۲۷:... یہ حدیث تو اس عقیدہ اسلامی کی واضح مخالف ہے۔

ج:... یعنی آپ کا دماغ عقیدہ اسلامی کا مخالف نہیں، حدیث مخالف ہے! نعوذ باللہ!

۲۸:... یہاں ”نزول“ کے لفظ سے ”آسمان سے بمسجدِ غضیری اُترنا“ کیونکر مراد لیا جائے؟ قرآن تو صریحاً اس خیال کی نظر کرتا ہے: ”یا بُنَىٰ آدَمْ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا“ (اعراف/۳/۲۷)، ”وَانْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ“ (حدیث/۳/۲۶) ذرا خود ہی بتا دیجئے کہ آپ نے کبھی لباس اور لواہ آسمان سے اُترتے یا گرتے دیکھا ہے؟ یا کسی اور نے ہی دیکھا ہو تو براہ کرم اس عاجز کو اس کے پتے سے مطلع فرمائیں۔

ج:... اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ کوئی چیز آسمان سے اُترتی ہی نہیں؟

۲۹:... جس حدیث ”وَفِيهَا عَهْدٌ إِلَى رَبِّي ... فِيهِ لَكَهُ اللَّهُ“ کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا اُسی طرح ذکر ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔

ج:... جھوٹ پر جھوٹ! قرآن کریم کی کس آیت میں ہے؟ ذرا نشاندہی فرمائیں۔

۳۰:... ارشادِ الہی ہے: ”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأَمَمِينَ رَسُولاً ... وَالْخَرِفِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحِقُوا بِهِمْ“ (فرقان/۳۲/۲) آخرین میں قید وقت و زمانہ موجود نہیں، گویا حضور کی ایک بعثت تو اُولین میں ہوئی اور دوسری بعثت آخری زمانہ کے انسانوں میں ہوگی۔

ج:....یعنی...نحوذ باللہ...علام احمد "محمد رسول اللہ" ہے، شرم! شرم!!
۳۱:...گویا مسیح موعود کی بعثت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت قرار دیا گیا۔

ج:....لا حول ولا قوّة الا باللہ! بیریں عقل و دانش بباید گریست۔
۳۲:..."ازالہ اوہام" صفحہ: ۹۱ کا حوالہ بھی آپ نے ناکمل دیا ہے۔
ج:....مکمل حوالہ کے بعد منقول کے مفہوم میں کیا تغیر ہوا؟ اس کی وضاحت کر دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

۳۳:....غلطی کا اختلال صرف ایسی پیش گوئیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے مجہم اور مہمل رکھنا ہو۔

ج:....یعنی مرزا صاحب کے سوا آخر پر صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت مسلمہ کو خدا جہالت اور گمراہی میں رکھنا چاہتا ہے، نہ نہ باللہ!

۳۴:....عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب یہاں جو کچھ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ حضرت احادیث انیما علیہم السلام پر غیب کی خبروں کو انتہائی واضح طور پر اور پوری تفصیل کے ساتھ منکشف فرمائے۔

ج:....اسی پر مجھے اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان امور سے بے علم مانا جائے، اور مرزا صاحب کو باعلم؟ کچھ تو شرم چاہئے!

۳۵:....بہر حال ناکمل حوالہ جات پیش کر کے آپ نے اپنے طویل خط میں دیگر مولوی صاحبان کی تقلید میں حضرت مرزا صاحب پر "آخر پر صلم کے چشم دید مشاہدہ کو جھٹلانے" کے الزامات عائد کئے۔

ج:....حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام سے جو گفتگو ہوئی ان کو نقل فرماتے ہیں، اور وہ اپنے آنے کے بارے میں "عہد زرب" کا حوالہ دے رہے ہیں، مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

جانتے ہی نہ تھے کہ مسیح کی حقیقت کیا ہے؟ اس سے بڑھ کر جمود (انکار) اور حکم دیب کیا ہوگی؟ انصاف فرمائے اگر آپ کے ساتھ کوئی شخص ایسا بتاؤ کرے تو آپ ایسے موذی شخص کو کیا سمجھیں گے؟

ن:... آپ کی انہی چاک دستیوں نے تواب مجھے یقین دلادیا ہے کہ یہ سب کچھ آپ بھول چوک سے اور سہو سے نہیں کرتے، بلکہ دیدہ و دانستہ کرتے ہیں۔
ج:... الحمد للہ! خوب فہم و بصیرت کے ساتھ، جو کہتا ہوں دلیل اور سند کے ساتھ کہتا ہوں۔

ن:... اور یہ ہونا ضروری بھی تھا، ورنہ حضور خیر الامان سرویر کائنات کی پیش گوئیاں کیونکر پوری ہوتیں، مثلاً یہ کہ: میری امت کے علام آخری زمانہ میں آسمان تلے سب سے بری مخلوق ہوں گے۔

ج:.... جی ہاں! بالکل صحیح فرمایا، مرزا غلام احمد صاحب جو امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور ختم نبوت کا تاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے اپنے نامہ موارد پر سجانے کی ناپاک کوشش بھی کرتے ہیں، ان سے بدتر کوئی مخلوق ہو سکتی ہے؟

ن:... پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی تو اپنے ایک پہلے مراسلہ میں پیش کر چکا ہوں: "من الأخبار والرهبان لياكلون اموال الناس بالباطل."

ج:.... جیسا کہ مرزا نے لوگوں کا دین بھی برباد کیا، اور ان کی دنیا بھی لوٹی۔

ن:... ائمہ سلف نے تو چودھویں صدی ہجری کا بالاتفاق ظہور مہدی و مسیح موعود کے لئے یقین بھی کر دیا تھا، جسے آپ جانتے تو ہیں لیکن شخص ایک شخصی عداوت کی خاطر کسی راوی کو کذباً بھہرا دیتے ہیں، کسی مفسر کا سرے سے پتہ ہی کا ثبات جاتے ہیں۔

ج:... سفید جھوٹ! کوئی تو حوالہ پیش کیجئے اور کسی کا نام تو لیجئے!

ن:... مگر جب اُسی مفسر یا راوی کی کوئی بات آپ کے مسلک کی مدد نظر آتی

ہے تو آپ اُسے پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے، سمجھنہیں آتی یہ بخوبیک آپ کو کہاں لے جائے گی؟

ج:... یہ قادر یانوں کا وظیرہ ہے، مسلمانوں کا نہیں۔

۳۱:... اگر آپ نے مخفی ہوئی ہے کہ آپ حضرات ان سب پیش گوئیوں کو جب تک ظاہری طور پر پورا ہوتے نہیں دیکھیں گے، تب تک نہیں مانیں گے۔

ج:... پوری ہوں تو مانیں! انشا اللہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر یہ پوری ہوں گی اور ہم مانیں گے۔

۳۲:... جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُسی پہلے والے جسم غضیری کے ساتھ آسمان سے اُترتا نہیں دیکھیں گے، تب تک آپ یونہی دلائل کا منہ چڑھاتے رہیں گے تو یقین فرمائیے کہ ایسا موہومہ ظہورِ مہدی کا وقت بھی نہیں آنے کا۔

ج:... جسم ماسدا کور باد! کیا ہم... نعوذ بالله... غلامِ احمد قادریانی جیسے مرافق، محبوب الحواس اور اعور کو مہدی و مسیح مان لیں؟ اور دنیا جہان کے جھوٹے کو مندِ عیسوی پر بٹھائیں؟

۳۳:... آپ بعینہ اسی طرح کر رہے ہیں جیسے امتِ موسویہ نے کیا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیا، صرف یہی نہیں بلکہ ان کے دعویٰ کا مذاق اڑایا گیا۔

ج:... یا جس طرح مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ طیبات کا مذاق اڑایا، گویا یہودیوں کے بھی کان کتر دیئے۔

۳۴:... حضرت عیسیٰ کو طرح طرح کی ایذا میں دی گئیں، حتیٰ کہ انہیں تنخیہ دار پر بھی لاکھڑا کیا گیا۔

ج:... جھوٹ! سفید جھوٹ! اور صاف صاف آیتِ قرآنی "وَمَا أَصْلَبُوا" کا انکار ہے۔

۳۵:... میں تو سمجھتا ہوں کہ قرآن الحکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان جو کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے، مخفی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گویوں کے مطابق آپ حضرات نے لازماً پیدا ہوتا تھا اور مثیل مسح کا عین اُسی طرح مٹھا بھی اڑنا تھا۔

ج:... نہیں! بلکہ مخفی اس لئے کہ غلام احمد کی تکذیب اور ان کے ماننے والوں کی حماقت کا بار بار اعلان ہو، سوال یہ ہے کہ ”مثیل مسح“ کس آیت یا حدیث میں لکھا ہے؟

۳۶:... یہ تو خیر ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ عاطفت تھا، ورنہ انہیں بھی تختہ دار پر چڑھاتی دیا جاتا۔

ج:... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں، بلکہ انگریز کا ”سایہ عاطفت“ تھا، جیسا کہ مرزا جی نے خود اقرار کیا ہے۔

۳۷:... کیوں میرے عزیز مولوی صاحب! اُمت موسویہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا مان لیا تھا؟

ج:... جیسا کہ آپ لوگوں نے آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو سچا مان لیا ہے؟

۳۸:... حدیث کہ وہ اب تک ایک موہوم مسح کی آمد کے انتظار میں دیوار گریہ سے لگ لگ کر روتے ہیں اور اس کی آمد کی دعا میں مانگتے ہیں، صرف اس لئے کہ انہوں نے بھی علامات اور پیش گویوں کو ظاہری رنگ میں پورا ہوتا دیکھنے کی شانی ہوئی تھی۔

ج:... یہ کس آیت اور حدیث میں لکھا ہے؟

۳۹:... نتیجہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ وہ راہ ہدایت سے بھٹک کر راندہ درگاہ ہو کر قبرِ نملت میں گر گئے، آپ اسی بات سے بھی کوئی سبق نہیں لینا چاہتے، حیرت ہے!

ج:... عجیب منطق ہے کہ جب مرزا پرست علیہ السلام کی کوئی علامت اور کوئی نشانی بھی صادق نہیں آتی تو قادریانی امت خود شربانے کے بجائے دوسروں کو الزام دیتی ہے۔

۵۰:... حضرت مسیح موعود مرزا صاحب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ: "کسی مہدی کے زمانے میں کسوف و خسوف نہیں ہوا"

ج:... مگر آپ نے تو یہی دعویٰ کیا تھا، ذرا اپنی تحریر دیکھ لیجئے، صد شکر ایک بات تو عقل میں آئی!

۵۱:... بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ بہوجب پیش گوئی دارقطنی "ان لم يهدينا آيتين" کہ مہدی معبود کے زمانہ میں رمضان کے مینے میں چاند کو گرہن کی راتوں میں پہلی رات کو یعنی ۱۳ تاریخ کو اور سورج گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانی تاریخ یعنی ۲۸ کو گرہن لگے گا، تو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سے خدا نے زمین اور آسمان پیدا کئے، یہ نشان کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوئے، اور یہ نشان صرف ہمارے ہی مہدی کی صداقت کے لئے مخصوص ہیں۔

ج:... میں بتاچکا ہوں کہ ایسے کوفین کا رمضان میں اجتماع سائٹھ مرتبہ ہو چکا تھا، پھر مہدی کی تخصیص کیا ہوئی؟

۵۲:... حضرت مرزا صاحب کی عبارت پیش کرتے ہوئے ایک بار پھر آپ نے اخلاق اور دیانت سے کام نہیں لیا، حالانکہ اس عبارت سے کچھ پہلے حضرت صاحب نے صاف الفاظ میں متذکرہ بالا حدیث کا متن اور ترجمہ تحریر فرمایا ہے، اور پھر لکھا ہے کہ:

"ان تاریخوں میں کسوف و خسوف رمضان میں ہونا کسی کے لئے اتفاق نہیں ہوا، صرف مہدی معبود کے لئے اتفاق ہوگا۔"

ج:... مرزا جی کے اس دعویٰ کی کوئی دلیل بھی ہے؟ اگر نہیں تو بے پر کی

ہاکنے کا فائدہ؟

ج: ۵۳... یہی الفاظ آپ دیدہ و دانستہ حذف کر گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون!
جب آپ نے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ میں تحریف و تذییف سے کام لیا تو آپ
کا جواب خود بخود غلط اور بے معنی اور غیر متعلقہ ہو گیا۔

ج: ... کیسے؟ میں تو کتاب کا حوالہ دیتا ہوں اور اسلاف امت اور اکابر
اسلام کی تحقیق پیش کرتا ہوں، مگر آپ ہیں کہ صرف اور صرف مرزا صاحب کی اندھی
تقلید کو قرآن و سنت اور اکابر امت کی تصریحات کے مقابلہ میں منوانے کی ناکام
کوشش و سعی میں سر پھوڑ رہے ہیں۔

ج: ۵۴... کیونکہ آپ یا آپ کے علمائے بیت تاقیامت کسی مدعاً نبوت کو پیش
نہیں کر سکے جنہوں نے حدیث شریف کے مطابق چاند گرہن کی پہلی تاریخ اور سورج
گرہن کی درمیانی تاریخ میں دونوں گرہن لگتے دیکھے ہوں۔

ج: ... عقل سے تھوڑی دیر کے لئے کام لے لینے میں کیا حرج ہے؟ دیکھئے!
کسوف و خسوف بھی موجود، اور مدعاً نبوت بھی موجود، اور یہ دونوں تاریخی صداقتیں
ہیں، فرمائیے! مدعاً نے کوفین کو کیوں نہ دیکھا؟

ج: ۵۵... یہ بھی آپ کی حیث وغیرت کو ایک چیلنج ہے کہ رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم تو فرمائیں کہ ایسے گرہن سوائے ہمارے مہدی کے زمانہ کے کبھی دنیا میں ظہور
پذیر نہیں ہوئے، اور نہ ہوں گے، اور آپ ہیں کہ اپنے پاس سے ہی چار ایسے کسوف و
خسوف کے حوالے دیئے چلے جا رہے ہیں، کیا اب بھی آپ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت میں سے ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ کیونکہ آپ تو نشاۓ پیش گوئی کے
برخلاف ہی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر لکھ رہے ہیں کہ اسے نشان تھہرانا ہی غلط فہمی ہے۔

ج: ... یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کب ہے؟ جھوٹ کسی وقت تو
چھوڑ دینا چاہئے؟

ج:... جب بھی آپ نے ہمیں دکھ دیئے، ہم نے راتوں کو اٹھاٹھ کر آپ کی ہدایت کے لئے دعائیں کیس۔ ۵۶

ج:... مگر بے ایمانوں اور کافروں کی پکار کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ: ”وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ!“ (اور نہیں دعا کافروں کی مگر بھکنا)۔

ج:... احمدی مسلک میں یہ تو ہے ہی نہیں کہ نفرت کا جواب نفرت سے دیں۔ ۵۷

ج:... جی ہاں! گالیاں پیار ہی میں دی جاتی ہیں، مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر پوری امتِ مسلمہ کو جو گالیاں دی ہیں وہ کس محبت کا شاخانہ ہے؟

ج:... آپ نہیں جانتے کہ ہر دس، پندرہ، بیس سال کے بعد ہمیں مظالم کی بھیوں میں ڈال کر آپ خود ہی کندن بنتے ہیں۔ ۵۸

ج:... جی ہاں! آپ جیسوں کے لئے فرمایا گیا: ”أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يَفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرْءَةً أَوْ مَرْتَبَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَرُونَ!“ (کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا دو بار، پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں)۔

ج:... ہمیں خوب معلوم ہے، ہماری یہ قربانیاں رائیگاں نہیں جاری ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان حقیر قربانیوں میں اتنی برکت ڈال رہا ہے کہ یورپ بھنا اٹھا ہے۔

ج:... جی ہاں! شیخ جلی زندہ ہے۔

ج:... مجھے یہ بتانے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ تبلیغی کانفرنسوں اور مناظروں کا انعقاد، اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کے ذریعہ پیچھرے اور مضامین کا اہتمام تو انہی (بقول آپ کے ”کافر“) لوگوں کے روزمرہ کے مشاغل ہیں۔

ج:... اس کا نتیجہ؟ یہی ناں کہ مسلمانوں کو کافر، اور کافروں کو مسلمان

کہا جائے۔

۶۱:...لیکن ایک آپ کا ثولہ ہے کہ موج اڑا رہا ہے کہ پہنچ لگئے نہ پھٹکری،
آپ کے فرسودہ خیالات کسی کو ٹھینچیں یا نہ ٹھینچیں آپ کی بلا سے!
ج:...جی نہیں! قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے ارشادات پیش کر کے
مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اور انہیں قادریٰ دجل و فریب سے بچانا ہمارا
مقصد ہے، اور بھم اللہ ہم اس میں کامیاب ہیں۔

۶۲:...آپ کا بھی کارنامہ کیا کم ہے کہ صرف چودہ پندرہ روز کی دھماچوڑی
کے بعد چشم زدن میں ہی دنیا بھر کے لگ بھگ ایک کروڑ کلمہ گوؤں کو کافر قرار دلوادیا؟
ج:...جی نہیں! مسلمانوں کو نہیں بلکہ کافروں کو کافر کہلوایا اور کفر و اسلام کے
حدود کا تحفظ کیا۔

۶۳:...مجھے یہ کہنے کا حق دیجئے کہ آپ کی اس طویل مراسلت نے مجھ پر
کوئی اچھا اثر نہیں ڈالا۔

ج:...میں کیا؟ اذلی بد بختوں کو اللہ کا نبی بھی متاثر نہ کر سکا، چنانچہ فرمادیا
گیا: ”إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ!“ (بے شک آپ نہیں ہدایت دے سکتے ان کو
جن کو تو ہدایت دینا چاہتا ہے)۔

۶۴:...ظاہر ہے کہ میں نہ تو اذلی متعصب ہوں اور نہ ہی تنخواہ دار مبلغ، ورنہ
میں احمدیت کی جانب اس طرح کھنچ کر کیوں آتا؟

ج:...جی ہاں! مُسْخَ فطرت کی وجہ سے آپ قادریانت کے دام تزویر میں آگئے۔
۶۵:...اس کی وجہ سبھی ہے کہ میر، حقیقت کو پانا چاہتا تھا، سو الحمد للہ
کامیاب ہوا۔

ج:...بے شک! مگر افسوس کہ سراب کو حقیقت سمجھ لیا۔

۶۶:...آپ کو تو احمدیوں کی ہر نیک بات تُری دکھائی دیتی ہے۔

ج:... جیسی چیز ہوگی، ویسی نظر بھی آئے گی، اگر کوئی شخص ایمان و کفر کے درمیان انتیاز نہیں کر سکتا تو ”وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمُّ“ کا مصدقہ ہے۔

۶۷:... قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لپا ہوا ہے۔

ج:... حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو غلام احمد جیسے لوگ اسے مستحی کر دیتے۔

۶۸:... لیکن آپ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی حفاظت اگر کوئی کر سکتا ہے تو مولوی یا عالم اور کوئی نہیں۔

ج:... جی ہاں! عالم اسباب میں مولوی اور عالم ہی اس کی حفاظت کرتے آرہے ہیں، فائدہ اللہ۔

۶۹:... آج مسلمانوں کی نئی پوداٹاک AGE میں سے گزر رہی ہے، دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کا طریق تبلیغ ایسا فرسودہ نہیں جو آپ نے اپنایا ہوا ہے، بلکہ آج کی پودا اور تعلیم یافتہ افراد سائنسی تکنیک سے قرآن و حدیث کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

ج:... مرد کا عورت بن جانا، حاملہ ہونا، وردی زہ ہونا، پھر اس کے اندر سے بچہ پیدا ہو کر خود اسی عورت کا بچہ بن جانا، پھر اس بچے کا بعینہ واڑھی مونچھوں والا رہنا، یہ ساری چیزیں تو ما شا اللہ! سائینسفلک ہیں...!

۷۰:... آپ ہیں کہ اس پر تحقیق دور میں بعید از عقل و قرآن یہ بتا رہے ہیں کہ ایک انسان جو اس دنیا میں نبی بن کر آیا، وہ دو ہزار برس سے اللہ تعالیٰ کے داہنے گھنٹے کے ساتھ لگ کر بیٹھا ہے۔

ج:... لعنت اللہ علی قاتلہ! یہ بھی کسی قادریانی قرآن و حدیث میں ہوگا، ورنہ کوئی مسلمان اس کا قاتل نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے داہنے گھنٹے کے ساتھ لگ کر بیٹھے ہیں۔

اک:... ذرا ہوش کے ناخن لیجھتے کہ وہ پودا یا تو دین اسلام سے تنفر ہو جائے گی یا پھر عیسائی ہو جائے گی۔

ج:... اور قادر یانیت خود بھی تو اسلام سے تنفس کی ہی ایک صورت ہے!
۷۲... خدارا! اپنے حال پر حرم کھائیے، اپنے بال بچوں کی بھی ایسی کچھ تربیت نہ کیجئے کہ وہ کچھ عرصے کے بعد نہیں کہ دیکھو! ہمارے الہ کیسی لایعنی سی باتیں کرتے ہیں۔

ج:... الحمد للہ! جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی، ان کو اسلام کے قطعیات پر ہنسنے کی ضرورت نہیں، اور جن کی شکلوں میں ساتھ عقلمنب بھی سخن ہو گئی ہوں، ان کا کام ہی تعلیماتِ نبوت پر ہنسنا ہے۔

۷۳... آپ نے اپنے طویل مراسلمہ میں جتنی لا حاصل باتیں تھیں، وہ لکھ ماری ہیں، لا حاصل اس لئے کہتا ہوں کہ آپ نے صفحے تو بہت کالے کے، مگر مطلب کی بات پر نہ آئے۔

ج:... جی ہاں! آپ کے مطلب کی کوئی چیز قائم نہ رہنے دی، بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِہِ!

۷۴... مثال کے طور پر یہ کہ اول تو حضرت عیسیٰ کی حیات اور ان کے آسمان پر بیٹھنے کے دلائلِ قرآنی تو کہیں بھی نہیں دیئے۔

ج:... بات تو میرے قرآنی دلائل ہی سے شروع ہوئی تھی، خیر سے اسی کا انکار شروع ہو گیا۔

۷۵... جو شخص آپ کی کوتاه نظری میں کذاب ہے، مفتری ہے، زنداق ہے، آپ کی طرح اس وقت کے علمائے زمانہ نے بہت شور چایا، بہت لے دے کی، لیکن نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے کہ کسی ایک نے بھی ایسی نظیر پیش نہ کی اور نہ اب کوئی کر سکتا ہے۔

ج:... نظیر میں تو پیش کی گئی تھیں، مگر چشم بندی کی وجہ سے آپ حضرات کو نظر نہیں آئیں۔

۷۶:... مجھے معلوم ہے آپ بھی حضرت مرزا صاحب کو تاقیامت مفتری

ثابت نہ کر سکیں گے۔

ج:... مرزا صاحب انشا اللہ! بقول خود و باقرارِ خود مفتری ثابت ہوتے ہیں۔

۷۷:... علامہ عبدالعزیز لکھتے ہیں: ”قد ادعی بعض الکذابین النبوة

لسمیلہ الیمامی والأسود الغنی وسجاح الکاهنة فقتل بعضهم

وبالجملة لم یتنظم امر الکاذب فی النبوة إلأ ایاماً معدودة.“

(نبراس مطبوعہ میرٹھ ص: ۲۲۲)

ج:... قوله: ”إلأ ایاماً معدودة“ اقول كما وقع في عصرنا للمنتسب

القادیانی المغول. فإنه قد ادعى النبوة صراغاً وجهاراً ۱۹۰۱ الميلادية

كما صرخ به نجله المیرزا محمود احمد فی حقیقة النبوة ج: ۱ ص: ۱۲۱

وقد هلك في ۲۶ / ربیعی ۱۹۰۸ الميلادية، فلم يمهله الله إلأ ایاماً قليلة.

فَقُطِعَ ذَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ!

۷۸:... حضرت امام ابن القیم تحریر فرماتے ہیں: ”سحن لا نکر ان کثیراً

من الکذابین قام فی الوجود و ظهرت له شوکة ولكن لم يتم له امره ولم

تطل مذته بل سلط عليه رسله واتبعهم فمحقووا اثره وقطعوا دابرہ

واستاصلو اشافته هذه سنة في عباده منذ قامت الدنيا والی ان يرث الارض

ومن عليها.“ (زاد المعاد جلد اول صفحہ: ۵۰۰) پیغم جھوٹے مدی اپنے مقصد کونہ

پا سکے اور نہ ہی ان کی مدت بھی ہوئی، وغیرہ، ”بھی مدت“ کی تشریع اسی جگہ ثبت

وعشرين سنۃ (۲۳ سال) کے الفاظ میں موجود ہے۔

ج:... اور محمد اللہ یہ مدت مثبتی قادیان کو بعد از دعوائے نبوت نصیب نہ ہو سکی۔

۷۹:... مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ میں دعویٰ کیا، جبکہ اس سے قبل تو دعویٰ نبوت

کو کفر قرار دیا کرتے تھے، لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ نے دعویٰ نبوت کے بے شک کفر

قرار دیا ہے، مگر نہ صرف ۱۹۰۱ء تک بلکہ ۱۹۰۸ء تک اور وہ نبوت، نبوتِ تشریعی ہے، وہی نبوت جو قرآن مجید کو منسوب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو ختم بتائے، بے شک کفر ہے، اسی نبوت کو حضرت مرزا صاحب نے تمام کتب میں (۱۹۰۱ء سے قبل بھی اور بعد بھی) کفر لکھا۔

ج:....جی! آپ نہ تو مرزا صاحب کے تقاض کو سمجھے ہیں، نہ مرزا محمود احمد صاحب نے اس تقاض کا جو حل پیش کیا ہے، آپ نے اسی کو سمجھا ہے، سینے! ۱۹۰۱ء سے پہلے مرزا صاحب اپنی نبوت سے انکار کرتے تھے، اور اسے صرف محدثیت والی نبوت قرار دیتے، اسی بنا پر انہوں نے ”تریاق القلوب“ میں اپنے انکار کا کفر نہ ہونا ذکر کیا، اور اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جزئی فضیلت بیان کی، بعد میں مرزا صاحب نے عقیدہ بدل لیا، اپنی نبوت کو محدثیت والی نبوت نہیں، بلکہ واقعی نبوت سمجھنے لگے، یہ فرق ہے دلوں زمانوں کے درمیان، جو مرزا صاحب کے فرزند اکبر نے ”حقیقت النبوة“ میں بیان کیا ہے۔

۸۰:....جناب مولوی صاحب! آپ کو تھوڑی سی عقل یوں بھی استعمال کرنی پڑے گی کہ آپ کے غیر احمدی علماء (قریباً تین سو کی تعداد میں) ۱۹۰۱ء سے بہت ہی قبل حضرت مرزا صاحب پر اسی بنا پر فتویٰ کفر لگا چکے تھے۔

ج:....الحمد للہ! عقل تھوڑی سی نہیں پوری استعمال کریں گے، اور کرتے ہیں، کاش! آپ بھی اس سے کچھ فائدہ اٹھاتے، اور اس پر غور کرتے کہ کیا نبی وہ ہوتا ہے جو نبوت کے صحیح مفہوم ہی کونہ سمجھے؟ علمائے امت نے ”براہین احمدیہ“ سے سمجھ لیا تھا کہ یہ صاحب میسیح اور نبوت کی پڑی جمار ہے ہیں، جبکہ مرزا صاحب نہ اپنی میسیحیت کو سمجھے، نہ نبوت کو۔

۸۱:....جب حضرت مرزا صاحب کے اس وقت کے مذنب و مکفر لوگ خود ہی ان کا عہد نبوت ۲۵، ۲۶ سال یعنی ۲۲ سال سے بھی زیادہ تسلیم کرتے تھے تو آپ

کو بھی یہ مانتا چاہئے کہ حضرت صاحب ارشاد ربانی ”لو تقول علينا“ کی کسوٹی پر کھرے ہی کھرے نکلے۔

ج:.... واقعی اس کسوٹی پر کھرے اور صاف جھونٹے نکلے، اسی لئے ہی پس کی موت مرے، اور عالمِ زرع سے پہلے دونوں راستوں سے نجاست خارج ہو رہی تھی، جو کہ افتراءً علی اللہ کی صورتِ مجسم تھی، اور یہ منظر ”قطع و تین“ کی بھی انک شکل تھا۔

ج:.... ویسے تو آپ زہانی اور تحریری جمع خرچ بہت کرتے ہیں۔ ۸۲

ج:.... جی نہیں! الحمد للہ ہم نے اس کا کبھی پروپیگنڈا نہیں کیا، مگر اس کی ضرورت، جو فقرہ آپ کو لکھا تھا وہ اپنی منصبی ڈیوٹی کے طور پر لکھا تھا، نہ کہ پروپیگنڈے کے طور پر۔

ج:.... معاذہ علما اور حکومتیں تک اس سلسلہ احمدیت پر کیا کیا تیر نہیں چلاتی رہیں، ان تمام باتوں کے باوجود یہ سلسلہ نیست و نابود نہیں ہوا، اور نہ انشا اللہ تا قیامت ہو گا۔ ۸۳

ج:.... یہودی، نصرانی، مجوہی، ذکری، مہدوی بھی اب تک نیست و نابود نہیں ہوئے، ان کو بھی بحق سمجھئے گا...؟

ج:.... دُنیا چاروں کناروں سے آپ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہوتی رہی، ہو رہی ہے، اور انشا اللہ آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ ۸۴

ج:.... جی ہاں! اوضوح حق کے بعد بھی جو بد نصیب ایمان نہ لائے اس کے بارہ میں یہی کہا جائے گا: ”فَمَنْ شَاءَ فَلِيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلِيُكُفِرْ“ (جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کو اختیار کرے)۔

ج:.... میں تو بخدا! اپنے ان دونوں پر افسوس کرتا ہوں جب میں آپ کی طرح احراری ہونے کی حیثیت میں بے نصیب تھا۔ ۸۵

ج:.... ان دونوں کسی اللہ والے کی گستاخی کی ہوگی، جس سے سب ایمان تک

نوبت پنچی۔

ج: ۸۶... مبارک وہ جو اس موعود کو شاخت کر چکے، کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے، اے کاش! پیارے مولوی محمد یوسف صاحب! آپ بھی اپنی ہست اور ضد کو ترک کر دیں، اللہم آمين!

ج: ...الحمد للہ! ضد اور ہست نہ پہلے تھی، نہ اب ہے، لیکن باطل کو باطل اور رات کو رات کہنا بھی اگر ضد اور ہست ہے تو چلنے یہی سہی!

ج: ۸۷... اگر ختم نبوت کا وہی مشہوم لیا جائے جو آج کا مولوی یتباہے کہ بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی تو کیا غیر تشریعی بھی کوئی نبی نہیں آسکتا، تو پھر ہمیں ہر روز ہر رکعت میں پانچوں وقت: "اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت عليهم" دعا کیوں پڑھنی ہوتی ہے؟

ج: ... باوجود حصول نبوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں پڑھتے تھے؟
ج: ۸۸... آپ یوں کریں کہ کوئی ایک موضوع خود ہی چن لیں اور اس پر بحث کریں، مگر بروئے قرآن! اور یہ سمجھ کر کہ دلائل بھی بالقرآن ہوں، یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ مجھے آج تک یہی پتہ نہیں چل سکا کہ آپ جن ائمہ کے حوالے اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں، آپ ان پر کبھی تو تبرہ بھی جڑ دیا کرتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کے کئی حوالوں کو درگزر کر دیا ہے۔ احرف عبد الرؤف لودھی

ج: ...الحمد للہ! آپ میری کسی علمی بحث کا جواب نہیں دے سکے۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

فریب خورده قادیانیوں کی خدمت میں

محترم جناب مولوی محمد یوسف صاحب!

سلام علیٰ من التبعی الہدی.

ج:...الملا صحیح کیجئے لفظ "تابع" ہے۔

۲:...خدا کرے آپ بغیر و عافیت ہوں، آمین!

ج:...الحمد للہ! بعافیت ہوں اور آپ کی عافیت وہدایت کا دعا گو۔

۳:...آپ کا نوازش نامہ ملا ہے، معافی چاہتا ہوں جواب کچھ تا خیر سے
دے رہا ہوں، کیونکہ میں جلسہ سالانہ پرربوہ گیا ہوا تھا۔

ج:...تحریف فی الاسم ہے، کیونکہ متع کذاب کی ہر بات میں کذب ہوتا ہے۔

۴:...یہ تو اچھا ہی ہوا کہ آپ نے خط میں یہ اقرار کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کی اطلاع دی ہوئی ہے، ورنہ آپ نے جن الفاظ کو اخبار میں شائع کیا ہوا ہے، اس سے تو قارئین کو یہی تاثر اور تصور ملتا ہے کہ جیسے وہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے نہ ہوں، بلکہ صرف حضرت مرزا صاحب کے ہی ہوں۔

ج:...یہ عبارت یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:....." کیا اتنی کھلی بات کے بھختے سے بھی آپ مغدور ہیں؟

۵:... حقیقتاً یہ بھی ایک وجہ تھی جس سے مجھے آپ کی خدمت میں خط لکھنا پڑا، جس میں اس عاجز نے یہی سوال تو کیا تھا کہ آپ خواہ خواہ حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا بنانے پر تلتے ہوئے ہیں۔

ج:... جھوٹے کو جھوٹا بنانے کی ضرورت نہیں، ہاں! بتانے کی ضرورت ہے۔

۶:... آپ نے میرے عربیہ کو صرف کائی دار کر کے واپس کر دینے سے اپنے کسی اچھے اخلاق کا ثبوت نہیں دیا، واضح طور پر یہ آپ کی جھنجڑا ہست ظاہر کرتا ہے۔

ج:... نبوتِ کاذبہ کے ساتھ اخلاق بھی اسی قسم کے ہوں گے۔

۷:... اصولاً تو چاہئے تھا کہ آپ میری معروضات یا وضاحتوں کے جواب میں کوئی ثابت باقی بے دلائل لکھتے، وہ آپ سے نہ ہو سکا۔

ج:... آپ نے میری بات کا جواب ہی کیا دیا کہ اس کو رد کرتا؟

۸:... اگر کچھ آپ نے کیا بھی تو یہ کہ شجاع بھگار دی کہ ”ورنه مرزا قادریانی کی جو عبارتیں آپ نے (یعنی میں نے) نقل کی ہیں، اس میں مرزا جی نے خدا رسول پر افتراء کئے ہیں، اور آپ ایسے (یعنی مجھ سے) سمجھدار اور خوش فہم لوگوں کو کس کس طرح احمق بنا یا ہے، اس کی تشریع کروں تو ایک فتحیم رسالہ بن جائے گا۔“

اول تو آپ نے طرزِ تخاطب میں کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کیا، اس سے تو ہر کچھ دارقاری اندازہ لگا سکتا ہے۔

ج:... طرزِ تخاطب کا اچھا نمونہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں نے تیک کذاب کے ماننے والوں کو صرف فریب خورده کہنے پر اکتفا کیا۔

۹:... دوم آپ نے یہ لکھتے ہوئے اتنا بھی نہیں سوچا کہ جس بات کو آپ مرزا صاحب کا افتراء گردان رہے ہیں، وہ تو حضرت مرزا صاحب سے کئی صد یوں پہلے بھی کئی بزرگانِ دین سے ہو چکا ہے۔

ج:... مثلاً کون کون سے بزرگوں نے؟ اور پھر بزرگان دین سے آپ کا کیا تعقیل؟

۱۰:... سوم یہ کہ آپ تشريع کریں تو ایک خفیم رسالہ بن سکتا ہے، میں با ادب یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں گا کہ آپ سے بھی یہ نہ ہو سکے گا۔

ج:... جی ہاں! مجھ سے کیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فرمایا گیا: ”انکَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ.“

۱۱:... آپ کے کئی ہم مسلک ایسی تعلیاں اور شیخیاں بھارتے بھارتے راہی ملک عدم ہو گئے۔

ج:... لیکن الحمد للہ! مرزا غلام احمد کی طرح راہی ملک عدم نہیں، ہوئے کہ ان کے دونوں راستوں سے نجاست نکل رہی ہو، اور نہ مرزا محمود کی طرح شکل مشیخ ہو کر۔

۱۲:... مگر وہ بالمقابل کوئی مفید اور مسلم جواب نہ لکھ سکے۔

ج:... مسلم جواب انشا اللہ مرنے کے بعد ملے گا، وہاں فرشتوں سے بھی یہی کہنے گا!

۱۳:... ہاں! البتہ گالیوں سے بھری کتابیں ضرور شائع کر گئے۔

ج:... جی ہاں! قرآن بھی تو بقول مرزا گالیوں سے بھرا ہوا ہے۔

۱۴:... بھلا ایسی باتوں سے بھی کبھی ابلاغی دین کے کام ہوا کرتے ہیں؟

ج:... صحیح فرمایا، لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے، کچی بات تو یہ ہے کہ ابلاغی دین ”..... فاقتلوه“ سے ہوتا ہے!

۱۵:... چلے! آپ احمدیوں کے مسلک اور روایہ کو تو چھوڑیے، کیونکہ آپ کا ذہن ان کے خلاف کافی سے زیادہ زہرآلودہ ہو چکا ہے، مگر خدا کے لئے اپنے اسی عقیدہ کی خبر تو لیجئے جیسا کہ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ تجدید دین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی مسلمہ چلی آرہی ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ

کسی نہ کسی کو مجدد کے طور پر مبیوث فرماتا رہے گا۔
 ج:... الحمد للہ! مجھے تو مسلم ہے، مگر افسوس کہ مرزا غلام احمد اور ان کے مانے
 والے اس کو نہیں مانتے، چنانچہ آپ ہی بتائیں کہ اگر آپ اس کے قاتل ہیں تو پھر
 چودھویں صدی کے بعد یہ سلسلہ بند کیوں ہو گیا؟

۱۶:... تو آپ بچارے احمدیوں کے پیچے لئے پھرنے کی بجائے خود اپنا
 موازنہ کریں کہ مکمل تیرہ صدیوں میں تو مجددین کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 پیش گوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبیوث ہوتے رہے، مگر اس چودھویں
 صدی کا کوئی مجدد کیوں نہ آیا؟ یہ صدی کیوں اور کن حضرات کی بدولت خالی چلی گئی؟
 ج:... یہ آپ سے کس نے کہا کہ یہ صدی مجدد سے خالی چلی گئی؟ اگر مرزا
 مجدد نہیں تو کیا ذرہ بھی کوئی نہیں؟

۱۷:... یا یوں کہئے کہ محض آپ کی ضد نے کسی کو بھی مجدد ہونے کا مستحق نہ
 سمجھا، تو کیا آپ کا ضمیر اور ذہن اس بات کو گوارا کرتا ہے کہ پیش گوئی ہو خاتم الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ پوری تیرہ صدیوں میں تو پوری ہوتی چلی آئی ہو، مگر جب
 چودھویں صدی آئی جس میں آپ جیسے علماء ہوں تو وہ (نوعز بالله) بے کار چلی گئی؟

ج:... محض جھوٹ! کسی نے بے کار نہیں کہا، لیکن قادیانیوں نے پندرھویں
 صدی کے لئے اس کو بے کار کر دیا، کیونکہ الف آڑے آتا ہے، کون کہتا ہے کہ پوری
 نہیں ہوئی؟ ہاں! البتہ غلام احمد قادیانی کو ملت اسلامیہ مجدد نہیں مانتی اس لئے کہ مجدد تو
 کیا دہ ایک شریف انسان کہلانے کا مستحق بھی نہیں ہے۔

فقط والسلام

عبد الرؤف لودھی

قادیانی و سعٰتِ معلومات کا شاہکار!

جتنب ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب۔ السلام علیکم ورحمة اللہ! میں نے آپ کی کتاب "رئیسِ قادیان" کے پہلے چند صفحات کا بغور مطالعہ اپنی لا بھری ربوہ میں بیٹھ کر کیا، ماشا اللہ کتاب خوب لکھی ہوئی ہے، کتاب میں دل کھول کر جھوٹ لکھا گیا ہے اور اس قدر کہ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔

جتنب والا! آپ نے جو حوالے "سیرت المهدی" یا "الفضل" یا کسی اور احمدی حضرات کی لکھی گئی کتابوں سے دیئے ہیں، میں نے وہ کتاب خاص طور پر لا بھری سے نکلوائیں اور حوالہ جات کو دیکھا تو وہاں پر آپ کا بیان کردہ حوالہ موجود ہی نہ تھا، بلکہ پوری کتاب میں وہ حوالہ نہیں موجود، اب معلوم نہیں آپ کے نزدیک "سیرت المهدی" جو کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے لکھی ہے، وہ کوئی اور ہو؟ آپ نے ایک جگہ الفضل ۳ رجنوری ۱۹۳۱ء کا حوالہ دیا ہے، ۳ رجنوری کی اخبار نکلوائی تو وہاں پوری اخبار میں اس کا نام و نشان نہ تھا۔

از خلافت لا بھری، ربوہ

إطهار صداقت:

کرم و محترم، آداب و دعوات!

جتنب کا نامہ کرم بغیر نام اور بغیر تاریخ کے مولانا ابوالقاسم دلاوری کے نام

موصول ہوا، مولانا مرحوم کا مدت ہوئی وصال ہو چکا ہے، مجلس تحفظ ختم بوت نے ان کی کتاب طبع اول کا فوٹو شائع کیا ہے، جناب نے اس کے بعض حوالوں کو مخدوش قرار دیا ہے، اور بطور مثال "الفضل" ۳ جنوری ۱۹۳۱ء کے حوالے کو غلط بتایا ہے۔

ہم نے اپنے اکابر کو حوالہ جات میں ثقہ اور امین پایا ہے، وہ جان بوجھ کر کی کی طرف غلط بات منسوب کرنے کی جسارت نہیں کرتے، یہ شرف صرف مرزا غلام احمد صاحب کے لئے مخصوص ہے۔ تاہم ہو قلم یا ہو کتابت کی وجہ سے تاریخ یا سن میں بھول چوک ہو جانا تقاضائے بشریت ہے، لہذا گزارش ہے کہ "رئیس قادریان" یا ہماری کسی اور مطبوعہ کتاب میں آپ کو کوئی غلط حوالہ ملے تو اس سے مطلع فرمائیے، ہم تحقیق کے بعد غلطی کا اعلان کرنے میں مسرت محسوس کریں گے، اور کتاب کے ساتھ غلط نامہ بھی چھاپ دیں گے، فقط والدعا!

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۳۹۹ھ

حضرت گنگوہی اور تکفیر مرزا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(الْحُسْنَ لِلَّٰهِ وَرَبِّهِ عَلٰى جَاهٰدِهِ الَّذِينَ اصْطَفَنَّا)

بریلویوں کے ایک مکتبہ "مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوهاری دروازہ، لاہور" نے فتاویٰ قادریہ مؤلفہ مولوی محمد لدھیانوی شائع کیا تھا، اس پر یہ خط لکھا گیا تھا۔

(محمد یوسف لدھیانوی)

مکرم و محترم، زیدت مکار مہم، السلام علیکم ورحمة اللہ و برکاتہ!

مزاج گرای! آجناہ کا طبع کردہ رسالہ "فتاویٰ قادریہ" نظر سے گزرا، میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے علمائے لدھیانہ کے علمی افادات شائع کر کے ہمیں ان سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمایا، فجزاکم اللہ احسن الجزاء!
 کتاب پر جناب مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا حرف آغاز ہے، جس میں انہوں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے توقف دربارہ تکفیر قادریانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ابوالقاسم رفق دلاوری اپنی کتاب رئیس قادریانی

(قادیانی) جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ آخر گنگوہی صاحب نے بھی

مرزا کی تکفیر پر اتفاق کر لیا تھا، جہاں تک فتاویٰ قادریہ کا تعلق
ہے اس سے اس اتفاق کا نشان نہیں ملتا، فتاویٰ رشیدیہ میں بھی
ایسا کوئی عنوان نہیں، اگر کوئی صاحب اس کی نشاندہی کریں تو
تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کے
قبول کرنے میں کوئی باک نہ ہو گا۔“

میں جناب شرف قادری صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ
مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری مرحوم کی تحقیق و درست ہے، حضرت گنگوہیؒ کو قادریانی کے
کفریات کی اول اول اطلاع نہیں تھی، اس نے تکفیر کے معاملہ میں احتیاط کی روشن
اختیار فرماتے تھے، اور قادریانی کے کلمات مودودیہ (وہشت پیدا کرنے والے) کی حتیٰ
الوسع تاویل فرماتے تھے، لیکن جب قادریانی کے کفریات تاویل کے متحمل نہ رہے تو اس
کی تکفیر فرمائی، اور چونکہ آخر الاقوال یہی ہے، اس نے حضرت گنگوہیؒ کی پہلی رائے
مرجوع عنہ (رجوع شدہ) تصور کی جائے گی، حضرت قدس سرہ کے اس رجوع کی
سردست دو شہادتیں پیش کرتا ہوں، ایک حضرتؒ کی اپنی تحریر، اور دوسرے مرزا غلام احمد
قادیانی کی تحریر۔

اول: ... غالباً آنجلاب کو علم ہو گا کہ حضرت گنگوہیؒ کے مکاتیب کا ایک
مجموعہ ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے نام سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا، یہ وہ خطوط ہیں جو
آپ نے اپنے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید اشرف علی سلطان پوری کے نام تحریر
فرمائے تھے، یہ مجموعہ اب شوال ۱۳۹۶ھ میں کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی
سہارپور سے دوبارہ شائع ہوا ہے، اس میں متعدد خطوط میں مرزا قادریانی کے بارے
میں انطباقی رائے فرمایا ہے، ۲۷ رذیقعدہ ۱۴۰۸ھ کے خط میں لکھتے ہیں:

”مرزا، حسب وعدہ فخر عالم علیہ السلام دجال کذا اب
پیدا ہوا ہے، مثل مختار (ثقفی) کے اول وعویٰ تائید دین کیا، اب

مدعی نبوت در پرده ہو کر مضل غلط ہوا، اور بڑا چالاک ہے کہ اشتبہر مناظرہ دیتا ہے، اور جب کوئی مقابل ہوتا ہے بلطائف الحیل تال دیتا ہے، اور مناظرہ موت و حیات عیسیٰ علیہ السلام میں کرتا ہے، اور اپنے دعویٰ کے باب میں بالکل مناظرہ نہیں کرتا، بندہ نے اس کے باب میں فتویٰ لکھا ہے، وہ ملفوظ ہے، ہرگز تردد نہ کرنا چاہئے، جو نصوص کا مکنر ہوگا وہ اہل ہوا میں داخل ہے، آپ اپنی طرف سے لوگوں کو قطعاً ممانعت اس سے ملنے کی کر دیں، ہرگز اس کے تاقی اور اہل باطل ہونے میں تال نہ فرمائیں۔

(ص: ۷۱ خط ثغر: ۲۹)

حضرتؐ کی اس تحریر سے ثابت ہے کہ حضرتؐ کے نزدیک مرزا دجال، کذاب، مدعی نبوت، مثلی مختار ثقیقی اور مکنر نصوص تھا، اور حضرتؐ نے اس کے بارے میں فتویٰ بھی تحریر فرمایا تھا۔

دوم:...مرزا غلام احمد قادریانی "انجام آخرهم" میں اپنے مکفرین کی فہرست میں مولانا نذیر حسین دہلوی، مولانا عبدالحق دہلوی، مولانا عبد اللہ ثوکی، مولانا احمد علی شہار پوری، مولانا سلطان الدین جے پوری، مولانا محمد حسن امرودی کا نام درج کرتے ہوئے آخر میں لکھتا ہے:

"وآخرهم الشيطان الاعمى والغول الاغوى
 يقال له رشيد الجنجوهي، وهو شقى كالامروهي، ومن الملعونين، فهو لاء تسعه رهط كفروننا وسبونا، و كانوا مفسدين، ونذكر معهم الشيختين المشهورين، يعني الشيخ الله بخش التونسي، والشيخ غلام نظام الدين البريلوي، وانهما من المعرضين، فندخلهم في الذين

خاطباهم، ليكونا من المصدقين او المكذبين۔"

(ص: ۲۵۲ مطبوعہ ربوہ)

مرزا کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے بھی مرزا کی تکفیر کی تھی، جس کی پاداش میں مرزا نے حسب عادت، حضرت گنگوہیؒ کو گندی گالیاں بکھیں، نیز یہ کہ اس وقت تک (یہ کتاب مرزا صاحب نے ۱۸۹۷ء میں لکھی تھی) خواجہ اللہ بنخش تونسی اور مولانا غلام نظام الدین بریلوی، مرزا کے بارے میں متوقف تھے، نہ مصدق تھے، نہ مکذب۔

میں جناب مولانا شرف قادری صاحب کے طالب علمانہ ذوق سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس ناکارہ کی نشاندہی کو حسب وعدہ قبول فرمائیں گے، اور اس قبول کی اطلاع سے اس ناکارہ کو سرفراز فرمائیں گے، ان کی سہولت کے لئے جوابی لفافہ بھیج رہا ہوں، اور اس خیال سے کہ شاید دونوں حوالے کی کتابیں انہیں نہ مل سکیں، متعلقہ صفحات کے فونو اسٹیٹ بھی ارسالی خدمت ہیں۔ امید ہے مزاج سای بعافیت ہوں گے۔

والسلام

محمد یوسف عفان اللہ عنہ

۱۳۰۰/۷/۲۶

۱۹۸۰/۶/۱۰

نزولِ مسیح کا عقیدہ ایمانیات سے!

جناب نور محمد قریشی صاحب نے ”نزولِ مسیح آخر کیوں؟“ نامی رسالہ تصنیف کیا اور نظرِ عالمی کے لئے مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی خدمت میں بھیجا، آپ نے اس میں چند ترمیمات فرمائے کہ درج ذیل خط لکھا۔..... (سعید احمد جلال پوری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلٰى حِلْمٰهُ وَالذِّيْنَ أَصْطَفَنِي

مَكْرُمٌ وَمُحَترَمٌ جَنَابُ قَرِيْشِي صَاحِبُ، زَيْدُ الطَّافِيْمِ!
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

امید ہے مزاجِ سامی بعافت ہوں گے، جناب کی تصنیفِ طیف ”نزولِ مسیح آخر کیوں؟“ کئی دن سے آئی رکھی تھی، رات اپنے مشاغل سے فارغ ہو کر اس کا مطالعہ کیا، بہت ہی انبساط ہوا، بعض نکات اتنی خوبصورتی سے لکھے ہیں کہ اگر یہ ناکارہ لکھتا تو شاید نہ لکھ پاتا، فخرِ اکم اللہ تعالیٰ خیرِ الجزا!

چند امورِ اصلاح طلب نظر آئے، جناب کی نظرِ عالمی کے لئے عرض کرتا ہوں:
ا۔... محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں جہاں آیا، اس کو ”رسول اللہ“ لکھا گیا ہے، یہ املائی غلطی ہے، ”رسول“ مضاف ہے، اس پر ”ال“ نہیں آتا۔
۲۔... ص: ۶۲ ”اگرچہ جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی دوبارہ آمد کا مسئلہ عقیدہ اور ایمان کا مسئلہ نہیں۔“

یہ تحقیق صحیح نہیں، امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی ان علاماتِ کبریٰ میں سے ہے، جو قطعی متواتر ہیں، اور دینِ اسلام کے متواترات پر ایمان لانا فرض ہے، چنانچہ عقائد کی کتابوں میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ درج کیا گیا ہے، امام طحاویٰ ”عقیدۃ طحاویہ“ میں لکھتے ہیں:

”ونؤمن بخروج الدجال ونزول عيسى بن

مریم عليهما السلام من السماء۔“

اور سوائے ملاحدہ و فلاسفہ کے کوئی اس عقیدہ کا منکر نہیں، اس کی تفصیل اس ناکارہ کے رسائل میں آچکی ہے، بہر حال تمناً عماری وغیرہ کا قول، لائقِ الافتات نہیں۔ ۳:... آنحضرت نے اسی صفحہ پر غلام احمد قادریانی کا قول نقل کیا ہے کہ: ”یہ عقیدہ ہماری ایمانیات کا جزو نہیں۔“ اپنی مسیحیت کی پڑی جہانان مقصود تھا، اس نے وہاں یہ لکھ دیا کہ یہ مسئلہ ایمانیات کا جزو نہیں، اور یہ کہ ہزار سوچ بھی آسکتے ہیں، اور یہ کہ ”ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا سوچ بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔“

لیکن جب بزعمِ خود مسیحیت کی پڑی جنمگی تو ”ہیئتۃ الوہی“ میں منکرین سوچ پر کفر کا فتویٰ داغ و نیا اور لکھا:

الف:.... ”جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر نہ کہاتا ہے، اس نے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔“

(ہیئتۃ الوہی ص: ۲۷، روحانی خزانہ ج: ۲۲ ص: ۱۶)

ب:.... ”علاوه اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا و رسول

کو بھی نہیں مانتا، کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔”
(حوالہ بالا ص: ۱۶۸)

اور یہ بھی لکھا کرہے:

ج:....”معجم جس کے آنے کی خبر دی گئی ہے، وہ
صرف ایک ہی شخص ہے۔”
(حوالہ بالا ص: ۳۰۶)

الغرض غلام احمد قادریانی لفظ لفظ میں جھوٹ بولنے اور متضاد باتیں کہنے کا
عادی تھا، اور اس کا کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا هُنَّ بْنَ أَبْرَاهِيمَ“ کے الہام
کی طرح خالص جھوٹ تھا۔
(کلمہ فضل رحمانی ص: ۱۲۲)

ذعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت
بخشنیں، اور امت کے لئے اس کو نافع بنائیں، اور جناب کے لئے ذریعہ نجات
بنائیں۔

قر احمد عثمانی کے جواب میں آپ کا تحریر کردہ رسالہ مسودہ کی شکل میں
موصول ہوا، انشا اللہ دو ایک روز میں کوشش کروں گا کہ دیکھوں۔

اپنا تازہ رسالہ ”مرزا کا مقدمہ الی عقل و الناصف کی عدالت میں“، بیچج رہا
ہوں، اور اس کا چھٹا باب مستقل رسالہ بن گیا ہے وہ بھی ساتھ ملختی ہے۔

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

رفع الی السماء کا مفہوم!

جناب نور محمد قریشی صاحب نے قراحمد عثمانی کے جواب میں ایک رسالہ لکھا، اس پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے رائے اور تصدیق لینے کے لئے مسودہ بھیجا، تو آپؒ نے درج ذیل صحیح فرمाकر اپنی رائے لکھی۔

(سعید احمد جلال پوری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 (الْحُسْنَةُ لِلّٰهِ وَالْمُسْكَنُ)
 عَلٰى جَاهَوَهُ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَسَلَّمَ)!

جناب محترم نور محمد قریشی صاحب، زید لطفہ
 السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

معروض آنکہ قراحمد عثمانی کے رسالہ کے جواب کا جو مسودہ جناب نے بھجوایا تھا، وہ میں نے دیکھ لیا ہے، ماشأ اللہ اپنے انداز میں خوب لکھا ہے، بہت جی خوش ہوا، دل سے ڈعا میں لکھیں۔

ص: ۶۷ پر ”رفع الی اللہ“ کی بحث ہے، ص: ۷ کے پہلے پیراگراف کو آپ نے اس لفظ پر فتح کیا ہے: ”ذات باری تعالیٰ کی ایک کری بھی ہے۔“ اس کو حنوف کر کے اس کے بجائے یہ لکھا جائے:

”ذات باری تعالیٰ کی نسبت بلندی کی طرف کی جاتی ہے، اور آسمان بلندی پر

ہے، اس لئے عرفِ عام میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، خود قرآن کریم میں سورہ بارک الذی کی آیت: ۱۲، کے ایس دو مرتبہ فرمایا: ”أَمْنَسْتُمْ مَنْ فِي السَّمَااءِ“، ”أَمْ أَمْنَسْتُمْ مَنْ فِي السَّمَااءِ“ (کیا تم بے خوف ہو گئے اس سے جو آسمان میں ہے)، (یا کیا تم بے خوف ہو گئے اس سے جو آسمان میں ہے)، ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور مخلوٰۃ شریف ص: ۲۸۵ میں مؤطا امام مالک اور صحیح مسلم کے حوالے سے معاویہ بن حکمؑ کی لوٹی کا قصہ نقل کیا ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلوا کر پوچھا: ”أَينَ اللَّهُ؟“ (اللَّهُ كَہاں ہے؟) ”قالَتْ: فِي السَّمَااءِ!“ اس نے جواب دیا ”آسمان میں!“ پھر پوچھا: میں کون ہوں؟ جواب دیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: ”اعتقها فانها مؤمنة“ (اہ کو آزاد کر دے، کیونکہ یہ مؤمنہ ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹی کے یہ کہنے پر کہ ”اللہ آسمان میں ہے“ اس کے صاحب ایمان ہونے کا حکم فرمایا۔

قادیانی صاحبان بھی یہی شبہ کیا کرتے ہیں کہ کیا اللہ آسمان میں بیٹھا ہے؟ ان کی خدمت میں ان دونوں آیتوں اور صحیح حدیث کے علاوہ ان کے نام نہاد ”نبی“ کا الہام بھی پیش کرتا ہوں:

مرزا صاحب کے اشتہار ۲۰ رپورٹ ۱۸۸۶ء میں تین الہامی پیش گویاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی پیش گوئی الہامی فرزند کی بشارت ہے، جس میں اس لڑکے کی صفات ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

”فرزندِ دلپند، گرامی ارجمند، مظہر الاول والآخر، مظہر الحق والعلا، کانَ اللَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَااءِ“ (گویا اللہ آسمان سے اُتر آیا)۔ (مجموعہ اشتہارات ج: ۱، ص: ۹، یہ اشتہار تذکرہ ص: ۱۳۶، طبع چارم، الہام نمبر: ۱، ازالہ اوہام ص: ۱۵۶، روحانی خزانہ ج: ۳، ص: ۱۸۰، آئینہ کمالات ص: ۵۷۵، ۶۲۵ میں بھی موجود ہے)

پس جس آسمان سے اللہ تعالیٰ مرزا کا بیٹا بن کر اتر آیا تھا... نعوذ باللہ... اسی آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا، جس کی خبر دوآئیوں میں اللہ تعالیٰ نے دی ہے، ... اول: ... "وَرَأَفْعُكَ إِلَيَّ" (آل عمران: ۵۵) اور ... دوم: ... "بَلْ رَفِعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ" (النساء: ۱۵۸)۔

چونکہ رفع الی اللہ کے معنی رفع الی السما قطعی و یقینی ہیں، اس لئے تمام مفسرین ان دو آیتوں کے معنی رفع الی السما سمجھے ہیں۔“

۲: ... آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ۳۰ سال میں نبوت ملنا، اور ۳۳ سال میں ان کا اٹھایا جانا متفق علیہ لکھا ہے، یہ صحیح نہیں، بلکہ یہ نصاریٰ کا قول ہے، اور بعض مسلمان بھی ان کے قول سے غلط فہمی میں بٹلا ہوئے، صحیح یہ ہے کہ ان کو چالیس سال بعد نبوت ملی، جو کہ اعطائے نبوت میں سنت الہی ہے، چالیس برس وہ دعوت ذیتے رہے، اسی برس کی عمر میں اٹھائے گئے، چالیس برس واپس آکر زمین پر رہیں گے، ان کی کل عمر ۱۲۰ اسال ہوگی، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری نے ”عقیدۃ الاسلام“ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔

۳: ... ص: ۳۷ پر آپ نے جو ”اجماعی عقیدہ“ کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ لائق اصلاح ہے، بہت جلدی میں چند حروف گھیث رہا ہوں، میں اپنے دوسرا لے جتاب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، حافظ سیوطیؒ نے منکر نزول مسیح پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، اور دوسرے اکابرؒ نے بھی اس کے قطعی اور متواتر ہونے کی تصریح کی ہے، متواترات دین کا منکر کافر ہوتا ہے، یہ عقیدہ کا مسئلہ یوں ہے کہ جو امور قطعی و متواتر ہوں ان کا جانتا عقیدہ میں داخل ہے، آپ کو اس رسالہ کی تالیف پر ایک بار پھر مبارک باد دیتا ہوں، والسلام!

محمد یوسف عفان اللہ عنہ